

فتاویٰ نور

مجموعہ فتاویٰ اسلامیہ
http://t.me/Tehqiqat

حقیقت ٹاویٹ دارالعلوم حقیقہ فریدی
بیت نور و صلاح اودکارہ

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فتاویٰ
زہیب

<http://t.me/Tehqiqat>

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

يَسْتَفِثُونَكَ
قُلِ اللَّهُ
يَقْدِرُ عَلَيْكُمْ

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



فتاویٰ نور

جلد چہارم

تصنیف

شیخ الحدیث فقیہ اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب النعمی نقاد می علیہ الرحمۃ
بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ترتیب و تدوین

استاذ الفقہ و الحدیث حضرت مولانا علاء الحاج محمد محبت اللہ صاحب نور می مدظلہ
مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ناشر

شعبہ تصنیف و تالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ
بصیر پور، ضلع اوکاڑہ

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

| | |
|-----------|--|
| کتاب | _____ فتاویٰ نوریہ |
| جلد | _____ چہارم |
| تصنیف | _____ فقیہ اعظم مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی علیہ الرحمہ |
| ترتیب | _____ (صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری |
| اشاعت اول | _____ جنوری 1990ء / جمادی الاخریٰ 1410ھ |
| اشاعت دوم | _____ مئی 1998ء / محرم الحرام 1419ھ |
| صفحات | _____ 616 |
| مطبع | _____ شرکت پرنٹنگ پریس، سہم نسبت روڈ لاہور |
| ناشر | _____ شعبہ تصنیف و تالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ |
| | _____ بصیر پور شریف (اوکاڑہ) فون نمبر 71014 (04449) |
| قیمت | _____ 300 روپے |

نقش آغاز

حجۃ الاسلام سیدی حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی شہرہ آفاق تصنیف ”فتاویٰ نوریہ“ کی چوتھی جلد عرصہ سے نایاب تھی، اب اللہ رب العزت (جل جلالہ و عم نوالہ) کے لطف و کرم اور اس کی توفیق و عنایت سے جدید ایڈیشن پیش خدمت ہے۔

پہلی تین جلدیں طہارت، نماز، مساجد، زکوٰۃ، عشر، رویت ہلال، روزہ، اعتکاف، حج، رضاعت، نکاح، طلاق، ظہار، ذبح، حلال و حرام جانور، قربانی، عقیقہ، تعزیر اور خطرو اباحت وغیرہ ابواب پر مشتمل ہیں۔۔۔۔۔ جب کہ پانچویں اور چھٹی جلد میں عقائد، تفسیر، حدیث اور متفرق ابواب سے متعلق فتوے ہیں۔

ذریہ نظر جلد سرقہ (چوری)، دیت و قصاص، بیوع (خرید و فروخت)، ربو (سود)، رہن (گروی)، دعویٰ، ثبوت نسب، حق پرورش، وصیت اور فرائض (احکام میراث) وغیرہ مسائل سے متعلق اٹھارہ ابواب و کتب پر مشتمل ہے۔۔۔۔۔ مجموعی طور پر اس جلد میں 190 استفتاءات شامل کیے گئے ہیں۔

بلاشبہ فتاویٰ نوریہ میں ہزاروں احکامات و جزئیات کی تفصیل موجود ہے۔ اس ایڈیشن میں سائز کی تبدیلی کے علاوہ ہر کتاب کے آغاز میں مختصر تعارف پیش



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کیا گیا ہے، جس سے موضوع کے بارے میں ایک اجمالی خاکہ قاری کے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔

کتاب الفرائض میں چند ابواب کا اضافہ کر کے اس کی داخلی ترتیب کو بہتر بنایا گیا ہے، نیز آخر میں فہرست مآخذ و مراجع کے ساتھ آیات و احادیث کی فہرستوں کا بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔۔۔۔۔ جنہیں عزیزم مفتی محمد لطف اللہ نوری نے بڑی جانفشانی سے مرتب کیا ہے، پروفیسر خلیل احمد نوری (لاہور) نے صاحب فتاویٰ پر مضمون قلمبند کیا، مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری نے پروف ریڈنگ میں حصہ لیا، مولانا شاہ محمد چشتی نے کتابت کی، مولانا عزیز احمد نوری نے انہیں اس کام کے لئے مستعد رکھا، جب کہ عزیزم صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری نے کمپوزنگ، پیسٹنگ اور جملہ طباعتی امور بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیے، مولانا محمد یوسف نوری (بھٹالوی) نے ان کا ہاتھ بنایا۔۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ جل و علا جملہ معاونین کو اجر عظیم سے نوازے اور فتاویٰ نوریہ کے علمی و فقہی نور سے اہل ایمان کے قلوب و اذہان کو مستنیر فرمائے۔۔۔۔۔

امین بجاہ طہ و یس صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری

20 محرم الحرام 1419ھ

17 مئی 1998ء



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

<http://t.me/Tehqiqat>

فہرست

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

| | |
|------------|-----------------------------|
| 13 تا 14 | فهرست کتب و ابواب |
| 15 تا 50 | فهرست مسائل |
| 51 تا 71 | سیدی فقیه اعظم |
| 72 | قطعه از حافظ محمد افضل فقیر |
| 73 تا 596 | فتاوی نوریہ |
| 599 تا 602 | فهرست آیات کریمہ |
| 603 تا 606 | فهرست احادیث مبارکہ |
| 607 تا 615 | فهرست مآخذ و مراجع |



فهرست کتاب و ابواب



| | |
|-----|---------------------|
| 75 | کتاب السرقة |
| 93 | کتاب الدية و القصاص |
| 115 | کتاب البيوع |
| 155 | کتاب الربو |
| 179 | کتاب الرهن |
| 201 | کتاب الدعوى |
| 225 | باب ثبوت النسب |
| 237 | باب حضانة الولد |
| 245 | کتاب الوصايا |



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

| | |
|-----|-----------------|
| 261 | كتاب الفرائض |
| 273 | باب ذوى الفروض |
| 347 | باب العصبات |
| 393 | باب ذوى الارحام |
| 407 | باب العول |
| 419 | باب الرد |
| 427 | باب التصحيح |
| 505 | باب المناسخة |
| 587 | باب مسائل الشتى |



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فہرست

مسائل فتاویٰ نوریہ

کتاب السرقہ

| | | |
|----------|---|---|
| 79 تا 84 | تعارف کتاب السرقہ | 1 |
| 86 | عملیات کے ذریعے چوری کا ثبوت شرعاً معتبر نہیں ہے۔ | 2 |
| 86 | عیار لوگ اپنی جیبیں پر کرنے کے لئے مختلف ہتھکنڈوں سے فساد برپا کرتے ہیں۔ | 3 |
| 86 | بعض عقاقیر و حیوانات میں ایسے خواص ہیں کہ ان کے استعمال سے آگ اثر نہیں کرتی۔ | 4 |
| 86 | ایسے عاملوں سے چوری دریافت کرنے والوں کی چالیس دن کی نمازیں قابل قبولیت نہیں رہتیں۔ | 5 |
| 86 | مالیت سرقہ میں مدعی و مدعی علیہ کے اختلاف کی صورت میں ایک استفتاء کا جواب۔ | 6 |
| 88 | چور پر لازم ہے کہ چوری کردہ تمام مال اور نقدی واپس لوٹائے۔ | 7 |
| 88 | جو شخص کسی کا نقصان کرے، اس پر ضمان پڑتی ہے۔ | 8 |



| | | |
|---------|---|----|
| 89 - 91 | اگر کسی وجہ سے چور کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں تو مال مسروقہ ضائع ہو جانے کے باوجود بھی اس پر ضمان لازم ہے۔ | 9 |
| 89 | مانع ضمان صرف قطع ید ہے۔ | 10 |
| 89 | چور، چوری کے اقرار کے بعد پھر جائے تو قطع ید نہیں مگر ضمان لازم ہے۔ | 11 |
| 89 | قطع ید کی صورت میں ضائع شدہ مال از روئے قضاء معاف ہے۔ | 12 |
| 89 | متہم بالسرقة کو تیس (30) درے لگا کر بری سمجھنے کا قانون کسی فقہی کتاب میں نہیں ہے۔ | 13 |
| 91 | حکومت کو ثالث و حکم کہنا عجیب ہے۔ | 14 |
| 91 | ثالث کے لئے فریقین کی رضامندی ضروری ہے۔ | 15 |
| 91 | پولیس کو ”حکومت“ کہنا خوش فہمی ہے۔ | 16 |
| 91 | خرد برد کیا ہوا مال قطع ید کے بعد بھی دیانہ دینا پڑتا ہے، مفتی یہی فتویٰ دے۔ | 17 |



کتاب الدیہ والقصاص

| | | |
|-----------|--|----|
| 107 تا 99 | تعارف کتاب الدیہ والقصاص | 18 |
| 110 | دماغ تک پہنچنے والے زخم کو آمہ کہتے ہیں۔ | 19 |
| 110 | ایسے زخم میں ایک تہائی دیت ہے۔ | 20 |



| | | |
|-----|---|----|
| 110 | دیت کے طور پر دی جانے والی اونٹنیوں کی تفصیل۔ | 21 |
| | نقدی کی صورت میں دیت ایک ہزار دینار سونا یا دس ہزار | 22 |
| 110 | درہم چاندی ہے۔ | |
| | بیوی سے بد فعلی کرنے والے کو قتل کرنے سے خاوند قاتل | 23 |
| 111 | پر دیت یا قصاص لازم ہے یا نہیں؟ | |
| | بد کاری میں مشغولیت کے عین موقع پر قتل کی اجازت | 24 |
| 113 | ہے۔ | |

کتاب الیسوع

| | | |
|------------|--|----|
| 125 تا 119 | تعارف کتاب الیسوع | 25 |
| 127 | قرض گندم جائز ہے۔ | 26 |
| | گندم شرعاً مکمل ہے لہذا قرض یا گندم سے مبادلہ کی | 27 |
| 128 | صورت میں تول سے جائز نہیں ہے۔ | |
| | یدا بید کی قید سے قرض کی ممانعت سمجھنی نہایت ہی بے جا | 28 |
| 128 | ہے۔ | |
| | یدا بید کی قید بیع میں ہے تو خواہ مخواہ اس وجہ سے قرض کو | 29 |
| 129 | ممنوع قرار کیوں دیا جائے۔ | |
| | اگر یدا بید کی قید سے قرض گندم کو ناجائز کیا جائے تو | 30 |
| 129 | روپیہ اشرفی وغیرہ کا قرض بھی حرام ہو جائے گا۔ | |
| 129 | بیع کی تعریف۔ | 31 |
| 129 | قرض کی تعریف۔ | 32 |



| | | |
|-----|--|----|
| 129 | قرض در حقیقت ایک خاص قسم کی عاریت کا نام ہے۔ | 33 |
| 130 | لفظ عاریت سے بھی قرض ثابت ہو جاتا ہے۔ | 34 |
| 130 | واپسی قرض در حقیقت مبادلہ نہیں ہے۔ | 35 |
| | استقراض الحنطہ کے فتوے پر حضرت شیخ الحدیث مولانا | 36 |
| 130 | غلام رسول رضوی کی تصدیق۔ | |
| 132 | موزونات ذوات الامثال ہیں۔ | 37 |
| 132 | زیور مثلی ہے۔ | 38 |
| | مضر تبعیض موزونات کا ذوات الامثال نہ ہونا عام استثناء | 39 |
| 132 | نہیں ہے۔ | |
| 132 | صنعت عباد سے ہونا مثلی ہونے کے منافی نہیں ہے۔ | 40 |
| | دراہم و دنانیر کی تبعیض مضریو نہی صنعت عباد سے بھی | 41 |
| 133 | ہیں مگر اجماعاً مثلی ہیں۔ | |
| 133 | ذوات القیم اور مثلیات کے بارے میں شامی کے الفاظ۔ | 42 |
| | اختلاف زمانہ کی وجہ سے نرخ کا مختلف ہونا مثلیت کو مضر | 43 |
| 133 | نہیں ہے۔ | |
| 135 | وکیل امین ہوتا ہے۔ | 44 |
| 135 | وعدہ کی وفا بھی ضروری ہے۔ | 45 |
| 135 | لامانتہم و عہدہم رعون میں امانت و عہد کے عموم کا بیان۔ | 46 |
| 135 | منافق کی تین نشانیاں۔ | 47 |
| | صدہا آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ رعایت امانات و | 48 |
| 135 | عہد نہایت ضروری ہے۔ | |



| | | |
|-----|--|----|
| 136 | امانت میں خیانت موجب ضمان ہے۔ | 49 |
| 136 | شرط موکل کا اعتبار ضروری ہے۔ | 50 |
| 136 | عند القدرة جس، دلیل غصب اور موجب ضمان ہے۔ | 51 |
| 138 | شریک شرعا امین ہے۔ | 52 |
| 138 | امین پر بلا تعدی ضمان نہیں ہے۔ | 53 |
| 140 | مسائل عامہ کی بناء عرف و عادت تجارت پر ہے۔ | 54 |
| | اگر سلطان جابر کے طمع کی وجہ سے مضارب مال مضاربت | 55 |
| | سے کوئی چیز دے کر نجات حاصل کرے تو بوجہ عرف | |
| 141 | ضمان نہیں ہے۔ | |
| | عرف میں چونکہ رب المال اور مضارب دونوں نفع و | 56 |
| 142 | نقصان میں شریک ہوتے ہیں، لہذا اسی پر بناء ہے۔ | |
| | حضرت قبلہ سید ابو البرکات و سید ابو الحسنات علیہما | 57 |
| 147 | الرحمہ کی تصدیق۔ | |
| | فصل کے موقع پر گندم اکٹھی کرنا اور وقتاً فوقتاً جو موجود | 58 |
| 148 | نرخ ہو اس کے مطابق فروخت کرتے رہنا جائز ہے۔ | |
| 149 | احتکار ناجائز ہے۔ | 59 |
| 149 | احتکار ممنوع کی تعریف۔ | 60 |
| 149 | اہل اسلام کا میل جول شرعا محمود ہے۔ | 61 |
| | اگر لاؤڈ سپیکر مسجد کے لئے نہیں، مدرسہ کے لئے خریدا گیا | 62 |
| 150 | تو وہ مدرسہ ہی کا ہے۔ | |



| | | |
|----|---|-----|
| 63 | کسی کو اختیار نہیں کہ ایسا سپیکر مسجد کا سمجھ کر قبضہ کروا دے۔ | 150 |
| 64 | اپنے محسن، بلا معاوضہ پرورش کرنے والے سے تین ہزار کا مطالبہ بالکل بے جا ہے۔ | 152 |
| 65 | جب ان کے عقاید و اعمال و اقوال خلاف شرع ہیں تو لازم ہے کہ زید ان کو ایک پیسہ بھی نہ دے۔ | 152 |

کتاب الربو

| | | |
|----|--|------------|
| 66 | تعارف کتاب الربو | 159 تا 169 |
| 67 | غیر مسلم ممالک میں مکان کے لئے قرض، انشورنس اور بنکوں سے سودی کاروبار وغیرہ مسائل پر مشتمل لندن سے آمدہ استفتاء۔ | 171 |
| 68 | مال حربی غیر معصوم مباح ہے۔ | 173 |
| 69 | مسلمان، حربی کی رضا سے بلا عذر و خیانت اس کے مال پر قابض ہونے سے مالک بن جاتا ہے۔ | 173 |
| 70 | مال حربی میں ربو نہیں ہے۔ | 173 |
| 71 | طرفین کے نزدیک دار الحرب میں مسلمان تاجر کے لئے ایک کے بدلے دو درہموں کی بیع جائز ہے، مسلم کو نفع ہو یا حربی کو۔ | 173 |
| 72 | حدیث پاک سے طرفین کا استدلال۔ | 174 |



| | | |
|-----|---|----|
| 174 | مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال، تصحیح حدیث ہے۔ | 73 |
| | بنکوں کا موجودہ طریق منافع مضاربت فاسدہ کی صورت | 74 |
| 174 | ہے جس میں قبضہ سے ملک ثابت ہو جاتا ہے۔ | |
| | پاکستانی بنکوں کی بجائے غیر مسلم بنکوں کی طرف میلان | 75 |
| 174 | قومی و ملکی وقار کے منافی ہے۔ | |
| 175 | بدگمانی سے بچنا ضروری ہے۔ | 76 |
| 176 | اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ | 77 |
| | جن اشیاء کی ممانعت دلائل شرعیہ سے ثابت نہ ہو وہ | 78 |
| 176 | حلال و جائز الاستعمال رہتی ہیں۔ | |
| 176 | دو کانات پر پگڑی کا حکم۔ | 79 |
| 176 | اہل اسلام کا عرف و رواج معتبر ہے۔ | 80 |
| 177 | قرعہ اندازی کے ذریعے انعام کے بہانے۔ | 81 |
| 178 | حیلے بہانوں سے حرام کھانے کی کوشش۔ | 82 |

کتاب الرہن

| | | |
|------------|--|----|
| 183 تا 185 | تعارف کتاب الرہن | 83 |
| 188 | قرض کے عوض رہن رکھی گئی زمین کا منافع سود ہے۔ | 84 |
| | ایسا قرض جس میں دینے والے کی منفعت مشروط ہو، ربا | 85 |
| 188 | ہے۔ | |
| | مستقرض کو اس کے گھوڑے پر سواری کی شرط سے قرض | 86 |
| 188 | دینا سود ہے۔ | |



- 87 حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت فضالہ بن عبید ایسے
189 جلیل القدر صحابہ کے آثار۔
- 88 صحابہ و تابعین رہن سے ذرہ بھر بھی نفع اٹھانے کو برا
189 جانتے ہیں۔
- 89 عبد اللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، شعی، شریح وغیرہ
189 حضرات نے رہن سے نفع کو سود کہا ہے۔
- 90 متعدد آیات، احادیث، اجماع امت اور قیاس شرعی سے
189 خباثت سود اور شقاوت سود خواران ثابت ہے۔
- 91 قرض کے عوض رکھے گئے مکان سے نفع حاصل کرنا رہن
نہیں بلکہ اجارہ فاسدہ ہے، منفعت کے مطابق اجر مثل
190 دینا پڑے گا۔
- 92 روپے کے عوض مرہون زیور چوری ہوا تو قرض اور
194 مرہون کا حکم۔
- 93 رہن کی حیثیت امانت کی سی ہے۔
196
- 94 جن صورتوں میں ودیعت ضائع ہونے پر تاوان نہیں، وہاں
196 رہن کے ضیاع میں بھی تاوان نہیں ہے۔
- 95 (امین) جس کے پاس امانت رکھی گئی وہ کہے ودیعت ہلاک
ہو گئی، جب کہ مودع تکذیب کر دے تو امین سے حلف لیا
196 جائے، بصورت انکار ودیعت کا ذمہ دار ہو گا۔
- 96 قرض کے عوض گروی رکھا گیا مال چوری ہو گیا، اگر یہ مال
قرض سے زیادہ قیمت کا ہے تو زائد بلا معاوضہ ضائع ہو



198 گیا۔

97 صورت مذکورہ میں اگر قرض زیادہ ہے تو مستقرض پر زائد

198 کا لوٹانا لازم ہے۔

کتاب الدعویٰ

98 تعارف کتاب الدعویٰ 205 تا 207

99 کارخانہ کی الاٹمنٹ کے سلسلہ میں روپے لے کر مقدمہ

210 سے دستبرداری کا حکم۔

100 دعوائے مال میں صلح جائز اور بیع کے حکم میں ہے۔

101 نکاح کے موقع پر لڑکی کو دی گئی بھینس کے بارے میں

211 ایک مسئلہ۔

102 خاوند کی رضا سے عورت کے زیر استعمال زیورات میں

وفات زوج کے بعد زوجہ کا دعویٰ ملکیت بلا دلیل معتبر

213 نہیں ہے۔

103 عورت کے استعمال کو ملکیت سمجھنا غلط ہے۔

104 زوج کی خریداری کا اقرار یا زوج سے خرید لینے کا دعویٰ

214 زوج کی ملکیت کی دلیل ہے۔

105 ایسے دعویٰ پر ثبوت ملکیت کے لئے دلیل ضروری ہے۔

106 زید کی اجازت کے بغیر اس کی بیوی کا کتابیں فروخت

216 کرنے کی صورت میں حکم۔



| | | |
|-----------|--|-----|
| 220 - 217 | زید نے بکر سے حقہ مانگا، اس سے ایک مہمان نے لے لیا، حقہ چوری ہو جانے پر ضمان کس کے ذمہ ہے؟ | 107 |
| 222 | مسجد کی بیٹری چارج کرانے کے لئے دی، تبدیل ہو جانے کی صورت میں حکم۔ | 108 |
| 222 | اجیر مشترک سے بلا تعدی ضائع ہو جانے والی چیز پر ضمانت نہیں پڑتی۔ | 109 |

باب ثبوت النسب

| | | |
|-----|---|-----|
| 228 | نکاح سے چھ ماہ یا زائد عرصہ گزرنے کے بعد بچہ پیدا ہونے پر خاوند انکار نسب نہ کرے بلکہ خاموش رہے تو نسب ثابت ہو جائے گی۔ | 110 |
| 228 | صراحتاً یا دلالتاً اقرار نسب کے بعد انکار معتبر نہیں ہے۔ | 111 |
| 230 | کسی کو اپنا بیٹا قرار دینے کے دعویٰ پر ثبوت نسب کے لئے شرائط۔ | 112 |
| 230 | مقر لہ، مقر کا وارث بن جائے گا اگرچہ باقی ورثاء نسب سے انکار کریں۔ | 113 |
| 232 | خاوند بچہ ہو تو نسب ثابت نہ ہو گی۔ | 114 |
| 232 | مادہ منویہ کے بغیر حمل متصور نہیں۔ | 115 |
| 233 | انعقاد نکاح سے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو تو نسب ثابت ہو سکتا ہے۔ | 116 |
| | زید کے گھر بچہ پیدا ہونے پر اس نے نفی نہ کی بلکہ اپنا لڑکا | 117 |



- 233 سمجھتا رہا، تو بعد کی نفی سے نسب منتفی نہ ہو گا۔
- 118 منکوحہ کے بچے کا نسب صرف خاوند کی نفی سے منتفی نہیں ہو سکتا جب تک لعان و تفریق اور قاضی کی طرف سے انقطاع نسب کا اعلان نہ ہو۔
- 234
- باب حضانہ الولد (حق پرورش) ----- 237
- 240 ماں کے بعد نانی پرورش کی زیادہ حق دار ہے۔ 119
- 278 حق حضانت میں سب سے اول و احق ماں ہے۔ 120
- کنزور دادی و نانی وغیرہ جو بچے کی حفاظت و پرورش نہ کر سکے، حق دار نہیں۔ 121
- 278 سوتیلی ہمشیرہ کے خاوند کا نابالغہ کی پرورش کرنا تبرعا تھا، لہذا معاوضہ نہیں لے سکتا۔ 122
- 242 قاضی کے حکم یا والدین کی رضا کے بغیر پرورش کرنے والا خرچہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ 123
- 242 اگر ماں کے ناجائز تعلقات کی وجہ سے یتیموں کے مال ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو ان یتیموں کی جائیداد کو الگ رکھا جائے۔ 124
- 244 یتیم بچوں کی ماں اگر غیر مرد سے تعلقات قائم کرے جس سے بچوں کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس ماں کے لئے پرورش کا حق نہیں رہتا۔ 125
- 244 والدہ کی وفات کے بعد لڑکی کی پرورش کا حق جوان ہونے تک نانی کا ہے۔ 126
- 431



| | | |
|-----|---|-----|
| 559 | غیر محرم، لڑکی کی پرورش کا حق نہیں رکھتا۔ | 127 |
| 560 | نانا پرورش کا حق رکھتا ہے۔ | 128 |

کتاب الوصایا

| | | |
|------------|---|-----|
| 251 تا 249 | تعارف کتاب الوصایا | 129 |
| 254 | موصی لہ قبضہ اور قبول کر لینے کے بعد مالک بن جاتا ہے۔ | 130 |
| | تجہیز و تکفین کے بعد دیون (قرض) پھر ٹمٹ مال تک وصایا | 131 |
| 277 | معتبر ہے، بقیہ مال ورثاء میں تقسیم ہو گا۔ | |
| | متوفی تمام مال کی وصیت لڑکی کے لئے کر گیا تو یہ وصیت | 132 |
| 296 | باطل ہے۔ | |
| 256 | وصیت صرف تیسرے حصے تک نافذ کی جائے۔ | 133 |
| | اگر وارث اجازت دیں تو ٹمٹ سے زائد وصیت بھی نافذ | 134 |
| 308 | ہو سکتی ہے۔ | |
| 259 | وصیت اور ہبہ میں فرق۔ | 135 |
| | ہبہ میں لڑکوں کو ایک دوسرے پر تفضیل کی جائز اور | 136 |
| 259 | مکروہ صورتوں کی تفصیل۔ | |
| | متوفی کا کوئی لڑکا زندہ ہو تو پوتے پوتیاں مطلقاً وارث نہیں، | 137 |
| 259 | البتہ ان کے حق میں وصیت جائز ہے۔ | |
| | مسجد کے لئے اگرچہ کل مال کی وصیت کی گئی ہو، ٹمٹ | 138 |
| 257 | تک جائز ہے۔ | |
| 443 | وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں ہے۔ | 139 |



| | | |
|-----|--|-----|
| 443 | وارث کے حق میں وصیت کے جواز کی صورت۔ | 140 |
| 446 | تیسرے حصے تک وصیت جائز ہے۔ | 141 |
| | دو لڑکیوں، پانچ بھائیوں اور تین پوتیوں میں تقسیم جب کہ | 142 |
| 446 | پوتیوں کے لئے وصیت کی گئی۔ | |

کتاب الفرائض

| | | |
|------------|--------------------|-----|
| 271 تا 265 | تعارف کتاب الفرائض | 143 |
|------------|--------------------|-----|

باب ذوی الفروض

| | | |
|-----|--|-----|
| 276 | انغوا کردہ عورت کو وراثت سے کوئی حق نہیں۔ | 144 |
| 276 | حقیقی بہن کے ہوتے ہوئے سوتیلی بہن کا حق نہیں۔ | 145 |
| 276 | دین اسلام سے الگ ہونے والی محروم ہے۔ | 146 |
| 276 | منکوحہ عورت، لڑکی اور سگی بہن میں ترکہ کی تقسیم۔ | 147 |
| 277 | حق مرد داخل دیون ہے۔ | 148 |
| | تقدیم دین بروصیت بحکم حدیث شریف ہے اور عطف | 149 |
| 278 | مقتاضی ترتیب نہیں۔ | |
| | بیوی ایک ہو یا زیادہ، صرف آٹھویں حصہ ہی کی حقدار | 150 |
| 280 | ہے۔ | |
| | ایک لڑکی کے ہوتے ہوئے پوتی کو محروم کرنے کے بارے | 151 |
| 283 | میں ایک فتوے کا رد۔ | |
| 283 | یہ فتویٰ، فتویٰ نہیں بلکہ فتنہ ہے۔ | 152 |



| | | |
|-----|--|-----|
| 283 | ایک لڑکی کے لئے نصف اور اس کے ساتھ پوتی ہو تو پوتی کے لئے سدس، تکملہ ثلثین ہے۔ | 153 |
| 284 | مقررہ حصوں سے جو بچے وہ سب سے قریبی مرد کے لئے ہے۔ | 154 |
| 285 | موت سے ملک وارث کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ | 155 |
| 286 | مرفوع کلمات مبارکہ میں رعایت جمیع ورثہ کی ہدایت فرمائی۔ | 156 |
| 286 | گر ہمیں مفتیان و اس فتویٰ | 157 |
| 286 | دخت و مادر حلال خواہد شد | |
| 288 | متونی کی بیوی، بھائی اور والدہ میں تقسیم ترکہ۔ | 158 |
| 288 | متونی کے بھائی کی بیوی کا کچھ حصہ نہیں۔ | 159 |
| 288 | ثلث و ربع جمع ہوں، مسئلہ بارہ سے آئے گا۔ | 160 |
| 289 | اولاد نہ ہو تو دین وغیرہ دینے کے بعد بیوی کا چوتھا حصہ ہے۔ | 161 |
| 290 | بیوی، دو بہنوں اور چچا زاد میں تقسیم۔ | 162 |
| 290 | اختلاط ربع و ثلثان سے مسئلہ بارہ سے آئے گا۔ | 163 |
| 290 | بہتجی محروم محض ہے۔ | 164 |
| 291 | کوئی حاجب نہ ہو تو پوتے پوتیاں، لڑکوں اور لڑکیوں کے حکم میں ہیں۔ | 165 |
| 291 | متونی کی اولاد ہو تو بیوی کا آٹھواں حصہ ہے۔ | 166 |



| | | |
|-----------------|---|-----|
| 292 | فریضہ خمن ہو تو مسئلہ آٹھ سے آئے گا۔ | 167 |
| | لڑکیوں کی دو تہائی بیوی کا آٹھواں اور باقی بھائی بہن کا | 168 |
| 293 | ہے۔ | |
| | اگر بھائی بہن وارث ہوں تو بھائی کا بہن سے دو گنا حصہ | 169 |
| 293 | ہے۔ | |
| 293 | بھائی نہ ہو تو بہن لڑکی کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے۔ | 170 |
| | ایک لڑکی اور ایک بہن ہو تو لڑکی کا حق نصف اور باقی | 171 |
| 293 - 296 - 330 | نصف بہن کا ہے۔ | |
| 298 | بیوی اور بھتیجے میں تقسیم۔ | 172 |
| 311 - 298 | بھتیجے کے ہوتے ہوئے بھتیجے کے لڑکے محروم۔ | 173 |
| 300 | ایک لڑکی، ایک پوتا اور دو پوتیوں میں تقسیم۔ | 174 |
| 302 | بھائی کے ہوتے ہوئے بھتیجے کا حق نہیں۔ | 175 |
| | بیوی بعد از تقسیم صرف اپنا حصہ بہہ یا پٹہ پر دے سکتی | 176 |
| 302 | ہے۔ | |
| 302 | اگر سوال میں فرق ہو تو جواب بدل جائے گا۔ | 177 |
| 305 | ایک لڑکی اور دو بھائیوں میں تقسیم۔ | 178 |
| 305 | لڑکی کے لڑکے اور خاوند کے بھتیجے محروم ہیں۔ | 179 |
| 319 - 306 | اولاد نہ ہو تو خاوند نصف کا مستحق ہے۔ | 180 |
| | مطلقہ کی عدت پوری ہونے کے بعد خاوند فوت ہو تو وہ | 181 |
| 325 - 309 | وارث نہ ہوگی۔ | |



| | | |
|-----------|--|-----|
| 309 | ایک بیوی اور ایک مطلقہ سے متوفی کے بیٹے میں تقسیم۔ | 182 |
| 311 | ایک لڑکی کے لئے کل ترکہ سے نصف ہے۔ | 183 |
| | بیوی کا ثمن نکال کر لڑکی کو باقی سے نہیں بلکہ کل ترکہ | 184 |
| 312 | سے نصف دیا جائے۔ | |
| 312 | بہن اپنے بھائی کی وجہ سے محروم نہیں۔ | 185 |
| 312 | بہن کا حصہ بھائی سے آدھا ہے۔ | 186 |
| 314 - 313 | خاوند، والدہ اور برادر حقیقی میں ترکہ کی تقسیم۔ | 187 |
| 316 | لڑکی، بیوی اور بھائی میں ترکہ کی تقسیم۔ | 188 |
| 319 | خاوند، باپ اور ماں میں تقسیم۔ | 189 |
| | متوفی کی صرف بیوی اور ایک عینی یا علاقائی بھائی زندہ ہو تو | 190 |
| 320 | ربع بیوی کا باقی تمام بھائی کا حق ہے۔ | |
| 213 | لڑکوں، لڑکیوں کی موجودگی میں پوتی وارث نہیں بن سکتی۔ | 191 |
| | جو مال اسباب والدین اپنی لڑکی کو شادی کے وقت دیں وہ | 192 |
| 343 - 324 | اس لڑکی کا ہی ہے۔ | |
| | عورت کو اپنے سامان کے ساتھ زوج متوفی کے ترکہ سے | 193 |
| 324 | بھی حصہ ملتا ہے۔ | |
| | مرض الموت میں اگرچہ طلاق مغلطہ دی جائے، عدت | 194 |
| | پوری ہونے سے پہلے اگر خاوند فوت ہو، عورت وارث ہو | |
| 325 | گی۔ | |
| | طلاق رجعی سے رجوع کے بعد فوت ہوا تو عورت باقاعدہ | 195 |
| 326 | بیوی اور وارثہ شمار ہوگی۔ | |



| | | |
|-----|---|-----|
| 196 | صرف ایک لڑکی اور بھائی ہوں تو نصف حصہ لڑکی کا باقی بھائیوں کا ہے۔ | 326 |
| 197 | حقیقی بھائی کے ساتھ سوتیلے بہن بھائی وارث نہیں۔ | 329 |
| 198 | متوفی کی بیوی اور ایک بھائی ہو تو بیوی کا حصہ چوتھائی اور باقی تین چوتھائی حصہ بھائی کا ہے۔ | 332 |
| 199 | والدہ، بیوی، لڑکی، بہن اور متوفی کے چچے ہوں تو چچے محروم ہوں گے۔ | 333 |
| 200 | بھائی، بہن اور بیوی میں تقسیم۔ | 336 |
| 201 | اگر بیوی کی اولاد ہو تو بیوی کے فوت ہونے پر خاوند کا حق چوتھائی ہے۔ | 338 |
| 202 | بیوی فوت ہو تو خاوند اپنی اولاد کا جائز وارث اور نگران ہونے کی وجہ سے اس کے حصے طلب کر سکتا ہے۔ | 338 |
| 203 | ماں، باپ، خاوند، دو لڑکوں اور ایک لڑکی میں تقسیم وراثت۔ | 340 |
| 204 | بیوی فوت ہوئی، تو اگر خاوند اس کا حق مہر ادا نہیں کر چکا تو مہر بھی ترکہ میں شامل کیا جائے۔ | 340 |
| 205 | جو مال خاوند اپنی زندگی میں بیوی کو ہبہ کرے، بیوی کا ہے۔ | 343 |
| 206 | ایک بہن، دو بھائیوں اور دو بھانجوں میں ترکہ کی تقسیم۔ | 345 |



| | |
|----------------------------|--|
| 207 | خاوند نے تندرستی یا بیماری کی حالت میں طلاق دی اور |
| 341 | عدت گزرنے سے پہلے فوت ہو گیا، تو بیوی کو اس کی |
| | وراثت ملے گی۔ |
| 208 | بیوی لڑکی اور عصبات میں تقسیم۔ |
| 209 | بیوی کا حق آٹھواں اور لڑکی کا نصف ہے۔ |
| باب العصبات-----347 | |
| 210 | لڑکی کی وجہ سے بہن عصبہ بن گئی تو چچوں کو کچھ نہ دیا |
| 278 | جائے۔ |
| 211 | عصبہ بفسہا، بغیرہا اور مع غیرہا جمع ہوں تو اقرب کو ترجیح |
| 278 | ہے۔ |
| 212 | اصحاب الفرائض کے بعد نسبی عصبے حق دار ہیں۔ |
| 213 | میت کا لڑکا نہ ہو تو پوتا لڑکے کے حکم میں ہے۔ |
| 214 | اس مسئلہ میں کوئی اختلاف معتمد نہیں ہے۔ |
| 215 | پانچ لڑکیوں اور ایک لڑکے میں تقسیم وراثت۔ |
| 216 | بہن نادار ہو تو مالدار بھائی پر اس کی کفالت لازم ہے۔ |
| 217 | بھائی نادار ہو اور بوجہ مرض کسب پر قادر نہ ہو تو مالدار |
| | بہنوں پر لازم ہے کہ حسب دستور شرع اس کے لئے |
| | خرچ کریں۔ |
| 218 | متوفی کا کوئی لڑکا نہ ہو تو لا محالہ پوتا وارث ہو گا۔ |



- 219 355 دو لڑکوں اور تین لڑکیوں میں تقسیم وراثت۔
- 220 356 قریب ترین مرد کے ہوتے ہوئے دور والے عصبے وارث نہیں ہو سکتے۔
- 221 358 چار لڑکوں اور تین لڑکیوں میں تقسیم۔
- 222 359 ایک لڑکے اور چھ لڑکیوں میں تقسیم۔
- 223 362 چچا زاد کے ہوتے ہوئے تایا زاد بھائیوں کی اولاد محروم ہے۔
- 224 364 برابر درجے کے عصبے برابر حق دار ہیں۔
- 225 364 سرکاری شجرۂ نسب میں نام درج ہونا شرط وراثت نہیں۔
- 226 364 وارث کے نام پہلے سے زمین ہونا شرط نہیں۔
- 227 365 انگریزوں کے کافرانہ قانون سے دھوکہ۔
- 228 366 دو رشتوں والا عصبہ ایک رشتے والے عصبے سے زیادہ مستحق ہوتا ہے۔
- 229 366 سکے بھائی کے ہوتے ہوئے سوتیلا بھائی وارث نہیں۔
- 230 366 علاقائی بھائی سے عینی بھائی مقدم ہے۔
- 231 366 سگا بھائی مسلمان نہ ہو یا مرنے والے کا قاتل ہو تو سوتیلا بھائی وارث بنے گا۔
- 232 369 حقیقی بھائی کے ہوتے، الگ ماں والا بھائی وارث نہیں۔
- 233 370 متوفی کا لڑکا پہلے فوت ہو چکا ہو تو پوتے عصبے اور وارث ہوتے ہیں۔



| | | |
|-----|---|-----|
| 372 | متوفی کی امانت بطور ترکہ حق داروں میں تقسیم ہوگی، اگرچہ بعد میں معلوم ہو۔ | 234 |
| 374 | ہم درجہ نسبى عصبات متعدد ہوں تو وہ تمام برابر وارث ہوں گے۔ | 235 |
| 374 | قریبى عصبات کی وجہ سے دور والے محروم و محبوب ہوں گے۔ | 236 |
| 378 | چچا کے پڑپوتے عصبہ ہیں اور بہن کی اولاد محروم ہے۔ | 237 |
| 381 | جب کوئی اور رشتہ یا نسبى و سببى قرابت نہ ہو تو بہو اپنے سر کی وارث نہیں بن سکتی۔ | 238 |
| 384 | کوئی حاجب نہ ہو تو بھتیجے وارث ہو سکتے ہیں۔ | 239 |
| 386 | حرام زادی اولاد باپ کی وارث نہیں۔ | 240 |
| 387 | اگر کوئی اور وارث نہیں، صرف ایک بھائی اور بہن عینی یا علاقى ہوں تو دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بہن کا ہے۔ | 241 |
| 389 | اگر باپ سے پہلے لڑکا فوت ہوا تو وہ لڑکا وارث نہیں، لہذا اس لڑکے کی بیوی یا اولاد کو بھی اس وراثت سے حصہ نہیں مل سکتا۔ | 242 |
| 340 | چار لڑکوں اور چار لڑکیوں میں تقسیم۔ | 243 |
| 413 | ذوی الفروض سے بچے ہوئے مال پر عصبہ کا حق ہے۔ | 244 |
| 465 | لڑکیوں کے ساتھ حقیقی بہن عصبہ بن جائے گی اور علاقى بھائی بہن محروم۔ | 245 |



246 چچا زاد بھائیوں کی موجودگی میں چچوں کے پوتے عصبات
بعیدہ ہیں، وارث نہیں۔

565

باب ذوی الارحام-----393

247 خالہ کی اولاد ذوی الارحام سے ہے۔

395

248 ذوی الارحام کا حق عصبات سے بہت پیچھے ہے۔

364

249 بھانجا ذوی الارحام سے ہے۔

364

250 ذوی الارحام میں بھی ترتیب شرعی کے ساتھ وراثت

396

جاری ہوتی ہے۔

397

251 ماں کے ہوتے ہوئے دادی کا کوئی حق نہیں۔

398

252 پھوپھی ذوی الارحام سے ہے۔

253 ماں اور عصبات کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام کا قطعاً حق

398

نہیں ہے۔

254 والدہ، بیوی اور والدہ کے چچا زاد بھائی میں بطور ذوی

402

الارحام تقسیم۔

255 والدہ، بیوی اور والدہ کے چچا زاد بھائی میں تقسیم کا ایک

402

مسئلہ۔

باب العول-----407

256 والدہ، بیوی اور حقیقی ہمشیرگان ہوں تو بیوی کے لئے چوتھا،

409

والدہ کے لئے چھٹا اور بہنوں کے لئے دو تہائی ہے۔



- 409 حقیقی بہنیں حقدار ہیں اور غیر حقیقی بھائی محروم۔ 257
- اگر والدین نے زیور ہیہ کر کے قبضہ میں دے دیا تو 258
- 410 موہوب لہ یا موہوب لھا ہی مالک ہو گا۔
- 412 مسئلہ منبریہ۔ 259
- 413 دو بیویوں، ایک بہن اور ماں کے ساتھ چچا زاد محروم۔ 260
- ذوی الفرائض سے چونکہ کچھ نہیں بچتا، لہذا چچا زاد بھائی جو 261
- 413 کہ عصبہ ہے، محروم ہے۔
- میت کی اولاد نہ ہو تو اس کی بیوی کے لئے چوتھا حصہ 262
- 413 ہے۔
- بیوی ایک ہو یا زیادہ، اولاد نہ ہو تو ان کے لئے چوتھا حصہ 263
- 413 ہے۔
- ایک بہن کا حق نصف ہے۔ 264
- 413
- 414 بہنیں، ماں باپ سے ہوں تو اعمیانی کہلاتی ہیں۔ 265
- بیوی، ماں اور دو عینی بہنیں ہوں تو مسئلہ 12 سے اور عول 266
- 415 13 سے آئے گا۔
- بیوی، ماں، ایک عینی اور ایک علاقائی بہن ہو تو مسئلہ بارہ 267
- 415 سے اور عول تیرہ سے ہو گا۔
- بیوی، ماں، دو اخیانی بہنیں اور چچا ہو تو بیوی کو 3/12، ماں 268
- کو 2/12، اخیانی بہنوں کا اکٹھا حق 4/12 اور باقی 3/12
- 415 چچا کا ہے۔



269 بیوی، ماں، ایک اخیانی اور ایک عینی یا علاقائی بہن ہو تو

415 مسئلہ از 12 اور عول 13 سے ہو گا۔

416 عول کی صورت میں عصبہ محروم ہے۔ 270

271 والدہ، خاوند اور تین لڑکیوں کے ساتھ تمام بھائی بہن

417 محروم۔

417 حقیقی بہن ہو تو سوتیلے بھائی بہن محروم۔ 272

باب الرد-----419

422 صلبی لڑکیاں نہ ہوں تو پوتیاں لڑکیوں کی طرح ہیں۔ 273

274 ایک بہن ماں سے، ایک بیوی اور ماں ہوں تو بیوی کا

423 چوتھا، ماں کا تیسرا اور بہن کا چھٹا حصہ ہے۔

275 چونکہ کوئی عصبہ نہیں اور ماں، بیوی اور اخیانی بہن سے

بچتا ہے تو باقی ماں اور بہن پر حصوں کی نسبت سے رد کیا

423 جائے گا۔

276 بیوی کو بطور رد زائد سے کچھ نہیں ملتا، بیوی ایک ہو یا

423 زیادہ۔

426 بیوی کا 1/8 اور باقی، دونوں لڑکیوں کا۔ 277

278 انگریزی دور کے انتقال سے لڑکیوں کے شرعی حقوق قطعاً

426 زائل نہیں ہو سکتے۔

باب تصحیح-----427

279 ایک لڑکی، ایک بیوی، ایک بھائی اور تین بہنوں میں



| | | |
|-----|--|-----|
| 430 | تقسیم۔ | |
| 431 | فتویٰ بصورت ثالثی۔ | 280 |
| | ایک بھائی، دو بہنوں، ایک بیوی اور دو لڑکیوں میں تقسیم، | 281 |
| 432 | جن میں سے ایک لڑکی حمل کی صورت میں تھی۔ | |
| 433 | دو بیویوں، ایک لڑکی اور ایک بھائی میں تقسیم۔ | 282 |
| 257 | حصہ وراثت، رواج وغیرہ کی وجہ سے ساقط نہیں ہو سکتا۔ | 283 |
| 257 | بیوی، ماں، دو بھائی اور دو بہنوں میں تقسیم۔ | 284 |
| 260 | دو بیویوں، دو لڑکیوں اور ایک بھائی میں تقسیم۔ | 285 |
| 435 | بیوی، چار لڑکیوں اور تین چچا زاد بھائیوں میں تقسیم۔ | 286 |
| 437 | بیوی، بیٹی، پوتی اور قریبی عصبات میں تقسیم۔ | 287 |
| | انگریزی قانون کے مطابق بیوی کے نام انتقال سے بیوی کا | 288 |
| 439 | مستقل ملک نہیں بنتا۔ | |
| 439 | لڑکی، بیوی اور دو بھائیوں میں تقسیم۔ | 289 |
| | خاوند کی تمام اولاد وراثت کی مستحق ہے، اگرچہ بعض اولاد | 290 |
| 441 | کی ماں پہلے فوت ہو چکی ہو۔ | |
| 442 | انگریزی دور کے اکثر انتقالات غاصبانہ تھے۔ | 291 |
| 443 | لڑکی اور دو چچا زادوں میں تقسیم۔ | 292 |
| 444 | لڑکیوں کا حق شرعا ثلثین (دو تہائی) ہے۔ | 293 |
| 444 | تین لڑکیوں اور چار بھتیجیوں میں تقسیم۔ | 294 |



| | | |
|-----|---|-----|
| 404 | بیوی، لڑکی اور عصبات میں تقسیم۔ | 295 |
| 404 | بیوی کا حق آٹھواں اور لڑکی کا نصف ہے۔ | 296 |
| 447 | دو بیویوں، دو بہنوں اور عم زاد بھائی میں تقسیم۔ | 297 |
| 450 | ماں، بیوی، دو بھائیوں اور ایک بہن میں تقسیم۔ | 298 |
| | اگر بھائی پہلے فوت ہو تو وہ بہن کا وارث نہیں بن سکے گا۔ | 299 |
| 452 | | |
| 452 | لڑکیوں یا پوتیوں کے ساتھ بہن عصبہ بن جاتی ہے۔ | 300 |
| 456 | والدہ، بیوی، لڑکی اور دو بہنوں میں تقسیم۔ | 301 |
| 458 | بہن کا حق نصف ہے۔ | 302 |
| 458 | ایک بہن اور چھ عصبات میں تقسیم۔ | 303 |
| 460 | دو بیویوں، تین لڑکوں اور چار لڑکیوں میں تقسیم۔ | 304 |
| 462 | بیوی، چار لڑکیوں اور ایک پوتے دو پوتیوں میں تقسیم۔ | 305 |
| 463 | والدہ، دو بیویوں اور لڑکے میں تقسیم۔ | 306 |
| 467 | حقیقی بہن اور تایا زاد بھائیوں میں تقسیم۔ | 307 |
| 469 | والدہ، ہمشیرگان اور چچا زادگان میں تقسیم۔ | 308 |
| 471 | بیوی، لڑکی اور دو بھائیوں میں تقسیم۔ | 309 |
| 473 | والدہ، تین لڑکوں اور چھ لڑکیوں میں تقسیم۔ | 310 |
| | ایک بیوی، دو بہنیں اور دس چچا زاد ہوں تو بیوی کا حق چوتھا، بہنوں کا دو تہائی اور باقی چچا زادگان کا ہے۔ | 311 |
| 475 | | |
| 477 | ایک بہن، دو بیویوں اور دو بھتیجیوں میں تقسیم۔ | 312 |



| | |
|--|-----|
| والدہ کی اولاد سے بہن بھائی ہوں اور باقی عصبات، تو بہن | 313 |
| بھائیوں کا $1/3$ میں مساوی حصہ ہے جب کہ باقی عصبات | |
| کا حق ہے۔ | 479 |
| ایک بیوی، تین لڑکیوں اور تین بھتیجیوں میں تقسیم۔ | 314 |
| حقیقی بھتیجیوں کے ہوتے ہوئے سوتیلے بھائی کے لڑکے | 315 |
| محروم اور بھتیجیاں بھی محروم۔ | 481 |
| بیوی، لڑکی اور دو حقیقی ہمشیرہ ہوں تو بیوی کا آٹھواں حصہ | 316 |
| لڑکی کا نصف اور باقی بہنوں کا حق ہے۔ | 482 |
| دو بیویوں، دو لڑکیوں اور دو بہنوں میں تقسیم وراثت۔ | 317 |
| پہلے سے فوت شدہ کا کوئی حق نہیں۔ | 318 |
| غسل، کفن، دفن، قرض اور وصیت سے بچا ہوا سارا مال | 319 |
| وارثوں میں تقسیم ہو گا۔ | 486 |
| تین لڑکیوں اور ایک بھتیجے میں تقسیم۔ | 320 |
| بیوی، دو لڑکیوں، ایک ہمشیرہ اور ایک بھائی میں تقسیم۔ | 321 |
| متوفی کی ایک بیوی پہلے اور دوسری، خاوند سے بعد فوت | 322 |
| ہو، اور اولاد دونوں سے ہوئی تو تمام اولاد اور دوسری بیوی | |
| کو حصہ ملے گا۔ | 488 |
| بہن، بھتیجا اور دو بیویوں میں تقسیم۔ | 323 |
| بیوی، دو لڑکیوں اور دو بہنوں میں تقسیم۔ | 324 |
| بیوی، تین لڑکوں اور چھ لڑکیوں میں تقسیم۔ | 325 |
| | 490 |
| | 493 |
| | 494 |



| | | |
|-----|--|-----|
| 494 | بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ | 326 |
| 496 | بیوی، والدہ، اخیانی بہنوں اور حقیقی بھائیوں میں تقسیم۔ | 327 |
| 496 | والدہ کے دوسرے خاوند سے لڑکے محروم۔ | 328 |
| 497 | بیوی، لڑکیوں اور بہنوں میں تقسیم۔ | 329 |
| 497 | لڑکیاں اور بہنیں ہوں تو بھتیجے وغیرہ محروم۔ | 330 |
| 499 | والدہ، دو بہنوں اور تین چچوں میں تقسیم۔ | 331 |
| 501 | ایک ہمشیرہ، ایک برادر زادہ اور دو برادرزادیوں میں تقسیم۔ | 332 |
| 503 | زوجہ، لڑکیوں اور بہنوں میں تقسیم ترکہ۔ | 333 |

باب المناسخہ ----- 505

| | | |
|-----|--|--|
| 334 | ایسا پیچیدہ مسئلہ، جس میں تقسیم سے پہلے یکے بعد دیگرے | |
| ?? | ورثاء مرتے جائیں، اس کو مناسخہ کہتے ہیں۔ | |
| 335 | انگریزی قانون وراثت میں مستورات کے لئے مالکانہ | |
| | حقوق نہیں تھے، بلکہ انتقال بصورت امانت، برائے گزر | |
| 508 | اوقات تھا۔ | |
| 336 | پہلے لڑکا پھر اس کی والدہ فوت ہوئی تو تقسیم بطور مناسخہ۔ | |
| 509 | چار لڑکیوں اور حقیقی بھائی میں تقسیم۔ | |
| 511 | عادل بالغ اپنا حصہ رضا و رغبت سے ہبہ کر سکتے ہیں۔ | |
| 511 | پہلے بھائی پھر بہن کے فوت ہونے کی صورت میں تقسیم | |
| 513 | بطور مناسخہ۔ | |
| 340 | انگریزی دور میں عموماً مستورات کے نام انتقال، محض | |



| | |
|---|---------|
| عارضی، ان کے نکاح یا وفات تک کے لئے ہوا کرتے تھے۔ | 515 |
| پہلے باپ پھر بیٹیوں کی وفات کی صورت میں تقسیم مناسخہ۔ | 515 341 |
| پہلے خاوند پھر بیوی کے فوت ہونے کی صورت میں تقسیم۔ | 517 342 |
| انگریزی دور کے انتقالات کے باوجود بیوگان کے نکاح یا وفات کے بعد عصبیات بازگشت ہی مالک قرار پاتے تھے۔ | 519 343 |
| پہلے خاوند فوت ہوا پھر بیوی، تو تقسیم بطور مناسخہ۔ | 522 344 |
| انگریزی دور میں جو مستقل انتقال لڑکوں کے نام ہو گئے وہ قانون مال کی رو سے فسخ نہیں کئے جاتے، ورنہ حق وہی جو اوپر تحریر ہوا۔ | 522 345 |
| جب عارضی انتقال کی وجہ سے کسی کو حصہ نہ دیا گیا تو اس کی اولاد کا اس میں برابر حق ثابت رہتا ہے۔ | 523 346 |
| چونکہ انگریزی انتقالات میں بیوگان کی فوتیدگی کے بعد بازگشتوں کو بھی وراثت ملنی تھی، لہذا وہ متوفی گویا کہ اب فوت ہوا۔ | 525 347 |
| عارضی انتقال سے مستقل ملک ثابت نہیں ہوتا۔ | 528 348 |
| خاوند لاولد فوت ہوا جس کا ایک بھائی اور ایک بیوی تھی پھر بیوی دو بہنوں اور ایک تایا زاد بھائی چھوڑ کر لاولد فوت ہوئی تو تقسیم ترکہ۔ | 528 349 |
| تایا زاد کے ہوتے تایا کا پوتا وارث نہیں۔ | 528 350 |



- 529 غیر حصہ دار کے نام انتقال ناجائز ہوا لہذا فسخ کیا جائے۔ 351
- 530 جو پہلے فوت ہو چکے وہ وارث نہیں بن سکتے۔ 352
- ایک آدمی بیوی، چار لڑکیاں اور بہن بھائی چھوڑ کر فوت 353
- ہوا پھر اس کی لڑکی، خاوند، والدہ اور لڑکا چھوڑ کر فوت 353
- 531 ہوئی تو تصحیح بطور مناسخہ۔ 354
- جب لڑکیاں اپنے بھائی کے حق میں دستبردار ہوں تو بھائی 353
- 533 مالک ہو جاتا ہے۔ 355
- بہنوں کے دستبردار ہونے کے بعد بھائی اگر وہی بہنیں، 355
- بیوی اور چچا چھوڑ کر لاولد فوت ہوا تو وہ بہنیں اپنے اس 353
- 533 بھائی کے ترکہ سے دو تہائی کی حق دار ہوں گی۔ 356
- 535 سوال میں بعض وارثوں کا ذکر نہ کرنا سخت غلطی ہے۔ 357
- محمود کا چچا اور بیوی صرف محمود کے وارث ہیں، اس کی 357
- 537 ماں کے وارث نہیں۔ 358
- متوفی کا لڑکا اگرچہ نومولود ہو اس کے ہوتے، بھتیجے، بہن 358
- 538 اور ان کی اولاد محروم۔ 359
- 538 جب عصبہ ہو تو پھوپھی یا ان کی اولاد محروم ہوگی۔ 360
- ایک آدمی بیوی اور لڑکا چھوڑ کر فوت ہوا، پھر لڑکا اپنی ماں 361
- 539 اور چچا زاد بھائی چھوڑ کر فوت ہوا، تو تقسیم بطور مناسخہ۔ 361
- ایک آدمی بیوی، دو لڑکیاں اور بھائی چھوڑ کر فوت ہوا، پھر 361
- ایک لڑکی اپنی ماں اور لڑکے چھوڑ کر فوت ہوئی، پھر یہ ماں



- 541 ایک لڑکی اور بھائی چھوڑ کر فوت ہوئی تو تصحیح بطور مناسخہ۔ 362
- 542 دو شہائی تین لڑکیوں کا، آٹھواں حصہ بیوی کا اور باقی کا 363
- 543 حقدار عصبات میں سے جو قریبی ہو، خواہ آٹھویں پشت 364
- 544 میں ملے اور اگر کوئی جدی عصبہ نہ ہو تو باقی تینوں لڑکیوں 365
- 545 کا ہے۔ 366
- 546 جب قرض ہے تو کل مال سے پہلے قرضہ پورا کیا جائے۔ 367
- 547 تجہیز و تکفین اور وصیت حسب دستور شرع پہلے پورے 368
- 548 کئے جائیں بعد میں وارث اپنے حق لیں۔ 369
- 549 لڑکا لڑکیاں ہوں تو بھائی کا حق نہیں۔ 370
- 550 ایک شخص لڑکا، دو لڑکیاں وارث چھوڑ گیا، پھر یہ لڑکا اپنی 371
- 551 دو بہنیں اور چچا چھوڑ کر فوت ہوا تو اس کی تصحیح بطور 372
- 552 مناسخہ۔ 373
- 553 انگریزی دستور سے تمام زمین کا بالترتیب انتقال محض ظلم 374
- 554 اور غصب تھا۔ 375
- 555 ایسے مسائل میں سائل ہیر پھیر سے مفاد کی کوشش کرتے 376
- 556 ہیں، افسران مجاز خوب غور سے کام لیں۔ 377
- 557 ایک لڑکی، والدہ، بیوی، ایک بھائی اور دو بہنیں چھوڑ کر 378
- 558 فوت ہوا پھر وہ لڑکی، چچا چھوڑ کر فوت ہوئی، تصحیح بطور 379
- 559 مناسخہ۔ 380
- 560 ایک والدہ، بیوی، لڑکی اور تین بہنیں چھوڑ کر فوت ہوا پھر 381



وہ والدہ اپنی تین لڑکیاں اور بھتیجے چھوڑ کر فوت ہوئی تصحیح
بطور مناسخہ۔

551

تقسیم سے پہلے متعدد ورثاء یکے بعد دیگرے فوت ہوتے
رہے، ان کی تصحیح بطور مناسخہ۔

554

کوئی وارث مورث کی وفات کے وقت مرتد ہو چکا تو حصہ
سے محروم رہتا ہے۔

555

پہلے خاوند، ایک بھائی، دو لڑکیاں اور بیوی چھوڑ کر فوت
ہوا، پھر وہ بیوی، دو لڑکیاں، باپ اور دو سرا خاوند چھوڑ کر
فوت ہوئی۔

559

جب لڑکیوں کے ساتھ بہنیں حصہ لیتی ہیں اس وقت
چچا زاد بھائیوں کا حق نہیں۔

561

ایک آدمی پھر اس کی لڑکی پھر دوسری لڑکی اپنے وارثوں کو
چھوڑ کر فوت ہوئے۔

562

وفات میت کے وقت جو فوت ہو چکا، وہ وارث نہیں۔

562

کفن، دفن اور قرض ادا کرنے کے بعد وارثوں کا حق بنتا

377

ہے، یونہی تہائی تک وصیت پوری کرنے کے بعد جو مال
بچے اس میں وارثوں کے حصے ہوتے ہیں۔

562

پہلے خاوند، پھر بیوی اور اس کے بعد ان کی ایک لڑکی اپنے

378

وارثوں سے بالترتیب فوت ہوئی تو تصحیح مسئلہ بطور مناسخہ۔

565

مسئلہ مناسخہ یعنی تقسیم سے پہلے ہی ورثہ یکے بعد دیگرے

379



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

- 567 فوت ہوئے۔
- 568 کئی بار دریافت کے باوجود سائل نے بعد میں جا کر بتایا۔ 380
- یکے بعد دیگرے آٹھ اموات کی ایک صورت جس میں 381
- 572 دس ہزار تین سواڑ سٹھ (10368) حصے بنا کر تقسیم ہوئے۔
- آدمی فوت ہوا پھر اس کی ایک لڑکی پھر دوسری لڑکی اپنے 382
- 574 اپنے وارثوں کو چھوڑ کر فوت ہوئی۔
- پہلے عبد الشکور خاں پھر اس کا لڑکا عمر خاں پھر عمر خاں کی 383
- ماں سوندھی بالترتیب فوت ہوئے، اس کی تقسیم بطور
- 577 - 8 مناسخہ۔
- پہلے عورت اپنا خاوند، ماں، باپ اور بچہ چھوڑ کر فوت ہوئی 384
- 579 پھر وہ بچہ اپنا باپ چھوڑ کر فوت ہوا۔
- ایک آدمی دو لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ کر فوت ہوا، پھر 385
- ایک لڑکا اپنے بھائی بہن میں سے فوت ہوا پھر دوسرا بہن
- 581 اور لڑکا، لڑکی چھوڑ کر فوت ہوا تصحیح بطور مناسخہ۔
- لڑکے کے دو حصے، لڑکی کا ایک حصہ اور بیوی کا آٹھواں 386
- 584 حصہ۔
- 584 غیر وارث کی اولاد وارث نہیں ہو سکتی۔ 387
- باب مسائل شتی (متفرقات) 587
- وارثوں میں تقسیم سے پہلے کفن، دفن، دین اور وصیت 388
- 351 شرعیہ کی تفہیم کی جائے۔



- 389 فوت ہونے کے بعد وراثت جاری ہوتی ہے۔ 391
- 390 مرنے والے کی ملک میں جو چیز ہو اس میں وراثت جاری ہوتی ہے۔ 391
- 391 جب کوئی وارث نہیں تو بیت المال کا حق ہے۔ 402
- 392 وضع اخراجات تجہیز و تکفین و ادائیگی دیون و تنفیذ وصایا من الثلث کے بعد وارثوں میں تقسیم ترکہ ہوگی۔ 430
- 393 بھائی نے بہن کو جہیز کا مالک بنا دیا تو اس جہیز پر کسی دوسرے کا حق نہیں۔ 430
- 394 علاقائی بھائی بہنوں کے ہوتے ہوئے حقیقی بھتیجا محروم ہوگا۔ 454
- 395 بیوہ کے نکاح کر لینے سے اس کے حصہ میں فرق نہیں آتا۔ 456
- 396 اولاد کا فرار ہو کر والد سے والدہ کے پاس چلا جانا حق وراثت زائل نہیں کرتا۔ 473
- 397 ترکہ اس مال کو کہتے ہیں جو مرنے والا چھوڑ کر مرے اور کسی دوسرے کا حق اس پر نہ ہو۔ 590
- 398 حق چراغی مال نہیں لہذا ترکہ بھی نہیں۔ 590
- 399 مجاور کو بطور خود جو کچھ لوگ دیں وہ پہلے ترکہ میں شامل نہیں۔ 590
- 400 صحت و تندرستی میں مالک و قابض بنانے سے ہبہ مکمل ہو جاتا ہے جس سے بعد میں بے دخل نہیں کر سکتے۔ 592



| | |
|---|-----|
| متوفی اپنی زندگی میں کسی کو اپنی جائیداد کا مالک و قابض بنا دے تو اسے بحال رکھا جائے گا۔ | 401 |
| 254 | |
| ترکہ کی ہر چیز میں تمام وارثوں کا حق ہے۔ | 402 |
| 594 | |
| قرض اور وصیت کی ادائیگی کے بعد باقی ترکہ میں سب وارث حق دار ہیں۔ | 403 |
| 594 | |
| ترکہ کا فیصلہ مفقود الخبر کی ثبوت وفات کے بعد ہو گا۔ | 404 |
| 595 | |
| اگر مفقود الخبر کی وفات کی شہادت نہ مل سکے تو اس کی پیدائش سے نوے سال کا عرصہ گزرنے پر موت کا حکم لگایا جائے گا۔ | 405 |
| 596 | |
| وراثت فوت ہونے کے بعد جاری ہوتی ہے۔ | 406 |
| 391 | |
| مرنے والے کی ملک میں جو چیز بھی ہو اس میں وراثت جاری ہوتی ہے۔ | 407 |
| 391 | |
| خیرات کے نام پر ترکہ کو خرچ کرنا جائز نہیں۔ | 408 |
| 451 | |
| متوفی کے مال سے ورثاء کی اجازت کے بغیر خیرات کرنے والا ضامن ہو گا اور جتنا مال خیرات کیا ہے اس کا پورا معاوضہ ورثاء کو ادا کرے۔ | 409 |
| 451 | |
| طوطا حلال ہے۔ | 410 |
| 503 | |
| طلاق رجعی میں عدت پوری ہونے تک حکماً نکاح ثابت رہتا ہے۔ | 411 |
| 341 | |
| مدرسہ کے اسپیکر پر مسجد والے ناجائز قابض ہو جائیں تو | 412 |



- 150 ایسے اسپیکر پر اذان وغیرہ جائز نہیں۔
- 413 ناجائز طریقے سے حاصل کردہ چیز مسجد کے لئے اور زیادہ
- 151 غیر مناسب ہے۔
- 151 اللہ تعالیٰ کے پاک گھر میں پاک چیز ہی استعمال کی جائے۔ 414

فوائد و اصول افتاء

- 129 صرف ایک حدیث دیکھ کر حکم لگا دینا، حدیث دانی نہیں۔ 415
- 416 احادیث کے طرق مختلفہ پر نظر کر کے نتیجہ نکالنا ضروری
- 129 ہے۔
- 137 خصوص سبب سے عموم حکم منع نہیں ہوتا۔ 417
- 141 اطلاق، قوی حجت ہے۔ 418
- 142 لیس للمفتی الجمود علی المنقول فی کتب ظاہر الروایہ 419
- 420 اعتبار العرف الخاص و ان تخالف منصوص کتب المذایب ما لم
- 142 یخالف النص الشرعی
- 421 حقوق میں مفتی و قاضی کے لئے یہ جائز نہیں کہ عرف
- 145 کے خلاف فتویٰ یا فیصلہ کریں۔
- 422 جسے اہل زمان کے عادات و اطوار معلوم نہ ہوں وہ فتویٰ
- 145 نہیں دے سکتا۔
- 423 کئی احکام اہل زمان کی عادات و احوال کی وجہ سے بدل
- 145 جاتے ہیں۔
- 424 تعامل کے مقابل قیاس کو ترک کیا جائے۔ 146



| | | |
|-----|---|-----|
| 146 | ثابت بالعرف ثابت بالنص کی مانند ہے۔ | 425 |
| 146 | المشروط عرفا كالمشروط شرعا | 426 |
| 174 | مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال، تصحیح حدیث ہے۔ | 427 |
| 175 | مسلمان کے کام کو اچھے معنی پر محمول کرنا چاہئے۔ | 428 |
| 195 | السكوت في معرض البيان بيان | 429 |
| 279 | مفتی، صاحب بصیرت ہونا چاہئے۔ | 430 |
| 285 | مسائل فرائض میں قیاس کو دخل نہیں۔ | 431 |
| 302 | جواب، سوال کی واقعیت پر مبنی ہے۔ | 432 |
| | شرعی فتویٰ حاصل کرتے وقت غلط بیانی کرنا نہایت برا کام | 433 |
| 536 | ہے۔ | |
| 503 | اباحت اصلیہ آفتاب سے بھی زیادہ نمایاں ہے۔ | 434 |
| | فتویٰ، صورت سوال کے مطابق ہوتا ہے جب کہ فیصلہ | 435 |
| 90 | کے لئے فریقین کا حاضر ہونا ضروری ہوتا ہے۔ | |



<http://t.me/Tehqiqat>

سیدی فقیہ اعظم

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

عمر با کعبہ و تنخانہ می نالہ حیات
آز بریم عشق یک دناہی راز آید برین

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سید کا فقیہ اعظم

پروفیسر خلیل احمد نوری



فقیہ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی قدس سرہ العزیز، ان اہل اللہ میں سے تھے جنہیں وراثت نبوت کے مرتبہ کمال پر فائز کر کے قیام حق اور ہدایت امت کا منصب عطا کیا جاتا ہے۔ جن کے وجود باجود سے اساطین علم و فن اور اکابر فضل و کمال کا ظہور ہوتا ہے۔ جو بدعات و سیئات کا قلع قمع کرتے ہیں اور اپنے تجدیدی کارناموں سے قائم لامر اللہ کا مقام حاصل کرتے ہیں۔

شیخ العرب والعجم حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ علوم و فنون کی متعدد شاخوں اور حقیقت و معرفت کے لاتعداد شعبوں میں اپنا نظیر و عدیل نہیں رکھتے تھے۔ تفہیم دین متین، اعلیٰ اخلاق، معاملہ فہمی اور حسن اہتمام و انصرام میں ان کا کوئی سہیم و شریک نہ تھا۔ ان کا تن بدن اور روح و جاں سرور کو نین صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید محبت اور بے پناہ دارفتگی میں تحلیل ہو چکا تھا۔ عشق مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مقابلے میں نہ تو دنیوی تمتعات کی گنجائش اور نہ اہل و عیال کی محبت دم مار سکتی تھی۔ آپ خود فرماتے ہیں سے

فداک اخوتی، امی، ابی، ابنائی، احبابی
ودادی ودی مرغوبی اغثنی یا رسول اللہ (۱)

نیز فرمایا: سے

از ہمہ ازکار ذکر شاہ دیں ما را الذ
از ہمہ افکار فکر مہ جبیں ما را الذ (۲)

اعظم اہل سنت کی زبانوں پر آپ کا نام نامی نہایت عزت و احترام سے لیا جاتا تھا۔ آپ کے اساتذہ مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، مولانا سید ابوالبرکات کے علاوہ معاصرین میں سے غازی کشمیر علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری، غزالی زمان حضرت سید احمد سعید شاہ کاظمی، حضرت مولانا عبدالغفور ہزاردی، حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ، مولانا عارف اللہ شاہ قادری، مولانا محمد بخش مسلم، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری نور اللہ مرقدہم اور استاذ العلماء مولانا عطاء محمد بندیا لوی گولڑوی، مفتی محمد حسین نعیمی، شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی، جسٹس پیر محمد کرم شاہ ازہری، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خاں نیازی، پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم جیسے اہل علم و فضل نے نہ صرف ان کے گوناگوں اوصاف جمیلہ کی نشاندہی کی بلکہ بعض نے ان کے مجددانہ اور مجتہدانہ مقام کا برملا اعتراف بھی فرمایا ہے۔ استاذ الاساتذہ حضرت بندیا لوی صاحب نے لکھا کہ ہر سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مجدد عطا فرمایا جنہوں نے بدعات کا خاتمہ کر کے دین کی تجدید فرمائی اور

”علماء نے ان مجددین کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ گزشتہ



صدی کے آخر اور آئندہ صدی کے اول میں ان کے علم و رشد و ہدایت کا شہرہ ہوتا ہے۔ حضرت علامہ ابو الخیر شیخ الحدیث فقیہ اعظم محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ میں یہ علامت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔“ (۳)

حضرت سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمہ سے استفاء کی صورت میں علمی استفادہ کرنے والوں میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والوں کا ہجوم رہا۔ ان سائلین میں ایسے عوام الناس بھی تھے جو کسی علمی شخصیت سے مخاطب کا درست ڈھنگ بھی نہیں جانتے تھے اور ایسے علم دوست خواص بھی جو صاحب فتاویٰ نوریہ کی خدمت میں استفاء لکھتے وقت ”محافظ شریعت“ مجسمہ طریقت“ منبع معرفت“ ذوالعزت والاحشام“ سراپا قدس واحترام۔۔۔۔۔ فاضل اجل“ مولانا الاکل۔۔۔۔۔ علامہ زماں“ بیہقی دوراں۔۔۔۔۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت۔۔۔۔۔ راس المفسرین“ قطب عصر۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ قبلہ وکعبہ“ استاذ العلماء“ محدث عرب و عجم“ (۴) جیسے القاب لکھ کر بھی بچے چلے جاتے تھے۔

آپ سے فتویٰ طلب کرنے والوں کی فہرست میں جہاں حکومتی عہدوں پر فائز بڑے بڑے آفیسروں اور جاگیرداروں اور وڈیروں کے نام شامل ہیں وہاں وکلاء“ طلباء اور سکالروں کے علاوہ اجلہ علماء و فضلاء کے نام بھی موجود ہیں۔ مثلاً مولانا غلام مر علی صاحب (چشتیاں شریف) صاحبزادہ فیض الحسن شاہ صاحب (آلو مہار) مفتی غلام محمود صاحب (جہلم) مولانا غلام علی اوکاڑوی صاحب“ مولانا عبدالغفور ہزاروی صاحب“ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب (کراچی) مولانا غلام معین الدین صاحب (لاہور) مولانا عبدالکریم صاحب (بنگلہ دیش) مولانا محمد کمال الدین صاحب (بنگلہ دیش) مولانا غلام رسول اشرفی صاحب“ مولانا ابو الوفاء منظور احمد صاحب“ مولانا سید مراتب علی شاہ صاحب“ جنس مفتی سید شجاعت علی قادری سابق جج



وفاقی شرعی عدالت، سید اختر حسین جماعتی علی پور سیداں اور مولانا سعید احمد اسعد صاحب (فیصل آباد) وغیرہم۔

علم و ادب کے شہسوار اور نباض عصر حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب مدظلہ نے لندن سے آمدہ دو استفتاء حضرت فقیہ اعظم کی خدمت میں ارسال فرمائے تاکہ آپ ان پر اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔ (۵) حضرت پیر صاحب مدظلہ نے ایک سے زائد مرتبہ حضرت صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری صاحب کو فرمایا کہ میں خود فتاویٰ نوریہ سے استفادہ کرتا ہوں۔ اور اس بات کے بہت سے شواہد موجود ہیں کہ دور حاضر کے مفتیان اہل سنت (زید مجدہم) فتویٰ نویسی کے مراحل میں فتاویٰ نوریہ کو پیش نظر رکھنا ناگزیر سمجھتے ہیں۔ یہ امر جہاں ان کی وسعت قلبی، کشادہ ظرفی اور علم دوستی کا بین ثبوت ہے وہاں صاحب فتاویٰ نوریہ کی علمی عظمت اور فقہی و اجتہادی بصیرت کا اعتراف بھی ہے۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ سے استفتاء کے ضمن میں فیض یافتگان کا دائرہ پاکستان تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اٹاوہ، لندن، سعودی عرب، ناروے، بنگلہ دیش جیسے اسلامی و غیر اسلامی ممالک میں بسنے والے مسلمان بھی اس چشمہ علم و معرفت سے مستفیض ہوتے رہے۔ اس طرح اندرون ملک سے مختلف انجمنوں، سوسائٹیوں، تنظیموں اور مدارس کی معرفت بھی استفتاء آتے رہے۔ مثلاً جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی (۶)، انجمن حزب الاحناف لاہور (۷)، جامعہ نعیمیہ کراچی (۸)، مدرسہ امینیہ رضویہ لاکل پور (۹)، رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ (۱۰)، ماہنامہ سالک راولپنڈی (۱۱)، ماہنامہ نور و ظہور قصور (۱۲)، جمعیت علماء پاکستان (۱۳)، ماہنامہ نوری کرن بریلی (۱۴)، نور المدارس منڈی یزمان (۱۵) وغیرہ۔

فتاویٰ نوریہ کا ہر جلد تقریباً چھ سو مسائل کا احاطہ کرتا ہے۔ اس طرح چھ



جلدوں میں تقریباً چھتیس سو مسائل پر آپ کی بصیرت افروز اور مجتہدانہ رائے موجود ہے اور وہ فتاویٰ جو دارالافتاء کے کاتب کی عدم فرصت اور عدم توجہی کے باعث ریکارڈ میں محفوظ نہ رکھے جاسکے ان کی تعداد بھی ہزاروں سے کم نہیں۔ آج بھی اگر ملک کی مختلف عدالتوں کے سابقہ ریکارڈ اور متعدد اہم مقدمات کی فائلوں کو کھنگالا اور مطالعہ کیا جائے تو صاحب فتاویٰ نوریہ کے متعدد فتویٰ جات تلاش کئے جاسکتے ہیں۔

ماضی قریب کے علماء نے مسائل نو کو سمجھنے اور ان کے حل کی سہیل پیدا کرنے کی طرف کوئی توجہ نہ دی جس کے نتیجے میں نئی نسل دین اسلام سے برگشتہ اور متنفر دکھائی دینے لگی۔ عصر حاضر میں اس جانب پیش رفت ہوئی۔ علماء اہل سنت میں پیر محمد کرم شاہ، علامہ غلام رسول سعیدی اور علامہ ڈاکٹر پروفیسر محمد طاہر القادری جیسے مقتدر فضلاء اور اہل بصیرت نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اس چیلنج کو قبول کیا ہے۔۔۔ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمتہ نے آج سے تقریباً چالیس برس پہلے ہی اس نزاکت کا احساس کر لیا تھا چنانچہ فتاویٰ نوریہ میں جہاں عبادات، اخلاقیات اور معاملات پر قابل مطالعہ فتاویٰ موجود ہیں وہاں سائنس اور ٹیکنالوجی کے پیدا کردہ مسائل پر بھی آپ کی مجتہدانہ رائے موجود ہے۔۔۔ نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال، رویت بلال، تعلیم کتابت نسواں، روزے میں انجکشن لگوانا، ریل یا طیارے میں ادائیگی نماز، زخموں کو خون کی منتقلی، انگریزی و ہومیو پیتھی ادویات کا استعمال اور فوٹو گرافی جیسے اہم مسائل پر آج کے علماء نے طوعاً و کرہاً خاموشی اختیار کر لی ہے اور عملاً جواز کا فتویٰ دے دیا ہے مگر حضرت فقیہ اعظم نے اس وقت ان پر کھل کر بحث کی اور دلائل و براہین سے ان کے جواز پر فتویٰ دیا جب علماء انگشت بندہاں تھے اور ان مفید عام اشیاء کے جواز پر منفی رد عمل ظاہر کر رہے تھے۔



برادر مکرم راجا رشید محمود نے سہ ماہی فروزاں (پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ) لاہور میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”آج کل ہوائی جہاز اور ریل میں نماز، رویت ہلال، انتقال خون، بینکاری، انشورنس، انعامی بلنڈ اور دوسرے بہت سے ایسے مسائل سامنے ہیں اور ان میں عوام کی رہنمائی کا فریضہ ایسا جید عالم دین ہی ادا کر سکتا ہے جسے صلاحیت اجتہاد عطا کی گئی ہو۔ اس قسم کے جدید مسائل کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد مولانا نور اللہ نعیمی نے اپنی مجتہدانہ رائے کا اظہار کیا جن سے ہرچند بعض حلقوں اور علماء کی طرف سے اختلاف بھی کیا گیا لیکن اختلاف کرنے والے علماء بھی مولانا نور اللہ کی جلالت علمی، جودت طبع، دقت نظر اور نقاہت کے قائل ہیں۔“ (۱۶)

اور روزنامہ ”وفاق“ نے رقم کیا ہے:

”ان فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے مصنف مقتدر عالم ہیں اور دور حاضر کے معاملات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ انہوں نے تمام مسائل کو شرع متین کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل و براہین سے بھی حل کیا ہے۔“ (۱۷)

مسائل اقتصادی اور معاشی ہوں یا معاشرتی، سیاسی ہوں یا مذہبی اور ملکی، صاحب فتاویٰ نور یہ کا قلم اشب اپنے لازوال نقوش چھوڑتا چلا جاتا ہے۔

روزنامہ ”نوائے وقت“ کے صفحات کہتے ہیں:

”دور جدید میں بڑھتے ہوئے مسائل اور پھیلتی ہوئی الجھنوں کے دائرے میں یہ کتاب معلوماتی ہے اور کئی عقدوں کو داکر کرنے کا باعث ہو سکتی ہے۔“ (۱۸)



شیخ الحدیث حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی فتویٰ نویسی برصغیر میں ایک انوکھا اور منفرد واقعہ ہے۔ امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی کے بعد تحقیق و تدقیق، عمیق مشاہدے اور حوالہ جات کی بہتات کی بناء پر علم و فن کی دنیا میں شاید ہی کوئی شخصیت دکھائی دے۔ اس حقیقت کا انکار دن کو رات کہنے کے مترادف ہو گا کہ پوری تاریخ فتاویٰ میں فتاویٰ رضویہ کے بعد اس فتاویٰ کی نظیر و مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔۔۔ فتاویٰ نوریہ میں قدرت بیاں اور اردو ادب کی انوکھی اور متعدد مثالیں بھی موجود ہیں۔ انداز بیاں عمومی طور پر علمی و جاہت سے لبریز ہے مگر کئی صفحات سہل بیانی کی مثالیں بھی پیش کرتے ہیں۔ ایک چیز جو ابتداء سے آخر تک برقرار رہی ہے وہ اس میں دیئے گئے دلائل و براہین کا دل و دماغ کو اپیل کرنا ہے۔ تفکر و تدبیر کی جا بجا راہیں دکھائی گئی ہیں اور عقل و خرد کو کام میں لانے کے لئے قاری کو بار بار متوجہ کیا گیا ہے۔



روزنامہ ”مشرق“ نے فتاویٰ نوریہ کی اسی خوبی کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:
”اس دور میں فقہی مسائل کے اس حل کی شدید ضرورت تھی جو شریعت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے ساتھ ساتھ عقلیات کو بھی اپیل کرتا ہو۔ اس فتاویٰ نے نہایت دلکش انداز میں اس اہم ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔“ (۱۹)

اس صدی کے عظیم مجدد اور فقیہ اعظم پاکستان نے فتاویٰ نوریہ کی صورت میں جو علمی و تحقیقی خدمت سرانجام دی ہے اس پر تو کوئی دوسری رائے نہیں ہو سکتی مگر ان کا یہ احسان بھی کچھ کم نہیں کہ انہوں نے ان فتاویٰ کے ذریعے ایک بہت بڑی اور خالص معاشرتی خدمت بھی انجام دی ہے۔ فتاویٰ کا ہر ہر ورق معاشرتی الجھنوں اور خاندانی پیچیدگیوں کا حل بتاتا ہے۔ مرد اور عورت کا ازدواجی

تعلق اسلامی معاشرے کا سنگ میل ہے۔ اس ادارے کی بربادی سے معاشرتی زندگی کی دیواروں میں دراڑیں پڑتی ہیں، خاندانوں میں خلیجیں پیدا ہوتی ہیں جس سے ایک نہیں سینکڑوں برائیاں جنم لیتی ہیں۔ صاحب فتاویٰ نوریہ نے اپنے علم و فن اور قلم کی پوری قوت کو اس ادارے کو آباد کرنے اور معاشرے کے اس اہم یونٹ کو بحال کرنے میں صرف کی اور اس ضمن میں پائی جانے والی بدعنوانیوں اور بے ضابطگیوں کے خلاف جہاد کیا۔

فتاویٰ کے صفحہ 434 جلد 2 پر ایک ایسے شخص کے بارے میں استفتاء ہے جس نے لوگوں کے سمجھانے کے باوجود جلب زر اور جھوٹی اثا کی خاطر اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح گو نگے، بہرے اور ناکارہ شخص کے ساتھ کر دیا ہے، لڑکی بھی راضی نہیں ہے۔ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے اس استفتاء کا جواب دیتے ہوئے معاشرے کے اندر اس بڑھتے ہوئے ناسور پر کرب و دکھ کے ساتھ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”ایسے غلط ناتے اور بے جوڑ رشتے سراسر باعث تکلیف و نقصان اور محض وبال جان، عمر بھر کے لئے لاعلاج مرض اور سوہان مزاج ہوا کرتے ہیں۔۔۔۔“

مذکورہ شخص کے گھناؤنے کردار پر اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا:

”خویش و اقارب و دیگر بھی خواہ مشورہ دیتے رہے، سمجھاتے رہے مگر اس نے نہ مانتے ہوئے سراسر سفاہت و طمع زر اور پھر حیثیت جاہلیت و نام نہاد زبان پروری کے لحاظ سے نکاح کر دیا۔“

اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ جب وہ عاقلہ، بالغہ اور آزاد ہو تو اپنا نکاح جہاں چاہے کر سکتی ہے اس لئے بوقت نکاح ان کی رضامندی ضروری ہوا کرتی ہے مگر ظالم سماج نے ان سے یہ حق چھین لیا ہے۔ اس سلسلے میں کئی استفتائات



صاحب فتاویٰ نوریہ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ ایک ایسا ہی استفتاء (۲۰) پیش کیا گیا کہ ایک شخص کی بیٹی نے باپ کے روپے سے تنگ آکر پچیس برس کی عمر میں فرار ہو کر نکاح کر لیا۔ باپ نے اس نکاح کو تسلیم نہ کیا اور بعض علماء نے بھی اس نکاح کو باطل قرار دیا۔۔۔ اس کا جواب دیتے ہوئے یوں ابتداء کی:

”اسلام نے جہاں جہان والوں کو جبر و استبداد کے آہنی پنجوں سے

نجات دلائی وہاں مظلوم عورت کو بھی مظالم سے آزادی عطا فرمائی۔“

اس کے بعد قرآن و حدیث کے متعدد حوالہ جات سے عورت کے اس حق میں دلائل دیئے اور معاشرے کی اس برائی پر برہمی کا اظہار فرمایا اور آخر میں نام نہاد علماء اور مفتیان کرام جنہوں نے مذکورہ نکاح کو باطل قرار دیا تھا، کے روپے پر افسوس کا اظہار فرماتے ہوئے لکھا:

”کاش! ہمارے مہربان نزاکت زمانہ کو ملحوظ فرماتے ہوئے ایسی

حرکات سے باز آتے حالانکہ صورت مذکورہ میں تو سلسلی کا باپ بکرولی ہونے کے قابل ہی نہیں کہ اس نے فرمان خداوندی او فوا بالعقود کی خلاف ورزی کی اور انکحوا الایامی منکم کی پرداہ نہ کرتے ہوئے پچیس برس تک لڑکی کو مقید رکھا اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث مرفوع میں تو رات شریف سے منقول ہے کہ جس شخص کی لڑکی بارہ سال کو پہنچے تو اس لڑکی سے جو گناہ ہو وہ باپ پر ہے اور اس ظالم نے بارہ اور بارہ چوبیس سال سے بھی ایک سال زائد مقید رکھا، آخر لڑکی نے ناراض ہو کر راہ فرار اختیار کیا۔“

اس سلسلے میں دو سرا پہلو بھی آپ کے ذہن رسا سے او جھل نہیں رہ سکتا تھا چنانچہ بانغ لڑکی کے لئے اچھی تجویز دی اور فرمایا:



”البتہ بہترین صورت یہی ہے کہ اپنے والد اور والدہ کی وساطت

سے غور و خوض کرے کہ بے حیائی کی طرف منسوب نہ ہو۔“ (۲۱)

دور حاضر میں مادیت کی چکاچوند نے اخوت و بھائی چارے پر کاری ضرب لگائی ہے۔ مال و دولت کی بہتات نے رشتوں کے احترام اور محبتوں کو ذبح کر کے رکھ دیا ہے۔ اپنائیت رخصت ہو چکی ہے، اسلامی قدروں کو پامال کیا جا رہا ہے۔ ایسی ایسی روح فرسا خبریں پڑھنے اور سننے کو ملتی ہیں جس سے قلب و دماغ جل اٹھتے ہیں۔۔۔۔۔ جاہل مگر بااثر لوگوں کے ہاتھوں سرزد ہونے والے ایسے دلخراش اور جان لیوا واقعات پر فتویٰ پوچھا جاتا تو حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ تلملا اٹھتے۔ معاشرے کے ستم رسیدہ اور مظلوم لوگوں کے پڑ مردہ چہرے ان کی نظروں میں گھوم جاتے، قلم میں سختی آ جاتی اور پھر کبھی اسلامی شعائر کی پامالی کے مرتکب افراد کو کوستے اور کبھی قرآن و سنت کے قوانین اور احکام کو نفسانی خواہشات کی بھیٹ چڑھانے والوں پر برستے۔

طلاق کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے آخر میں قرآن و سنت کے حکم کی قطعیت کو بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ قرآن کریم کا اور احادیث شریفہ کا متفقہ فیصلہ اور فتویٰ ہے۔

روئے زمین کی تمام شیطانی طاقتیں اپنے پورے پورے انتظام سے مقابلہ کریں اور چاہیں کہ اس فیصلہ کو اٹھایا بدلا دیں تو قطعاً یقیناً یہ نہ بدل سکتا ہے، نہ اٹھ سکتا ہے۔۔۔۔۔ حضرت رب العالمین کا فرمان مبین ہے وما

کان لمومن ولا مومنہ اذا قضی اللہ ورسولہ امر ان یکون لہم الخیرہ من امرہم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضلّ ضلالاً مبیناً

(۲۲)



قرآن و سنت کے مقرر کردہ حدود و تعزیرات کو جس طرح عدم نفاذ کا سامنا ہے اور جس حد تک اسلامی قوانین کی معطلی پر یہاں کے حکمرانوں کا عمل دخل ہے وہ سب کے سامنے عیاں ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ اس اغماض نظر نے طاغوتی اور شیطانی طاقتوں کو ایسا خود سر بنا دیا ہے کہ وہ معاشرے کو بھوکے کتوں کی طرح مہنبھوڑ رہی ہیں۔ شر و فساد نے پر امن شہریوں اور شریف النفس لوگوں کا جینا دو بھر کر دیا ہے۔۔۔۔۔ ظاہر ہے حضرت فقیہ اعظم جیسی صاحب درد اور غم خوار شخصیت اس پر کیسے خاموش رہ سکتی تھی۔ تجی محفلوں، وعظ و تقاریر کی مجالس اور جمعہ کے خطبات میں بھی انہوں نے حکمرانوں کی اس کوتاہی کا برملا اظہار کیا اور پھر اسمبلی میں پہنچ کر باقاعدہ قانونی جنگ لڑنے کی بھی کوشش کی۔۔۔۔۔ تاہم جب کبھی ایسے سوالات آتے جن میں قوانین الہیہ اور احکام رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی بالادستی کو تار تار کرتے ہوئے ہوائے نفس کی پیروی کرنے والوں کی سنگینی کا تذکرہ ہوتا اور ایسے بدکردار لوگوں کے خلاف تعزیر اور سزا پوچھی جاتی تو آپ کا رد عمل اس طرح کا ہوتا:

”باقی رہی تعزیر تو وہ بہت بڑی سخت ہے مگر جب کوئی لگانے والا ہی نہیں تو لکھنے کا کیا معنی؟ اس دور آزادی و بے باکی میں کیا کیا جائے؟۔۔۔۔۔ والی اللہ المشتکی وهو المستعان وعلیہ التکلان۔۔۔۔۔ (۲۳)

ایک مرتبہ حرام گوشت بیچنے والے دو مردوں اور ایک عورت کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے سائل کو لکھا:

”اب تک چونکہ پاکستان میں اسلامی قوانین جاری نہیں ہوئے لہذا ہم پوری سزا نہیں دے سکتے۔ بناء علیہ آپ اپنے اختیارات کی رو سے

جتنی سخت سے سخت سزا اسے دے سکتے ہیں، دیں اور اخلاقی دباؤ سے اسے مجبور کیا جائے کہ صحیح معنوں میں توبہ کرے اور اہل اسلام سے گڑگڑا کر معافی طلب کرے اور اس عورت اور تیسرے مرد کو بھی توبہ کرائی جائے اور سخت تنبیہ کی جائے کہ آئندہ ایسی بری حرکت نہ کرے۔“ (۲۴)

ایک موقع پر گستاخ رسول کی سزا دریافت کی گئی تو متعدد کتب کے حوالہ جات اور دلائل لکھنے کے بعد فرمایا:

”ان سب عبارات کا حاصل یہ ہے کہ شہنشاہ کون و مکان، حبیب رب رحمن، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان پاک میں تازیبا الفاظ اور گالی بکنے والا انسان تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے اور کافر بھی ایسا سخت کہ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ حاکم اسلام اسے قتل کر دے۔ یہ سزا اسلامی حکومت کا فرض ہے، عوام الناس کا کام نہیں۔ البتہ اپنا پورا پورا اثر و رسوخ اور آئینی ذرائع سے ایسے شخص کو مجبور کر کے تائب بنانا اور اصلاح کرنا ہر ایک مسلمان کا حق ہے اور ایمان کا تقاضا ہے نیز یہ بھی حق ہے کہ حکومت کو متوجہ کیا جائے کہ ایسے بدخواہان ملک و ملت کے لئے شرعی سزائیں لگائے اور پاکستان کے پاک وجود کو ایسے گندے اور ناپسند عناصر سے پاک فرمائے۔“ (۲۵)

غرضیکہ فتاویٰ نوریہ میں معاشرتی مسائل کا انبار ہے اور لایخل عقدوں کی بھرمار ہے۔ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز ان عقدوں کو اپنے ناخن تدبیر، تبحر علمی، سلیقہ شعاری، دردمندی اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ کھولتے چلے جاتے



ہیں۔ روزنامہ امروز نے اس جانب اشارہ کیا ہے:

(اس فتاویٰ میں) ”فقہ حنفی کے مطابق جدید معاشرہ کے ضروری

سوالات کا جواب اور مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔“ (۲۶)

تحقیق و تدقیق اور تجسس و تنمض حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ راتوں کو بیدار رہ کر کتب بنی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ بعض اوقات ایک نشست میں پوری کتاب ختم کر ڈالتے۔ ایک مرتبہ علی الصبح درس بخاری شریف سے قبل حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ کے حالات زندگی پر مشتمل کتاب (اشرف المومنین) پیش کی گئی۔ غالباً یونہی ورق گردانی کے ارادے سے کھولی تو پڑھتے ہی چلے گئے۔ ایسے میں رقت کی وجہ سے آنسوؤں کی بارش کا جو سیلاب تھا وہ ایک الگ بحث ہے مگر یہاں جو بات قابل غور ہے وہ یہ کہ جب تک کتاب کو ختم نہیں کر ڈالا، سر اٹھانا بھی گوارا نہیں کیا۔۔۔ اچھی کتاب کی طلب میں بڑی بے تابی اور اضطراب کا مظاہرہ فرماتے۔ ایک بار پروفیسر محمد طاہر القادری کی تسمیۃ القرآن پر پیر محمد کرم شاہ مدظلہ کا تعارفی مقالہ نور الحیب میں چھپا۔ آپ کی نظر سے گزرا تو راقم کو بلا کر تسمیۃ القرآن طلب کی۔ عدم دستیابی پر ملال ہوا اور فرمایا کہ جب لاہور جاؤ تو پہلی فرصت میں یہ کتاب خرید لینا۔“

آپ عالی ظرفی اور کشادہ دلی کی بناء پر کھلے دل و دماغ کے ساتھ مکتب فکر اور گروہ بندیوں کی پابندی سے آزاد ہو کر مطالعہ فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے مسلک پر عمل پیرا ہونے اور سختی سے موید ہونے کے باوجود منفی طرز فکر نہیں اپناتے تھے۔ مثبت اور ٹھوس بنیادوں پر دین متین کے اصولوں اور فروعات کی محافظت فرماتے۔ تقریر و تحریر کے ذریعے انتشار، بد امنی اور فساد فی الارض کے رویوں سے نفرت تھی۔ افراط و تفریط سے ہٹ کر مسلک کا دفاع فرماتے اور دین حق کی



سر بلندی کے لئے کوشاں رہتے۔ احقاق حق اور ابطال باطل میں کبھی کسی مصلحت و رواداری کو آڑے نہ آنے دیا۔

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے پوری زندگی درس و تدریس میں گزار دی۔ گفتگو میں کبھی مزاح کا پہلو ہوتا تو خود بھی حظ اٹھاتے اور دوسروں کو بھی محفوظ ہونے کا موقعہ فراہم کرتے اس کے علاوہ جسمانی و ذہنی تفریح جس پر اسلام میں نہ صرف کوئی قدغن نہیں ہے بلکہ ولنسک علیک حق کی بنا پر راحت و سکون جسم و جاں کے لئے ضروری بھی ہے مگر اہل اللہ اور خواص امت کی پیروی میں حضرت فقیہ اعظم نے اپنے آپ کو اس حق سے بھی دستبردار کر لیا تھا۔ انہوں نے اپنے جملہ معمولات کو ایک نظام الاوقات کے تحت ترتیب دے رکھا تھا جس میں فراغت کی کوئی گنجائش موجود نہیں تھی۔ آپ بہت مختصر گفتگو فرماتے جو جامعیت کے تقاضوں پر بھی پوری اترتی اور وقت کا ضیاع بھی نہ ہوتا۔

اس کے باوجود آپ کے مریدین و متوسلین کا بے کراں ہجوم طلب فیض کے لئے بے قرار رہتا مگر نہ تو خود طویل و ظیفوں اور چلوں میں الجھتے اور نہ معتقدین اور ارادت مندوں کو اس طرف ترغیب دیتے۔۔۔۔۔ وہ اپنے قول و کردار کے سچے بھی تھے اور فولاد کی طرح یکے بھی۔۔۔۔۔ منافقت اور دور رخ پن نے ان کی طبیعت کو کبھی چھوا بھی نہ تھا۔ قول و فعل کی ہم آہنگی میں وہ بلاشبہ و ریب اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔۔۔۔۔ بے پناہ عظمتوں اور علمی رفعتوں کے باوجود انکساری اور فروتنی کو طرہ امتیاز بنائے رکھا اور کبھی غرور و تکبر سے مغلوب نہ ہوئے۔۔۔۔۔ برادر مکرم راجا رشید محمود ایڈیٹر ماہنامہ ”نعت“ لاہور کا یہ تبصرہ کتنا ایمان افروز اور حقیقت کے قریب ہے:

”انہیں اپنے مقام و مرتبے کا ہو کا نہیں تھا۔ انہیں خداوند کریم



نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے طفیل عزت و تکریم کی
رفعتوں سے شناسا رکھا لیکن انہوں نے اپنی عظمتوں کو کبھی غرور اور تکبر
کی عینک سے نہیں دیکھا۔“ (۲۷)

حضرت شیخ العرب والعجم قدس سرہ کو سادہ طرز زندگی سے عشق تھا۔ عام بات
حیثیت سے لے کر عمل و کردار کے ہر پہلو تک، وعظ و تقریر سے لے کر درس و
تدریس تک اور مہمان نوازی سے لے کر معاملات زندگی تک انہوں نے کبھی
کھوکھلے پن یا تصنع اور بناوٹ کا مظاہرہ نہ فرمایا۔ ان کی کتاب زندگی ان سب
واہیات اور رذائل سے بالکل صاف و شفاف اور اجلی اجلی تھی۔ سادہ لباس میں
ملبوس دکھائی دیتے اور اس میں پروقار نظر آتے۔ کسی بڑے کی آمد پر بن سنور کر
بیٹھنے کا تکلف کبھی گوارا نہ کیا۔ لائق احترام شخصیات سے پروقار انداز میں پیش
آتے مگر کسی کی فراوانی دولت، ظاہری شان و شوکت یا عہدہ و منصب ان کی
خودداری اور عزت نفس کو نیچا نہیں دکھا سکتا تھا۔۔۔۔۔ اس کے باوجود کہ آپ ایسے
علاقے کے باسی تھے جہاں اس ترقی یافتہ دور میں بھی جاگیرداری اور وڈیر اسٹم اپنی
تمام تر خرافات کے ساتھ نہ صرف رائج ہے بلکہ روز بروز مضبوط و مستحکم ہوتا جا رہا
ہے، آپ اپنی انا اور خودداری کو علاقائی مصلحتوں پر قربان کرنے پر کبھی تیار نہ
ہوئے۔ انہوں نے بڑے بڑے اصحاب طغزنہ کو خاطر میں لانا کبھی گوارا نہ فرمایا۔
متعدد نازک مواقع پر آپ نے استقامت و استقلال اور توکل علی اللہ کا ایسا جواب
دلازوال مظاہرہ فرمایا کہ جبروتی اور طاغوتی قوتیں اپنا سامنہ لے کر رہ گئیں۔

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ ایسے منبع سنت تھے کہ جس طور پر بھی ناقدانہ
نگاہ ڈالی جاتی ان کا کردار سنت نبوی (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا عکاس ہی دکھائی
دیتا۔۔۔۔۔ یہ کہہ دینا تو بہت آسان ہے کہ فلاں شخص کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا جاگنا اور



چلنا پھرنا سنت نبوی کا آئینہ دار ہے مگر حقیقت کی دنیا میں یہ مقام بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ واقعات زمانہ اور معاملات زندگی ہر قدم پر دامن پکڑتے اور چیلنج کرتے ہیں مگر ہم نے آٹھ برس تک ان کی نجی، معاشرتی اور معاملاتی زندگی کو بہر طور اور ہزار پہلو سے دیکھا، پرکھا اور جانچا مگر کبھی سنت مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے انچ برابر ہٹا ہوا نہ پایا۔ جب کبھی طبقہ علماء میں بیٹھتے تو ناقدین عمل و کردار اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے سب کا تجزیہ کرتے۔ حضرت سیدی کی نشست و برخاست کا ہر پہلو سنت کے آئینے میں ڈھلا ہوا دکھائی دیتا۔

درس و تدریس اور تحقیق کا کام یکسوئی اور کامل توجہ کا متقاضی ہے اس بناء پر حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ نے عملی سیاست سے اجتناب فرمائے رکھا مگر جب کبھی ملک و قوم کو ان کی ضرورت پڑی، ہر اول دستے میں دکھائی دیتے۔ تحریک ختم نبوت 1953ء میں کئی ماہ جیل کی صعوبتوں کو برداشت کیا مگر جہیں پر شکن نہ پڑی۔ 1974ء کی تحریک ختم نبوت میں جلے جلوسوں اور تحریر و تقریر سے پوری قوت اور تمام توانائیوں کے ساتھ قیادت کا فریضہ انجام دیا۔ 1977ء میں عملی سیاست میں پہلی بار قدم رکھا اور پھر صاف ستھری اور فریب و دھوکہ دی سے پاک اور مقدس سیاست کا ایک انوکھا اور سنہری باب رقم فرمایا۔ گویا سیاست کو بھی عبادت سمجھ کر انجام دیا۔ تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک بار پھر جیل کی چار دیواری کو اپنے قدوم مہمنت لزوم سے نوازا اور سنت یوسفی پر عمل کرتے ہوئے قیدیوں کو اعلیٰ اخلاق اور اعمال صالحہ کی تربیت دی۔

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ کی ذات میں خشیت الہیہ کا رنگ بہت غالب اور نمایاں تھا۔ اس سلسلے میں وہ اسلاف کی کامل اور مکمل تصویر نظر آتے۔ درس



حدیث ہو یا درس قرآن، نماز کی ادائیگی کا مرحلہ ہو یا حرمین شریفین کی روانگی کا، بظاہر معمولی بات ہوتی مگر اس کی تاثیر ان کے جذبات میں تلاطم پیدا کر دیتی۔ ان کے وجود میں وہ لرزہ دکھائی دیتا کہ ”مرغ بسل“ اور ”ماہی بے آب“ کے سے محاورے اس منظر کی حقیقی تصویر کشی میں بے بس دکھائی دیتے۔ خاص طور پر عشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی روح و جان کا ظرف لبالب لبریز دکھائی دیتا وہ سگ دربار نبوی ہونے میں فخر و مباہات کرتے اور مسافر مدینہ طیبہ بن کر جس قدر مسرت ہوتی، کبھی ایسی خوشی کسی اور موقع پر دکھائی نہ دی۔

غرضیکہ فقیہ اعظم پاکستان، شیخ الحدیث و التفسیر حضرت ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلیٰ اوصاف اور اخلاق حمیدہ کے بلند منصب پر فائز تھے۔ محاسن و کمالات کا شاندار مرقع تھے۔ سچ ہے کہ

لیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

اور پھر اس پر طرہ یہ کہ وہ اپنی ہر خوبی میں گویا امیر الامراء اور شہنشاہ پادشاہاں تھے اور ایک مومن کامل کی جو صفات قرآن و سنت میں بیان ہوئیں ان کی عملی شکل کا نام ہی فقیہ اعظم پاکستان تھا۔ تاحال آپ کی ذاتی زندگی اور فقہی مقام کے بعض واقعات کو نوک قلم پہ لانے کی قدغن ہے۔۔۔ جوں جوں وقت کی گاڑی بڑھتی جائے گی آپ کے شخصی اوصاف اور علمی مقام کو تقابلی انداز میں پیش کرنے کی جرات اور حوصلہ بھی پیدا ہوتا جائے گا۔۔۔ تب حضرت فقیہ اعظم کی قدردانیت اور بڑھے گی۔ تحقیق و تدقیق کی دنیا میں ان کا نام سنرے حروف سے لکھا جائے گا اور ان کی شخصیت وقت کے قلمکار سے خراج لئے بغیر نہ رہ سکے گی۔



حوالہ جات

- ۱۔ اغثنی یا رسول اللہ، تابش قصوری
- ۲۔ انوار حیات، مولانا ابوالفیاض محمد باقر نوری، ص ۱۳۳
- ۳۔ ماہنامہ نور الحبيب بصیر پور، شوال ۱۴۰۳ھ، مضمون ”مجدد وقت“ از علامہ عطاء محمد بندیا لوی
- ۴۔ فتاویٰ نوریہ جلد سوم، اشاعت اول ۱۹۸۳ء ص ۲۹۰، ۲۲۷، ۲۶۳، ۲۵۹، ۲۵۷
- ۵۔ فتاویٰ نوریہ جلد ۴ ص ۸۷ تا ۹۰ اور جلد ۵ ص ۴۲۵ تا ۴۲۹
- ۶۔ فتاویٰ نوریہ، جلد دوم، اشاعت ثانی ۱۹۸۸ء ص ۱۲۷
- ۷۔ فتاویٰ نوریہ، جلد سوئم، اشاعت ثانی ۱۹۸۳ء ص ۱۳۳
- ۸۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۲ ص ۱۳۳
- ۹۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۳ ص ۱۶۹
- ۱۰۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۳ ص ۴۶۸
- ۱۱۔ فتاویٰ نوریہ، جلد اول اشاعت ثانی ۱۹۸۱ء ص
- ۱۲۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۳ ص ۴۲۸
- ۱۳۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۲ ص ۱۹۱
- ۱۴۔ فتاویٰ ج ۱ ص ۳۵۳
- ۱۵۔ فتاویٰ ج ۲ ص ۴۸۸



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

۱۶۔ سہ ماہی فروزاں لاہور، راجا رشید محمود، جولائی ۱۹۸۲ء

۱۷۔ روزنامہ وفاق لاہور، ۲۶ نومبر ۱۹۷۷ء

۱۸۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۳ جنوری ۱۹۷۸ء

۱۹۔ روزنامہ مشرق لاہور، فروری ۱۹۷۸ء

۲۰۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۲ ص ۴۱۹ تا ۴۲۵

۲۱۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۲ ص ۴۲۲

۲۲۔ فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۲۲۶

۲۳۔ فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۳۰۵

۲۴۔ ایضاً

۲۵۔ فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۳۴۱

۲۶۔ روزنامہ امروز لاہور، ۴ جنوری ۱۹۷۸ء

۲۷۔ ماہنامہ نور الحبيب بصیر پور، رجب، شعبان ۱۴۰۳ھ



در فقاهت وجود نور اللہ
اہل دین را دلیل محکم بود
زاں سبب در افاضل امت
لقب او فقیہ اعظم بود
(حافظ محمد افضل فقیر)



فتاویٰ زہد

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ

(متفق عليه)

اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا

”فقہ“ بنا دیتا ہے۔



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

<http://t.me/Tehqiqat>

وہ

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



و السارق و السارقة فاقطعوا
أيديهما جزاء بما كسبا نكالا من
الله و الله عزيز حكيم

(المائدة : ٣٨)

”اور جو مرد یا عورت چوری کریں تو ان کے (دائیں)
ہاتھ کاٹ دو (یہ) ان کے کرتوت کا بدلہ، عبرتناک سزا (ہے)
اللہ کی طرف سے اور اللہ بڑا غالب ہے، نہایت حکمت
والا“



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

عن ابن عباس قال قطع رسول الله
ﷺ يد رجل في مئتين دينار او
عشرة دراهم

سنن ابی داؤد ، کتاب الحدود ،
باب ما یقطع فیہ السارق

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں،
رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈھال کی چوری پر ایک
شخص کا ہاتھ کاٹ دیا، اس ڈھال کی قیمت ایک دینار یا دس
درہم تھی“



تعارف

کتاب السرقۃ

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ اسلامی معاشرہ ریاست کے ہر فرد کو اس کی جان، مال، عزت اور آبرو کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔۔۔۔۔ جو شخص اس نظام میں رخنہ اندازی کرتے ہوئے معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرنے کا باعث بنے اسے جرم سے باز رکھنے اور دوسرے شہریوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے اسلام نے حدود و تعزیرات کا نظام وضع فرمایا ہے جو سراسر مبنی بر مصلحت و حکمت ہے۔

آج کے اس ترقی یافتہ سائنسی دور میں نت نئے انداز میں جرائم سامنے آ رہے ہیں۔ مگر بنیادی طور پر ایسے سنگین جرم جن سے حقوق العباد کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ کی پامالی بھی ہوتی ہے، سات ہیں:

- (1) قتل (2) ارتداد (3) ڈاکہ (4) چوری (5) زنا (6) قذف (تہمت لگانا)
- (7) شراب نوشی

ان جرائم کی روک تھام کے لئے اللہ تعالیٰ جل و علانے جو سزائیں

مقرر فرمائی ہیں، انہیں حدود کہا جاتا ہے۔ یہ سزائیں متعین ہیں اور ان میں کمی بیشی ممکن نہیں ہے۔

ان سات کے علاوہ باقی جرائم میں تعزیر ہے، جو حاکم کی صوابدید پر مبنی ہے، وہ حسب سیاست و حکمت جو سزا چاہے تجویز کر سکتا ہے۔

اس وقت ہمارا مقصود کتاب السرقۃ کا مختصر تعارف کرانا ہے۔

مخفی طور پر کسی کا مال اٹھا لینے کو سرقہ (چوری) کہتے ہیں اور اس عمل کا ارتکاب کرنے والا سارق یا چور کہلائے گا..... علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی (م 1205ھ) لکھتے ہیں:

السارق عند العرب من جاء مستترا الى حرز فاخذ مالا لغيره فان اخذ من

ظاہر فهو مختلس و مستلب و منتہب و محترس فان منع ما فی یدہ فهو غاصب

(تاج العروس، جلد: 6، صفحہ: 379)

”اہل عرب کے نزدیک چور وہ شخص ہے جو کسی محفوظ مقام سے، چھپ کر، دوسرے کا مال لے کر چلا جائے۔ اگر وہ ظاہراً لے تو لٹیرا اور اچکا کہلائے گا اور اگر زبردستی چھینے تو وہ غاصب ہو گا“
علامہ راغب اصفہانی (م 502ھ) فرماتے ہیں:

و صار ذلك في الشرع لتناول الشيء من موضع مخصوص و قدر مخصوص

(المفردات في غريب القرآن، جلد: 2، صفحہ: 150)

”اصطلاح شریعت میں مال غیر کو کسی خاص جگہ سے اور خاص

مقدار میں چرا لینے کو سرقہ کہتے ہیں“

علامہ ابن ہمام حنفی (م 861ھ) نے سرقہ کی شرعی و فقہی تعریف یوں کی



ہے:

ہی اخذ العاقل البالغ عشرة دراهم او مقدارها خفیۃ عن من هو متصدد للمحفظ

مما لا يتسارع اليه الفساد من المال المثلول للغير من حرز بلاشبہ

(فتح القدیر، جلد: 4، صفحہ: 219)

”عاقل بالغ کا کسی کے دس درہم (یا اس سے زائد) یا اس مالیت کی کوئی ایسی چیز جو سرعت خراب ہونے والی نہ ہو، چھپ کر ایسی محفوظ جگہ سے، جس کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا ہو، کسی شبہ اور تاویل کے بغیر اٹھالینا، سرقہ کہلاتا ہے“

چوری کے استیصال کے لئے شریعت اسلامیہ میں جہاں بطور حد سخت سزا رکھی گئی ہے وہیں اس امر میں بھی بڑی احتیاط سے کام لیا گیا ہے کہ بلاوجہ کسی کے ہاتھ نہ کٹنے پائیں۔ چنانچہ فقہائے کرام نے قرآن و سنت کے مزاج کو سامنے رکھ کر اجرائے حد کے لئے چور، چوری اور مقام واردات کے بارے میں متعدد شرائط عائد کی ہیں، جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(1) چور عاقل بالغ ہو، بچہ یا مجنون اگر چوری کرے گا تو حد نہیں لگے گی۔

(2) مال مسروقہ کی مالیت کم از کم دس درہم (625 . 2 تولہ یا 30.618 گرام، چاندی) کے برابر ہو۔ اس سے کم مالیت پر احناف کے نزدیک ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ البتہ تعزیر لگے گی، جو حالات و واقعات کے اعتبار سے کم و بیش ہو سکتی ہے۔

(3) جس مقام سے مال چوری کیا جائے وہ محفوظ ہو، خواہ حقیقتاً یعنی ایسی



جگہ جو اپنی وضع کے اعتبار سے مال کی حفاظت کے لئے بنائی گئی ہو، جیسے مکان، دکان، خیمہ، صندوق وغیرہ، خواہ حکماً، جیسے مسجد، کھلا میدان، رستہ وغیرہ بشرطیکہ وہاں کوئی نگران یا چوکیدار مقرر ہو۔ ایسی کھلی جگہوں پر محافظ نہ ہو تو چور کو حد نہیں لگے گی۔

(4) مسروقہ چیز، بسرعت خراب ہو جانے والی نہ ہو۔ جیسے پھل سبزی

وغیرہ

(5) مال کسی کی ملک ہو۔ غیر مملوک مال (مثلاً مردے کا کفن) چرانے پر

حد نہیں۔

(6) مال خفیہ طریقے پر چوری کیا گیا ہو، کھلے خزانے سے یا چھین جھپٹ

کر یا خیانت کے طور پر نہ لیا گیا ہو۔ لٹیرے، اچکے، غاصب اور خائن کی الگ سزا ہے۔

(7) مال مسروقہ کسی شبہ اور تاویل کے بغیر اٹھائے، چنانچہ نابینا کے ہاتھ

نہیں کاٹے جائیں گے کیونکہ ممکن ہے اس نے اپنی چیز سمجھ کر اٹھائی ہو۔ اسی طرح اگر کوئی شخص باپ کا مال یا قرآن کریم چرائے تو حد نافذ نہیں ہو گی۔

چوری کے ثبوت کے دو طریقے ہیں:

(1) اقرار جرم (2) دو مردوں کی گواہی

چوری کے ثبوت کی جملہ شرائط پائی جائیں تو قاضی اسلام حد سرقہ نافذ

کرنے کا حکم جاری کرے گا۔ پہلی مرتبہ چوری کرنے والے کا داہنا ہاتھ، پہنچے

(کلائی کے جوڑ) سے کاٹ کر اسے گرم تیل میں داغ دیا جائے گا۔۔۔۔۔



کتاب السرقۃ

دوسری دفعہ کی چوری پر بایاں پاؤں ٹخنے سے قطع کیا جائے گا۔۔۔۔۔ دو مرتبہ کی سزا کے بعد اگر چور اپنی اس بری خصلت کو نہ چھوڑے اور تیسری مرتبہ ارتکاب جرم کرے تو اس کے ہاتھ پاؤں نہیں کاٹے جائیں گے، بلکہ اسے تعزیراً زد و کوب کر کے قید میں ڈال دیا جائے گا، تا وقتیکہ وہ تائب ہو جائے۔۔۔۔۔ بار بار چوری کرنے والے فسادی اور عادی مجرم کے بارے میں ملا نظام الدین (م 1161ھ) لکھتے ہیں:

للامام ان يقتله سياسته لسعيه في الارض بالفساد

(فتاویٰ عالمگیری، جلد: 2، صفحہ: 182)

”امام کو اختیار ہے کہ انتظامی حکمت عملی کے پیش نظر زمین میں فساد برپا کرنے کی بنا پر اسے قتل کر دے“

حد نافذ کرنے کا اختیار قاضی اسلام کو ہے۔ ہمارے ملک پاکستان میں چونکہ شرعی قوانین نافذ نہیں ہیں، یہاں چوری کے ثبوت اور سزا کا طریقہ بھی غیر اسلامی ہے۔۔۔۔۔ اور مقدمہ کا زیادہ تر انحصار پولیس کے رحم و کرم پر ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ نوریہ میں حدود سے متعلق استفتاء بہت کم ہیں۔

کتاب السرقۃ میں صرف دو فتوے ہیں۔۔۔۔۔ ایک فتویٰ، چوری کے ثبوت کے بارے میں ہے جس کے جواب میں حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ عاملوں کی شعبہہ بازیوں اور حساب کے ذریعے چوری ثابت نہیں ہوتی (بلکہ اس کے لئے خود چور کا اقرار یا شرعی گواہی ضروری ہے) دوسرے استفتاء کا تعلق ضمان سے ہے۔ جس کے جواب کا خلاصہ یہ

کتاب الشَّرْقَة

ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دینے کے بعد اگر مال مسروقہ اس کے پاس موجود ہے تو مالک کو واپس دلایا جائے گا اور اگر ضائع ہو گیا تو تاوان نہیں اور اگر کسی وجہ سے حد نافذ نہ ہو سکی تو چور سے ضائع شدہ مال بھی بطور ضمان واپس لیا جائے گا۔

(مرتب)

<http://t.me/Tehqiqat>



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کتاب الشَّرْقَة



الاستفاء

سائل مظهر کہ اس کی بیوی کو اس بنا پر چور بنایا جا رہا ہے کہ ایک عامل تیل گرم کر کے اپنے پاس رکھے ہوئے پانی میں تھپیڑ کر کے اس جلتے ہوئے تیل میں ڈلواتا گیا مگر دوسروں کے ہاتھ سطح تیل پر اور اس کی بیوی کا ہاتھ ڈبو دیا اور پھر اس کا ڈبویا تو چونکہ ہاتھ کی پیٹھ کا کچھ حصہ اس خاص پانی سے تر نہیں ہوا تھا لہذا صرف وہی حصہ تیل سے متاثر ہوا باقی بالکل ٹھیک رہا تو ہاتھ کے کچھ خاص حصہ کے متاثر ہونے سے عامل نے چور قرار دیا تو کیا شرعاً اس طریق سے چوری ثابت ہو سکتی ہے؟

سجوارا از موضع عزت کے



بلا شک و شبہ و ریب شرعاً اس قسم کے طریقوں سے چوری ثابت نہیں ہو سکتی
اور نہ ہی ایسے طریقوں سے بلا وجہ مسلمانوں کو چور قرار دیا جاسکتا ہے قرآن کریم میں ہے
ان بعض الظن اثم اور حدیث شریف میں ہے ایاکم والظن فان الظن
اکذب الحدیث متفق علیہ (مشکوٰۃ)

عیار لوگ ایسے ہتھکنڈوں سے اپنی جیبیں پُر کر کے فتنہ و فساد برپا کر دیا کرتے
ہیں۔ اہل علم پر مخفی نہیں کہ عفا قیرو حیوانات میں ایسے خواص ہیں کہ ان کے استعمال سے آگ
نہیں جلاتی بلکہ ایسے عاملوں اور مدعیوں سے چوری دریافت کرنے والے اُٹے مجرم ہیں انکی
چالیس راتوں کی نمازیں قابلِ مقبولیت نہیں رہتیں۔

مشکوٰۃ شریف میں حدیث شریف ہے من اثنی عرافاً فسأله عن
شیء لم یقبل له صلوٰۃ اربعین لیلۃ رواہ مسلم لهذا ائمہ دین نے
ان کی شاعت خوب بیان فرمائی اور ان سے اجتناب کی تاکید ہی ہدایتیں فرمائیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم و صلی
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

عزہ الغفر البواخیر محمد نور الشماخی غفرلہ

محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

الاستفتاء

بخدمت فیض درجت جناب مولانا مولوی صاحب

بعد السلام علیکم کے واضح ہو کہ اس جگہ خیریت ہے اور جناب کی خیریت بدگاہ الہی سے نیک مطلوب ہوں۔ خلاصہ حال احوال یہ ہے کہ سید سرور شاہ آپ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا جاتا ہے۔ برائے مہربانی کر کے ان کے بیانات مثل شامل ہیں، ملاحظہ فرمائیں اور مدعی علیہ میرے پاس آیا اور میں نے جناب مولوی دلی محمد صاحب کی خدمت میں روانہ کیا، ان کا فیصلہ بھی مثل شامل ہیں۔



مدعی سید سرور شاہ کی چوری نقد و زیورات وغیرہ چھ ہزار کا دعویٰ ہے، مدعی علیہ کا اقرار کے میں نے ۳۵۰۰/- روپیہ کی چوری میرے گھر ہے، باقی نہیں ہے، ۲۳ روپے کم تر ہو روپیہ مدعی کے گھر ہے۔ مدعی علیہ کا اقرار ہے کہ میرے گھر ۳۵۰۰/- روپیہ ہے۔ براہ مہربانی کر کے فیصلہ شرعی محمدی فرمایا جاوے۔ زیادہ آداب۔

میں جناب کو تکلیف دیتا ہوں کہ ان کا جلدی فیصلہ فرما کر واپسی تحریر فرمائیں اور مولوی شیخ فاضل والے اور مولوی لکھنا والے کو آداب و نیاز۔

جناب مولوی صاحبان فیصلہ فرمائیں اور جلدی فیصلہ فرمائیں کیونکہ انسپکٹر صاحب بہادر نے میرے پاس روانہ کیا ہے اگر وہ تبدیل ہو جاوے تو ان کا مقدمہ درمیان رہے گا۔ مؤرخہ ۲۲-۸-۵۸ کا فیصلہ دلی محمد کا ہے۔ میری تحریر ۲۳-۸-۵۸

دعا گو : خادم الفقراء غلام اولیس از حضرت دیوان صاحب



اگر سنی نذر محمد حشری ملزم واقعی اقراری ہے کہ اس نے سید سرور شاہ صاحب کے مبلغات ساڑھے تین ہزار روپیہ نقد بھی چوری کئے ہیں تو شرعاً اس پر لازم ہے کہ ساڑھے تین ہزار روپیہ پورا پورا شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کرے اور اگر کچھ روپیہ برباد کر بیٹھا ہے تو اپنے گھر سے ادا کرے۔ قرآن کریم میں ہے: فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سے راوی کہ فرمایا علی لید ما اخذت حتی تؤدی ہاتھ پر لازم ہے وہ چیز جو چوڑے یہاں تک کہ ادا کرے رواہ ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۵ والبیہقی ج ۸ ص ۲۷۶ والدارمی ص ۳۲۶۔



حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا ضرر لا ضرار (وہی نسخۃ اضرار) رواہ ابن ماجہ ص ۱۷۰ والدارقطنی ج ۲ ص ۳۲۱ عن الجسعیدۃ الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بدائع صناع ج ۷ ص ۱۶۵ میں اس حدیث کے پیام فرمایا: فقد تعذر نفی الضر من حيث الصورة فيجب نفيه من حيث المعنى بالضمان ليقوم الضمان مقام المتلف فينتفي الضرر بالقدر الممكن



جس کا حاصل یہ ہے کہ جو کسی کا نقصان کرے اس پر ضمان پڑتی ہے۔

حضرات ائمہ دین اور فقہائے معتمدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حسب ہدایات قرآن کریم اور حدیث پاک صاف صاف ارشاد فرمایا کہ اگر کسی وجہ سے چور کے ہاتھ نہ کٹ جائیں تو ضائع شدہ مال مسروقہ کی ضمان چور پر لازم ہے۔ مبسوط ج ۹ ص ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، بدائع صانع ج ۸ ص ۸۹ والنظم لملك العلماء ان المانع من الضمان هو القطع فاذا سقط القطع نال المانع فيضمن (ترجمہ) بے شک مانع ضمان صرف قطع اليد ہی ہے پس جب قطع اليد ساقط تو مانع زائل ہو گیا تو ضمان لازم ہوگی جتنے کہ چور اقراری ہونے کے بعد انکار کر دے تب بھی ضمان لازم ہے۔ مبسوط سرخسی ج ۹ ص ۸۲، بدائع صانع ج ۸ ص ۸۸، در المختار تحریر شامی ج ۳ ص ۲۶۹ والنظم من البدائع ومنها جوع السارق عن الاقرار بالسرقة فلا يقطع ويضمن المال يعني چور جب اقرار سے پھر جائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور مال مسروقہ دینا پڑے گا اور جب مسی نذر محمد ملزم مبلغ ایک ہزار چھ سو ستر روپیہ واپس کر چکا ہے تو ایک ہزار آٹھ سو تیس روپیہ اس کے ذمہ واجب الادا رہیں اور سزا یاب ہونے سے معاف نہیں ہوئے اس لئے کہ قطع اليد نہیں ہوا، اگر قطع اليد ہو جاتا تو ضائع شدہ مال قضاء معاف ہو جاتا۔

باقی رہا یہ دعویٰ کہ تمام مال پولیس لے گئی ہے، یہ اس وقت معتبر ہو سکتا ہے جب اس پر باقاعدہ شریعت کے پابند دو گواہ قائم کرے اور اگر گواہ قائم نہ کر سکے تو پولیس سے حلف کا مطالبہ کر سکتا ہے مگر سرور شاہ صاحب کے مبلغات مسروقہ تو لوپے لوپے ادا کرنے اس کے ذمہ ضروری ہیں، پھر شاہ صاحب کا مطالبہ چونکہ چھ ہزار نقد کا ہے تو ساڑھے تین ہزار سے زائد مبلغ ڈھائی ہزار کے متعلق نذر محمد ملزم سے شرعی حلف لے سکتے ہیں جبکہ شاہ صاحب کے پاس گواہ نہیں اور شاہ صاحب کی وہ لاگت جو اپنے مسروقہ مال کے واپس



کرنے کے لئے تگ و دو میں کرا یہ وغیرہ کی صورت میں آئی ہے اس کے متعلق پیرنذر محمد
حشمتی کو چاہئے کہ ادا کر دیں اس لئے کہ یہ خرچ ان کی ناجائز حرکت کے سبب ہوا ہے
مگر وہی لاگت جو واقعی اور جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

نوٹ : مندرجہ بالا تحریر فقیر بیان مسائل و فتویٰ ہے۔ اگر واقعات یہی ہیں تو اس پر فیصلہ کا
حکم فرمادیں، حسب الارشاد میں خود ہی فیصلہ کی صحت میں لکھتا مگر فیصلہ کے لئے چونکہ فریقین کا
حاضر ہونا ضروری ہوتا ہے اور میرے پاس ایک ہی فریق آیا لہذا فیصلہ نہ لکھا، پھر ان کے
بیانات جو شامل مثل ہیں وہ آپس میں بھی نہیں ملتے۔

مسئمتی سرور شاہ کا دعویٰ مبلغ چھ ہزار روپیہ کا ہے اور مبلغ ایک ہزار چھ سو ستر روپیہ
وصول ملتے ہیں اور بقایا رقم مبلغ تین ہزار سا سو روپیہ بتاتے ہیں حالانکہ یہ محض غلط ہے کہ
جب ان دو رقموں کو جمع کیا جائے تو میزان کل مبلغات پانچ ہزار تین سو ستر بنتی ہے تو یہ
دعوائے چھ ہزار روپیہ نقد کے مخالف ہے اور پیرنذر محمد صاحب حشمتی ملزم کا بیان جو باریک قلم
سے پہلے لکھا ہوا ہے، اس میں ہے کہ شاہ صاحب کا پرچہ دس ہزار کا ہے اور موٹی قلم
والے بیان دو بارہ لکھے ہوئے ہیں کہ شاہ صاحب نے پرچہ بارہ ہزار کا دیا ہے، اس
دس ہزار اور بارہ ہزار کی بھی مطابقت نہیں ہوتی۔ پیرنذر محمد کے باریک قلم بیان میں ساڑھے
ہزار نقد کا اقرار ہے جس کا معنی ساڑھے تین ہزار، ساڑھے چار ہزار، ساڑھے پانچ ہزار
وغیرہ بکثرت بن سکتے ہیں اور نہایت اشتباہ کا باعث ہے۔ پھر دوسرے موٹے قلم والے
بیان میں ساڑھے تین ہزار نقد لکھا ہے، اس میں تو کوئی اشتباہ نہیں مگر چونکہ پہلے کی نقل
لکھی ہے لہذا اشتباہ ہے۔



کتاب السرقۃ

باقی مولوی ولی محمد صاحب کا فیصلہ تو وہ بھی یوں ہی ہے جب ان کے بیانات اور تحریرات کو مطابق مانتے ہیں تو تقریباً کی آڑ میں ڈیڑھ ہزار واپس اور ساڑھے چار ہزار بقایا کا دعویٰ لکھنا بالکل غلط ہے کہ شاہ صاحب مدعی کے بیان میں واپس ایک ہزار چھ سو ستر لکھا ہے اور بقایا تین ہزار سات سو بنایا ہے، یہ بڑا فرق ہے، نیز فیصلہ تحقیقاً لکھا جاتا ہے تقریباً کا کوئی معنی نہیں۔

پھر مولوی صاحب کا یہ لکھنا کہ ”بمطابق قانونِ محرمی تیس دُرے تک سزا دے کر پھر حلف اٹھوا کر زائد دعویٰ سے بری سمجھا جائے“ یہ بالکل خلافِ واقع ہے، کسی ایک فہمی کتاب میں اس قانون کے نام و نشان تک نہیں ملتا اور نہ ہی فتاویٰ شامی میں ہے کہ تیس دُرے سے تزکیہ ہو جاتا ہے بلکہ فتاویٰ شامی میں مٹھم بالسرقۃ کا کوئی باب ہی نہیں ہاں متعمم القتر کا بیان ہے مگر اس میں بھی یہ تزکیہ والی بات بالکل نہیں لکھی۔ اگر مولوی صاحب کے پاس کتاب نہیں تو کتاب دالے سے لیکر دیکھ لیتے، فیصلے یوں اٹکل پچھو سے نہیں کئے جاتے، پھر حکومت کو ثالث و حکم کہنا بھی عجیب چیز ہے، ثالث اور حکم فریقین دونوں کی تجویز سے بنتا، حالانکہ مدعی علیہ حکومت سے جان چھڑانے کی پوری کوشش کرتا ہے پھر مدعی علیہ نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ میں نے مبلغ تین ہزار روپیہ حکومت کے سپرد کر دیا بلکہ اس کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ مبلغات مذکورہ پولیس نے برآمد کئے اور پولیس کو حکومت کہنا بھی مولوی صاحب کی خوش فہمی ہے، پھر فیصلہ میں یہ لکھنا کہ ”جو مال خورد برد ہوا انکے لئے قطعِ ید تھی مگر وہ قدرۃ بند ہے وہ بھی معاف ہے“ بالکل مشرعییت کے خلاف ہے، کسی مجبوری کی بنا پر قطعِ ید نہ ہو تو چور پر مالِ مسروقہ پورا پورا ادا کرنا لازم ہوتا ہے کسما صر بلکہ قطعِ ید کی صورت میں بھی مالِ خورد برد کے متعلق قاضی حکم نہیں کرتا مگر دیانۃ قطعِ ید کے بعد بھی دینا پڑتا ہے اور مفتی دینے کا فتوے دے۔



مبسوط ج ۹ ص ۱۵۸، فتح القدير ج ۵ ص ۱۷۱، کفایہ ج ۵ ص ۱۷۲، بدائع ج ۹ ص ۹،
بحر الرائق ج ۵ ص ۶۵، درمختار، شامی ج ۳ ص ۲۹۱ میں ہے والنظم من الفتح
وغیره روی هشام عن محمد ان انما يسقط الضمان عن السارق
قضاء لتعذر الحكم بالمماثلة فاماد يان فيفتي بال ضمان للحقوق
الخسران والنقصان للمالك من جهة السارق، اور چونکہ مولوی صاحب کا
فیصلہ مفتیانہ رنگ میں ہے تو انہیں ”معاف ہے“ نہیں لکھنا چاہیے تھا۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۳ صفر المظفر ۱۳۸۷ھ



ریت
قصائد

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم
القصاص في القتلى

(البقره : ١٧٨)

”اے ایمان والو! فرض کیا گیا ہے تم پر قصاص (بدلہ)
ان لوگوں کے خون کا جو (ناحق) قتل کیے جائیں“

اول ما يقضى بين الناس يوم
القيامة فى الدماء
صحيح مسلم ، باب المجازاة
بالدماء فى الآخرة

”قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے
خون ناحق کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا“



و من قتل مومنا خطأ فتحرير رقبة
مومنة و دية مسلمة الى اهله الا ان
يصدقوا

(النساء : ۲۲)

”اور جس نے کسی مسلمان کو بلا قصد قتل کر دیا، تو
(اس کی سزا یہ ہے کہ) ایک مسلمان غلام کو آزاد کرے اور
مقتول کے وارثوں کو خون بہا ادا کر دے مگر یہ کہ وہ معاف
کر دیں“



من قتل متعمدا دفع الى اولياء
المقتول فان شاؤا قتلوا و ان شاؤا
اخذوا الدية

ترمذی ، باب ما جاء
فی الدية کم هی

”جو شخص قصداً (ناحق) قتل کرے اس کا معاملہ
مقتول کے وارثوں کے سپرد کیا جائے، چاہیں تو اسے قتل کے
بدلے قتل کر دیں اور چاہیں خون بہا وصول کر لیں“



تعارف

کتاب الدیۃ والقصاص

شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قتل ناحق ہے۔۔۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک انسانی جان کے قاتل کو پوری انسانیت کا قاتل قرار دیا:

من قتل نفسا بغير نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جميعا

(المائدہ: 32)

”جس نے قصاص یا زمین میں فساد (پھیلانے کی سزا) کے بغیر (ناحق) کسی کو قتل کیا تو گویا اس نے سب لوگوں (جملہ انسانیت) کو قتل کر دیا“

محسن انسانیت ﷺ نے بھی اپنی مقدس تعلیمات میں جا بجا خون انسانی کی حرمت کا احساس دلایا ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اپنے خطبہ مبارکہ میں انسانی حقوق کے جس عظیم الشان چارٹر کا اعلان فرمایا، اس میں انسانی جان کے تحفظ کا پہلو نمایاں ہے۔ دیکھئے کس خوبصورت ڈھنگ اور دل نواز آہنگ میں آپ نے ارشاد فرمایا:



ان دمائکم و اموالکم و اعراضکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا فی شہرکم

هذا فی بلدکم هذا

”لوگو! تمہاری جانیں، مال اور عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح قطعاً حرام کر دی گئی ہیں۔۔۔۔۔“ جیسے تمہارے اس مہینے (ذوالحجہ المبارکہ) اور تمہارے اس شہر (مکہ) میں آج کے دن کی حرمت ہے“

الا فلا ترجعوا بعننی ضللاً يضرب بعضکم رقاب بعض

”خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن کاٹنے لگو“

(صحیح بخاری، جلد: 2، صفحہ: 1021)

ہادی اعظم ﷺ نے رنگ، نسل، وطن اور قوم کی بنیاد پر قائم تمام فرسودہ نظریات اور ظالمانہ امتیازی قوانین کا خاتمہ فرمایا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ غلط روش قائم تھی کہ جب کوئی طاقتور قبیلہ کسی کمزور قبیلہ کے فرد کو قتل کر دیتا تو قصاص میں آزاد کی بجائے غلام کو قتل کے لئے پیش کرتے اور اگر اس کمزور قبیلہ سے قتل ہو جاتا تو ایک قتل کے بدلے کئی آزاد انسانوں کو یہ تیغ کر دیتے۔ یونہی عورت کے بدلے مرد اور غلام کے بجائے آزاد کو قتل کرتے۔ اس طرح خونریزی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلتا۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اس فساد اور خونریزی کے سدباب اور معاشرہ میں امن، آشتی، پریم اور صلح کی ایک فضا پیدا کرنے کے لئے انسانوں کو قانون قصاص عطا فرمایا۔ جس میں یہ واضح کر دیا گیا کہ امت کے ہر فرد کی زندگی یکساں قابل



احترام ہے۔ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، کوئی ہو، جو شخص جرم کرے گا وہی مستحق سزا ہو گا۔ اس کی جگہ کسی دوسرے بے گناہ کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

دیگر نظاموں میں مصالحت اور معافی کی گنجائش نہیں۔۔۔۔۔ انگریز کے ظالمانہ نظام میں یہی صورت ہے اور مصالحت کے لئے فریقین کو عدالت میں جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔۔۔۔۔ مگر اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس میں جملہ انسانی مصالح کو مد نظر رکھا گیا ہے، چنانچہ مقتول کے ورثاء کو یہ اختیار سونپ دیا گیا کہ وہ چاہیں تو قتل کی صورت میں قتل کا بدلہ لے لیں، چاہیں تو (دیت) خون بہا لے لیں اور اگر وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عفو و درگزر سے کام لے کر قاتل کو معاف کر دیں تو یہ بہر حال ان کا حق ہے۔ کتاب القصاص والدیہ میں اس قانون سے متعلقہ استفتاءات ہیں۔

قصاص ”قصص“ سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے نقش قدم پر چلنا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ و خضر (علی نبینا و علیہما السلام) کے واقعہ میں ہے:

فارتدا علی اثارهما قصصا

(الکہف: 64)

”وہ دونوں (موسیٰ اور یوشع بن نون) اپنے قدموں کے نشانوں

پر چلتے ہوئے واپس چلے“

قینچی کو ”مِقصّ“ کہتے ہیں کیونکہ اس کی دونوں طرفیں برابر ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ قصاص کو بھی قصاص اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں مماثلت اور



برابری کا معنی پایا جاتا ہے اور قاتل یا حملہ آور سے قتل یا زخم کا برابر برابر بدلہ لیا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ برہان الدین المرغینانی (م 593ھ) فرماتے ہیں:

القصاص بنبشی عن المماثلة ومنه يقال اقتص اثره ومنه المقصۃ للجلمین

(ہدایہ، جلد: 4، صفحہ: 566)

”قصاص کا لفظ مماثلت کا پتہ دیتا ہے‘ اسی مادے سے‘ کسی کے نقش قدم پر چلنے اور پیروی کرنے والے کے بارے میں کہا جاتا ہے: اقتص اثرہ‘ اور قینچی کے لئے مقصہ کا لفظ بھی اسی مادے سے تعلق رکھتا ہے (کیونکہ قینچی کی دونوں طرفیں برابر ہوتی ہیں)“

احناف کے ہاں قتل کے پانچ اقسام ہیں۔

(1) قتل عمد (2) قتل شبہ عمد (3) قتل خطا (4) قتل قائم مقام خطا (5) قتل

بالسبب

1۔۔۔ قتل عمد

کسی شخص کو جان بوجھ کر ہتھیار یا کسی ایسی دھار دار چیز کے ساتھ قتل کرنا‘ جو ہتھیار کا کام دے۔ جیسے تلوار‘ پستول‘ خنجر‘ چاقو‘ بانس کی کھچی یا دھار دار لکڑی وغیرہ

آگ سے جلا دینا بھی قتل عمد میں شامل ہے۔

قتل عمد کا مرتکب سخت گنہگار ہے۔ اخروی عذاب کے علاوہ دنیا میں اس کی سزا قصاص ہے۔ البتہ اگر مقتول کے ورثاء چاہیں تو معاف کر دیں یا دیت (سو اونٹ) کی مقدار سے کم یا زیادہ جس قدر مال کا قاتل سے معاہدہ ہو جائے‘ لے کر مصالحت کر سکتے ہیں۔



2— قتل شبه عمد

کسی شخص کو کسی ایسی چیز کے ساتھ ضرب لگانے کا قصد کرے جو اسلحہ یا اسلحہ کے قائم مقام نہ ہو اور بالعموم اسے قتل کے لئے استعمال نہ کیا جاتا ہو۔ جیسے لاثھی، پتھر وغیرہ، جس سے مضروب مر جائے

قتل شبه عمد میں فاعل گنہگار ہو گا اور اس پر کفارہ واجب ہے (ایک غلام آزاد کرے یا مسلسل دو ماہ روزے رکھے) اور اس کے عصبات (قریبی رشتہ داروں) پر دیت مغلطہ واجب ہے، جسے وہ تین سال میں ادا کریں گے۔

3— قتل خطا

اس کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ اس کے گمان میں خطا ہو۔ مثلاً اس نے شکار سمجھ کر گولی چلائی مگر وہ شکار کی بجائے مسلمان شخص تھا، جسے گولی لگ گئی یا کسی کو حربی کافر گمان کر کے گولی چلائی اور وہ شخص مسلمان تھا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے فعل میں خطا سرزد ہو۔ مثلاً اس نے کسی شکار یا مخصوص ہدف پر نشانہ لگایا، مگر ہاتھ بہک گیا اور گولی بجائے اس کے کسی مسلمان شخص کو لگ گئی۔

قتل خطا کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر قصاص نہیں بلکہ اس کے عصبات (عائلہ) پر دیت ہے۔ جو تین سال میں ادا کی جائے اور قاتل پر کفارہ ہے (یعنی مسلسل دو ماہ روزے رکھے)

4— قتل قائم مقام خطا

(مثلاً) کوئی آدمی نیند کی حالت میں کسی پر گر پڑے، جس کی وجہ سے وہ



مر جائے۔

قتل کی اس قسم کا حکم بھی قتل خطا کی طرح ہے یعنی قاتل پر کفارہ اور اس کے عصبہ پر دیت ہے۔ قتل کی ان چار قسموں میں قاتل اگر وارث ہے اور اپنے مورث کو قتل کر دے تو اس کی میراث سے محروم ہو جائے گا۔

5۔ قتل بالسبب

یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کی ملکیت میں یا راستہ میں بڑا پتھر رکھ دے یا کنواں کھود دے اور کوئی شخص ٹھوکر کھا کر یا کنویں میں گر کر ہلاک ہو جائے۔ یونہی کوئی شخص کسی جانور کو ہانک کر لے جا رہا ہو اور وہ جانور کسی کو ہلاک کر دے یا کسی کی گاڑی کے نیچے آ کر کوئی شخص ہلاک ہو جائے تو یہ بھی قتل بالسبب کی صورت ہے۔۔۔۔۔ ان صورتوں میں یہ شخص قتل کرنے کا مرتکب نہیں ہوا بلکہ ایک متعدی سبب سے قتل ہو گیا۔ قتل کی اس قسم میں اس کے عصبات پر دیت ہے اور اس شخص پر نہ تو کفارہ واجب ہو گا اور نہ ہی وہ وراثت سے محروم ہو گا۔

قتل کی طرح قطع اعضا اور زخموں کا بھی قصاص لیا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

ان النفس بالنفس و العین بالعين و الانف بالانف و الاذن بالاذن و السن

بالسن و الجروح قصاص فمن تصدق به فهو كفارة له

(المائدہ، آیت: 45)



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

”جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں قصاص (بدلہ) ہے پھر جو بدلہ معاف کر دے تو یہ معافی اس کے لئے کفارہ ہوگی“

قصاص کا یہ حکم ان صورتوں میں ہے جہاں زخم کا برابر برابر بدلہ لینا ممکن ہو، بصورت دیگر زخم و اعضا کی نوعیت کے مطابق مکمل، نصف یا تہائی دیت یا تاوان لازم ہوگا۔

دیت

دیت کا اصل ”ودی“ ہے، حسب قاعدہ واو حذف ہو گئی، جس کے عوض آخر میں تاء آئی، تو یہ ”دیتہ“ ہو گیا۔

اس کے مشتقات میں بننے اور جاری ہونے کا معنی پایا جاتا ہے، اسی بنا پر پانی کی گزرگاہ کو وادی کہا جاتا ہے۔۔۔۔۔ قتل نفس (خون بننے) کے عوض میں مقتول کے ورثا کو دیا جانے والا معاوضہ دیت (خون بہا) کہلاتا ہے۔ جب کہ اس سے کم (تلف عضو) پر بطور تاوان ادا کیے جانے والے مال کو ارش کہا جاتا ہے۔۔۔۔۔ علامہ ابن عابدین شامی (م 1252ھ) کہتے ہیں:

کبھی دیت اور ارش (تاوان) ہم معنی بھی استعمال ہوتے ہیں۔

(ردالمحتار، جلد: 5، صفحہ: 504)

علامہ ابن ہمام (م 861ھ) بیان کرتے ہیں:

جان کے عوض دیے جانے والے مال کو دیت کہا جاتا ہے مگر چونکہ تلف اعضا کے معاوضہ پر بھی دیت کا اطلاق ہوتا ہے، لہذا

دیت کی زیادہ واضح تعریف یہ ہے:

الدية اسم بضم ال یجب بمقابلة الادی او طرف منه

(فتح القدير، جلد: 8، صفحہ: 301)

”انسان یا اس کے کسی عضو کے عوض ادا کیے جانے والے

تاوان کو دیت کہتے ہیں“

دیت کی دو قسمیں ہیں:

(1) دیت مغلطہ (2) دیت خفیفہ

دیت مغلطہ

امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک قتل شبہ عمد میں دیت مغلطہ لازم ہوگی جس کی مقدار سو اونٹنیاں ہیں۔ جن میں پچیس دوسرے سال کی، پچیس تیسرے سال کی، پچیس چوتھے سال کی اور پچیس پانچویں سال کی ہوں۔

دیت خفیفہ

قتل شبہ عمد کے علاوہ باقی اقسام قتل میں (اور قطع اعضا اور زخموں کی صورت میں) کل یا بعض دیت خفیفہ واجب ہوگی، یہ پانچ قسم کے سو اونٹ اور اونٹنیاں ہیں، جن میں دوسرے سال کے بیس اونٹ ہوں جب کہ بقایا اسی (80) دوسرے سال، تیسرے سال، چوتھے سال اور پانچویں سال کی بیس بیس اونٹنیاں ہونی چاہیں۔۔۔۔۔ تفصیل فتاویٰ نوریہ کی کتاب الدیۃ و القصاص کے پہلے فتوے میں ملاحظہ فرمائیں۔



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اونٹنیوں کے علاوہ دیت کی مزید دو صورتیں ہیں :

(1) ایک ہزار دینار (تقریباً 4.372 کلو گرام سونا)

(2) دس ہزار درہم (30.618 کلو گرام چاندی)

قتل خطا اور شبہ عمد کی صورت میں دیت عاقلہ کے ذمہ ہوگی۔ عاقلہ سے عصبات (باپ کی جانب سے وراثت کی ترتیب کے مطابق قریبی رشتہ دار) مراد ہیں۔ نیز کاروباری اداروں، کارخانوں کے ملازمین اور مزدوروں کی یونین، انجمن یا تنظیم بھی عاقلہ کے قائم مقام ہے۔ اگر کسی کے عصبات نہ ہوں تو بیت المال سے اس کی دیت ادا کی جائے گی۔ دیت ادا کرنے کی مدت تین سال ہے۔

فتاویٰ نوریہ کی کتاب الدیۃ و القصاص میں دو فتوے ہیں۔ ایک فتویٰ دماغ پر لگائے گئے زخم (آمہ) سے متعلق ہے۔ اس میں تہائی دیت ہے، جب کہ دوسرا فتویٰ قتل کے بارے میں ہے۔

(مرتب)



کتاب النبی والقصص



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین در این سلسلہ کہ مسیحا اکبر علی کے سر پر یعقوب نے کندھا لہا ہے کا مار کر زخمی کیا اور زخم دماغ تک پہنچ گیا۔ یہ نو محرم واقعہ ہے اور اب تک چکر آتے ہیں اور گرجاتا ہے، اب زخم کرنے والا اور زخمی کتے ہیں کہ قرآن، حدیث اور فقہ پر ہم فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔

سائل : اکبر علی ہاری عبدالحی شاہ معرفت نذیر احمد بنیدماٹر
نزد سنہری مارکیٹ نواب شاہ شہر، سندھ ۶۴-۴-۱۷



شرعاً ایسے زخم کا نام اُتر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۶ ص ۲۸ میں ہے والامۃ
وہی السی تصل الی ام الرأس وهو الذی فیہ الدماغ اور اس میں دیت
کا ثلث ایک تہائی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۶ ص ۲۹ میں ہے وفي الامۃ ثلث الدیت
اور دیت تین چیزوں سے ہے :

۱۔ ایک سو اونٹ جن میں بیس بنت مناض یعنی سال کی ٹوڈیاں جو دوسرے سال میں
داخل ہو چکی ہوں اور بیس عدد ابڑے مناض یعنی ایسے ٹوڈے اور بیس بنت لبون یعنی
پورے دو سال کی ٹوڈیاں جو تیسرے سال میں داخل ہوں اور بیس حقہ یعنی پورے
تین برس کی ٹوڈیاں جو چوتھے سال میں داخل ہوں اور بیس جذعہ یعنی ایسی پرافیں
(اٹھنیاں) جو چار سال کی ہوں اور پانچویں میں پاؤں ہو، یہ پوری دیت ہے۔

۲۔ یا ایک ہزار دینار سونا یا

۳۔ دس ہزار درہم (فتاویٰ عالمگیری ج ۶ ص ۲۲)

اس حساب سے اکبر علی پر لازم کہ یعقوب زخمی کو ۳۳۱/۳ اونٹ اسی عمر
کے پورے کر دے یا ۳۳۳/۳ دینار دے جو یکصد چوبیس تولہ ساڑھے دس ماشہ سونا ہے
یا ۳۳۳۳/۳ درہم دے جو تقریباً آٹھ صد پچھتر تولہ چاندی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب محمد و



علیٰ اصحابہ و بارک وسلم۔

حزبہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۹۲ھ بمطابق ۲۷/۴/۱۴۱۲ھ

الاستفتاء



از کراچی ۲۸ اپریل ۱۴۱۲ھ لیاقت آباد کراچی مکان نمبر ۱۸/۴۱۲۱ شریعتی طابق تھا
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں زید نے اپنی زوجہ سے
بکر کو کئی بار بدفعلی میں دیکھا اور بکر کو سمجھایا لیکن بکر حرکت سے باز نہیں آیا۔ ایک دن زید
اپنے گھر آیا تو بکر کو اپنی زوجہ سے بدفعلی میں مشغول پایا۔ زید کو دیکھ کر بکر بھاگ نکلا۔ زید اس کے
پیچھے لگا اور اس کو بکر قتل کر دیا۔ کیا شرعاً زید پر قصاص یا دیت واجب ہے؟ بینوا التوجروا
خدا بخش بلو کالونی کراچی



ہاں شرعاً قصاص یا دیت ضرور لازم ہے کما نص علیہ القرآن الکریم



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

والحديث العنيف والكتب الفقهية في القتل عمدا وغيره من
التفاصيل -

رہا یہ کہ فقہائے کرام نے یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ ایسی حالت میں تعزیراً قتل
جائز ہے اور قاتل پر قصاص یا دیت لازم نہیں تو وہ زید کو مفید نہیں کیونکہ زید نے بکر کو ایسی
حالت میں نہیں بلکہ بعد میں جب کہ بھاگ کر مکان سے بھی نکل گیا قتل کیا حالانکہ اس کو یہ
اجازت یا اختیار شرعاً حاصل نہیں تھا، فتاویٰ عالمگیری طبع مصر ج ۲ ص ۱۶۷، فتاویٰ بزازیہ علی
ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۲۳۰ میں ہے والنظم من الاولى سنل الہند وانی
رحمہ اللہ تعالیٰ عن رجل وجد مع امرأتہ رجلاً ایحل لہ قتله قال ان
كان يعلم انه یمنزجر عن الزنا بالصیاح والضرب بمادون السلاح لا یحل
وان علم انه لا یمنزجر الا بالقتل حل لہ القتل ان طاع عتہ المرأة حل لہ
قتلہا ایضاً کذا فی النہایۃ وکذا نقلہ ایضاً فی الفتح طبع مصر ج ۵ ص ۱۱۳
والتبیین ج ۳ ص ۲۰۸ والبحر ج ۵ ص ۴۱ والتنویر والدر علی ہامش
الشامیہ ج ۳ ص ۲۴۸ ولكن بتنکیر المرأة ای "امرأة" بدل "امراتہ"
ولا یفید ذلک ان امرأتہ داخلہ فی امرأة وانہ لم یقتل اذ كان معها
بل اذ هرب عنها ولا یوافقہ ایضاً توفیق الشامی فانہ لم یقتل بکرا
قبل الزنا ولا وقت الزنا اذ كان مع امرأتہ بل بعد الفرار عنها والخروج
من مکان کان فیہ معها۔

نیز بحر الرائق ج ۵ ص ۴۲ اور تنویر الابصار، در المختار، شامی ج ۵ ص ۲۵۰، فتاویٰ بزازیہ

ج ۶ ص ۲۳۰ میں ہے والنظم من التنویر ویقیمہ کل مسلم حال مباشرة

المعصية وبعده ليس ذلك لغير الحاكم - بحر الرائق اور شامی میں ہے لو عذرہ
حال کونہ مشغولاً بالفاحشة فله ذلك لان ذلك نهى عن المنكر
فكل واحد مأمور به و بعد الفراغ ليس بنهى عن المنكر لان النهى
عام مضى لا يتصور فيتمحض تعزيراً وذلك الى الامام اور فتح القدیر
وغیرہ سے اصل مسئلہ کی علت و مبنیٰ بھی یہی واضح کہ بدکاری میں مشغولیت کے وقت اجازت قتل
ہے جبکہ کسی اور وجہ سے بدکار مشغولیت نہ چھوڑے، نص الفتح ج ۵ ص ۱۱۳ و هذا
تنصيص على ان الضرب تعزير يملكه الانسان وان لم يكن محتسبا
و صرح في المنتقى بذلك وهذا لان من باب ان التامنكر باليد و
الشارع ولى كل احد ذلك حيث قال من رأى منكم منكراً فليغيره بيده
فان لم يستطع فليسانه الحديث لان روية المنكر لا تكون الا وقت
الاشتغال وكذا التغيير وهذا مفاد ما مر عن البحر والشامى ايضا
بهر حال اس شمس کی طرح واضح کہ زید کو اس صورت میں شرعاً قتل کی اجازت
ہرگز ہرگز نہ تھی لہذا مجرم ہے پھر عورت کو جو اس فساد کی اصل بڑھ ہے قتل نہ کرنا بھی اسکے
عدم ثبوت اور صدق و سداد کی دلیل ہے۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم وعلى اله

واسمہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۵ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ ۸-۵-۱۴



<http://t.me/Tehqiqat>

بیو

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



احل الله البيع و حرم الربو
(البقرة : ۲۷۵)

”حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا سود“



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

طلب كسب الحلال فريضة بعد

الفريضة

شعب الايمان ، بيهقى
باب فى حقوق الاولاد و الاهلين

جلد : ٦ ، صفحہ : ٤٢٠

”علاں روزگار کی تلاش“ فرائض کے بعد ایک اہم

فريضة ہے“



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کتاب البیوع



اسلام ایک جامع دین ہے، اس میں زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ جہاں ہمیں عبادت کا حکم دیا گیا ہے، وہیں معاشرتی معاملات اور اقتصادیات و معاشیات کے آداب و اخلاق کی طرف بھی بھرپور رہنمائی فرمائی گئی تاکہ بندہ مومن کی پوری زندگی مرضی خداوندی کے مطابق بسر ہو اور زندگی کی ناگزیر ضروریات کی انجام دہی بھی عبادت قرار پا جائے۔ ان ہی معاملات میں ایک نہایت اہمیت کا حامل معاملہ لین دین، خرید و فروخت اور تجارت ہے۔

چونکہ اکثر و بیشتر فسادات اور خرابیوں کی جڑ اور بنیادی فتنہ ناجائز طور پر جمع کیا گیا مال ہے، اس لئے اسلام نے رزق حلال کی اہمیت پر بہت زیادہ زور دیا ہے جب کہ دیگر نظاموں میں حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں۔

اسلام میں ذخیرہ اندوزی، دھوکہ دہی، ملاوٹ، جعلی اشیاء کی تیاری،

اسمگلنگ اور دیگر ناجائز ذرائع سے کاروبار کرنے کی سختی سے مذمت کی گئی ہے، ارشاد ربانی ہے:

يا ايها الذين امنوا لا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل الا ان تكون تجارة عن تراض منكم....

(النساء: 29)

”اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری باہمی رضامندی سے“
نیز فرمایا:

و اوفو الكيل اذا كلتم بالقسط اس المستقيم ذلك خير و احسن تاويلا

(بنی اسرائیل: 35)

”اور جب تم کسی چیز کو ٹاپنے لگو تو پورا پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تولو، یہ بہت بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے“
اسلام حلال ذرائع سے دولت کمانے کے بارے میں منع نہیں کرتا بلکہ اس کی ترغیب دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا فضل قرار دیا:

فاذا قضيت الصلوة فانتشروا في الارض و ابتغوا من فضل الله و اذكروا الله

كثيرا لعلكم تفلحون

(الجمعة: 11)

”پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل (رزق حلال) کو تلاش کرو اور کثرت سے اللہ کی یاد کرتے رہو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو“



کتاب البیوع

احادیث مبارکہ میں بھی رزق حلال اور جائز تجارت کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة

(مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ: 242)

”حلال کمائی کی تلاش‘ فرائض کے بعد ایک اہم فریضہ ہے“

نیز فرمایا:

التاجر الصدوق الامین مع النبیین و الصدیقین و الشهداء

(ترمذی، ابواب الیسوع، باب ما جاء فی التجار)

”راست گو اور امانت دار تاجر (روز محشر) انبیاء کرام، صدیقین

اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا“

فقہائے کرام نے قرآن و حدیث سے استنباط کر کے خرید و فروخت اور تجارت کے مسائل ”کتاب الیسوع“ میں بڑی تفصیل سے تحریر فرمائے ہیں۔ جائز اور ناجائز صورتوں کو واضح کیا ہے تاکہ رزق حلال میسر آ سکے اور حرام ذرائع کا سد باب ہو۔

بیوع، جمع ہے بیع کی، علامہ راغب اصفہانی (م 502ھ) نے بیع کا لغوی معنی یوں بیان کیا ہے:

البیع اعطاء المثل و اخذ المثل

”قیمت والی چیز دے کر قیمت وصول کرنا“ یہ بیع ہے اور اس

کے برعکس شراء (خریدنا) ہے، یعنی قیمت دے کر قیمت والی چیز لے لینا“



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کِتَابُ الْبَيْعِ

کبھی بیع کی جگہ شراء (خرید) اور شراء پر بیع کا اطلاق ہوتا ہے،
جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ
”(یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے) انہیں چند درہموں کے
بدلے بیچ دیا“ یہاں بیچنے کو شراء (خریدنا) کہا گیا۔۔۔۔۔ نیز حدیث
پاک میں ہے:

لَا يَبْعِينَ أَحَدَكُمْ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ

”کوئی شخص دوسرے کی خریداری پر خریداری نہ کرے“ یہاں
شراء کی جگہ بیع کا لفظ استعمال ہوا ہے“
(المفردات، جلد: 1، صفحہ: 144)

علامہ ابن نجیم (م 970ھ) فرماتے ہیں:
اگرچہ لغت کے اعتبار سے خرید و فروخت کرنے والوں میں
سے ہر ایک کو بائع کہا جاسکتا ہے، تاہم بائع سے متبادر طور پر بیچنے
والے کا مفہوم ذہن میں آتا ہے۔

(البحر الرائق، ج: 5، صفحہ: 256)

علامہ ابوالبرکات نسفی (م 710ھ) بیع کا شرعی معنی لکھتے ہیں:

هُوَ مِبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ بِالتَّرَاضَى

(کنز الدقائق، کتاب الیسوع، صفحہ: 207)

”باہمی رضامندی سے مال کے عوض مال کے متبادلہ (لین دین)

کو بیع کہتے ہیں“

صاحب بحر، بدائع صنائع کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

کتاب البیوع

کسی مرغوب چیز کا مرغوب چیز سے تبادلہ بیع کہلاتا ہے۔
بیع کبھی قول سے ہوتی ہے اور کبھی فعل سے، اگر قولا ہو تو یہ ایجاب و قبول ہے (جیسے ایک نے کہا، میں نے ”بیچا“ اور دوسرے نے کہا ”خریدا“)
اور فعلا ہو (جیسے ایک شخص قیمت ادا کر کے چیز لے لے اور زبان سے کچھ نہ کہے تو یہ بیع تعاطی ہے

(البحر الرائق، جلد: 5، صفحہ: 257)

بیع و شراء کی شرائط

(1) خرید و فروخت کرنے والے عاقل بالغ ہوں، پاگل اور ناسمجھ بچہ کی بیع درست نہیں۔

(2) ایجاب و قبول ایک مجلس میں ہو۔

(3) بیچی جانے والی چیز کا ملک میں ہونا ضروری ہے، جنگل کی لکڑیاں یا شکار کو فروخت کرنا جائز نہیں، ہاں اسے قبضہ میں لینے کے بعد فروخت کیا جا سکتا ہے۔۔۔۔۔ یونہی اپنی مملوکہ زمین کے کنارے اگنے والی گھاس کی بیع درست نہیں کہ وہ مملوکہ نہیں۔

(4) بائع اور مشتری کا ایک دوسرے کے کلام کو سننا۔

(5) مبیع (بیچی جانے والی چیز) کا مال متقوم ہونا ضروری ہے، اس لئے مردار کی بیع درست نہیں کہ یہ مال ہی نہیں۔۔۔۔۔ یونہی خنزیر اور شراب کی بیع، کہ یہ مسلمانوں کے حق میں مال متقوم نہیں۔

(6) مبیع ملک میں ہونا اور مقدور التسليم ہونا ضروری ہے، حمل کی بیع درست نہیں کہ ابھی اس کا قبضہ دینا اور خریدار کے سپرد کرنا ممکن نہیں، ہو



سکتا ہے کہ بیماری کی وجہ سے پیٹ پھولا ہوا ہو یا حمل زندہ نہ ہو۔

(7) بیچی جانے والی چیز اور اس کی قیمت میں کوئی ابہام نہ ہو۔۔۔۔۔

مثلاً اگر کہے کہ ریوڑ میں سے کوئی بکری میں نے بیچی، تو یہ بیع درست نہیں ہو گی کہ اس طرح کی بیع مبہم ہونے کی وجہ سے باعث نزاع بن سکتی ہے۔

غرض اسلام نے ہر اس طریقہ کی ممانعت کر دی، جو دھوکہ دہی، اشتباہ اور نزاع کا باعث بنے۔ اسی لئے شریعت میں ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ، جعلی اشیاء کی تیاری، دھوکہ دہی اور سٹہ وغیرہ کو حرام قرار دیا گیا ہے، تاکہ رزق حلال میسر آ سکے اور حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچا جاسکے۔

فقہائے کرام نے خرید و فروخت کے آداب و مسائل پر بہت تفصیل سے لکھا ہے۔۔۔۔۔ کاش ہمارے ملک میں مکمل اسلامی قوانین کا نفاذ ہو، شرعی اصولوں کے مطابق خرید و فروخت اور تجارت کا نظام رائج ہو تاکہ اسلامی برکات کا ظہور ہو اور معاشرہ سرمایہ کارانہ استحصال سے نجات پا کر خوشحال ہو سکے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ آج کل چونکہ اسلامی قوانین کا نفاذ نہیں ہے اسی لئے تجارت میں بھی ان اصولوں کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔۔۔۔۔ اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ فتاویٰ نوریہ کی اس جلد میں کتاب الفرائض بہت مفصل ہے، کیونکہ اس میں لوگوں کا مالی مفاد اور طمع ہے، اسی لئے وراثت کے مسائل کثرت سے پوچھے گئے، مگر خرید و فروخت کے معاملات میں کتاب الیسوع کے اندر صرف نو (9) استفتاءات ہیں۔۔۔۔۔ ظاہر ہے فتاویٰ میں صرف انہیں سوالات کا جواب دیا جاتا ہے



کتاب البیوع

جن کے بارے میں استفتاء کیا جائے۔

اس موضوع پر استفتاءات کی کمی سے حرمت و حلت کے سلسلے میں عوام کی لاپرواہی اور تجارتی امور کے بارے میں شرعی احکام معلوم کرنے میں عدم دلچسپی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(مرتب)



<http://t.me/Tehqiqat>

کتابُ البیوع

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ قرض گندم
شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیسوا ما جری بین من سرب العالمین۔
استفتی المحترم جناب سید مہر علی شاہ صاحب دام لطفہ



بلا شک و شبہہ در یہ قطعاً قرض گندم جائز ہے، عنایہ شرح ہدایہ ج ۶ ص ۲۷۹،
مبسوط امام بخاری علیہ الرحمہ ج ۴ ص ۳۰، ۳۱، فتح القدیر ص ۲۷۹ و النظم من
المبسوط الاقراض جائز فی کل مکیل او موزون و کذا لک فی

العددیات المستقاربة یعنی قرض دینا جائز ہے ہر ایسی چیز میں جو باپی جائے یا تولی جائے اور ایسے ہی گنتی کی ان چیزوں میں جن کے افراد میں زیادہ فرق نہ ہو، شامی ج ۲ ص ۲۹۹ فی الفتاویٰ الہندیۃ استقرض حنطۃ فاعطی مثلها بعد ما تغیر سعرها یجبر المقرض علی القبول، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۱۰۰ استقرض رجل من رجل حنطۃ وامره ان ینزعہ فی ارض المستقرض فقد صح القرض البتہ گندم چونکہ شرعاً مکمل ہے لہذا یہ ضروری ہے کہ ناپ کر قرض دیا جائے اور ایسے ہی جیکہ گندم گندم فروخت کیجئے، ناپ ضروری ہے اور تول سے جائز نہیں اور روپیہ وغیرہ سے تول کر فروخت کرنا بھی جائز ہے، والمختار ط ۴۵۶ میں ہے ومانص الشارح علی کونہ کیلیا کبر و شعیر و تسر و ملح او ورنیا کذہب و فضۃ فہو کذلک لا یتغیر ابدا فلم یصح بیع حنطۃ بحنطۃ الخ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۹۸ میں ہے لاخیر فی قرض الحنطۃ والدقیق ورننا۔



باقی رہی وہ حدیث شریف جس میں یدابید کی قید ہے، اس کے قرض کی ممانعت سمجھنی نہایت ہی بیجا ہے کہ اس حدیث شریف میں اور ثابت رفع میں لفظ بیع مقدم ہے اور روایت نصب میں بیعوا، مبسوط ج ۲ ص ۱۱۰، ہدایہ مطبوعہ مع الفتح ج ۶ ص ۱۲۴، فتح القدیر، عنایہ شرح ہدایہ ج ۶ ص ۱۲۴، والنظم من العنايۃ وروی بروایتین بالرفع مثلاً بمثل وبالنصب مثلاً بمثل ومعنی الاول بیع الحنطۃ (الی ان قال ومعنی الثانی بیعوا، بحر الرائق ج ۶ ص ۱۲۴، قسطلانی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۲، عینی شرح صحیح البخاری ج ۱۱ ص ۲۵۲ والنظم للعینی قوله والبر بالبرای وبيع البر

بالبر وھکذا یقدر فی البواقی، ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۴۹ میں حدیث مذکور کے تحت ہے والعمل علی هذا عند اهل العلم لا یرون ان یباع البر بالبر الامثلا بمثل اور ایسے ہی بیع، موطا امام مالک ج ۱ ص ۳۲۲ اور اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۹ میں ہے بلکہ اس حدیث شریف کے طرق و روایات کثیرہ میں مادۃ بیع موجود، حدیث دانی صرف اس کا نام نہیں کہ ایک روایت سے حدیث کو دیکھ لیا اور حکم لگا دیا بلکہ طرق مختلفہ پر نظر کر کے نتیجہ نکالنا لازم ہے، صحیح مسلم شریف ج ۲ اور سنن البکری بیقی ج ۵ ص ۲۷۷ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہے ینہی عن بیع الذهب بالذهب بالذهب الحدیث

سنن بیقی ج ۵ ص ۲۷۶، ۲۷۷ میں انہیں حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے لا تتبعوا الذهب بالذهب الحدیث، سنن ابن ماجہ میں انہیں حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الورق بالورق الحدیث تو روز روشن کی طرح معلوم ہوا کہ یدّ ابید کی قید بیع میں ہے تو خواہ مخواہ قرض کو اس حدیث شریف سے کیوں ممنوع قرار دیا جاتا ہے اور اگر یہی شوق دامیگر ہے تو صرف قرض گندم نہیں بلکہ روپیہ اثرنی وغیرہ کا قرض بھی حرام ہو جائے گا کہ اس حدیث شریف میں گندم کے ساتھ سونے چاندی کا بھی ذکر ہے، یہ عجیب کہ ایک چیز حرام ہو جائے اور دوسری حلال حالانکہ دونوں ایک ہی حدیث شریف میں یکساں مذکور ہوں، بیع تو مبادلۃ السال بالسال بالتراخی کا نام ہے اور قرض ما تعطیہ من مثلی لتقاضاۃ یعنی وہ مثلی شے مجھے دیا جائے اور اسی کا تقاضا کیا جائے، یہیں سے معلوم ہوا کہ قرض درحقیقت ایک خاص قسم کی عاریۃ کا نام ہے تو جواز خود بخود



ہی ثابت ہو گیا۔

مبسوط ج ۴ ص ۳۱ میں ہے ان القرض فی معنی العاریۃ لان
ما یستردہ المقرض فی الحکم کانه عین ما دفع اذ لو لم یجعل کذلک
کان مبادلتہ الشیء بجنسہ نسیئۃ وذلک حرام اور ایسے ہی ص ۳۲
میں ہے یعنی قرض معنی عاریۃ میں ہے اور جو چیز قرض دینے والا واپس لیتا ہے
حکمًا ایسا ہے گویا کہ اسی چیز کو واپس لیتا ہے جس کو اس نے دیا ہے اور یہ مبادلہ
نہیں، ہاں اگر مبادلہ ہوتا تو تمام مکیلات و موزونات میں قرض حرام ہوتا اور صرف
گندم کی تخصیص نہ ہوتی مگر جب حقیقتہً مبادلہ نہیں تو جائز ہے اور صورت مبادلہ
کا اعتبار نہیں اور یہی وجہ ہے کہ لفظ عاریۃ سے بھی قرض ثابت ہو جاتا ہے، مبسوط
ج ۴ ص ۳۲، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۱۰۰ میں ہے والنظر من الہندیۃ
وعاریۃ کل شیء یجوز قرضہ قرض تو اس وشمس کی طرح واضح ولاح ہوا
کہ قرض گندم جائز ہے۔



واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتحدوا حکم و صلی اللہ
تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم۔
حررہ الفقیر الودیع محمد نور الدین النعمانی القادری نورہ ربہ قوہ علی کل غی و غوی
۲۱ رذی قعدہ ۱۳۶۳ھ

استقراض الحفظ قطعاً جائز ہے، جو شخص اس کا منکر ہو گویا کہ وہ
اقوال اہل سنت اور حدیث شریف کا منکر ہے کیونکہ استقراض الحفظ
حدیث شریف اور معتبرہ کتب فقہیہ سے ثابت ہے، قبلہ عجیب صاحب



نے جو جواب فرمایا ہے، بالکل ان کے موافق ہے۔
فقیر غلام رسول غفرلہ نائب مدرس دارالعلوم خفیفہ فریدیہ

الاستفتاء

بحضرة عمدة الامثال وزبدة الافاضل مولوی محمد نور اللہ صاحب
سلمان اللہ تعالیٰ من المصائب

السلام علیکم قبل ازیں ایک مسئلہ لکھ کر حوالہ طالب علموں کو کیا تھا، امید کہ آپ کو مل گیا ہو گا لہذا حامل روانہ ہوتا ہے، آپ جواب مسئلہ لکھ کر حوالہ اس کے کر دیں، تاکید ہے، بوجہ عدم فرصت مکمل تحقیق نہیں کی گئی، کچھ تحقیق کی ہے کہ آپ کی تحقیق سے مکمل ہو جائیں گے، مختصر یہ ہے کہ ایک شخص کی چند موہراں و ایک نامہ دو ہرٹیاں زری چوری ہو گئی ہیں، کس یہ ذوات الامثال یا ذوات القیم ہیں اور اندازہ قیمت کس وقت کا ہو گا، وقت چوری یا خصومت یا فیصلہ جواب مسئلہ مفصل ہے، سند کتاب تحریر کریں، اگر نہ لکھا ہو تو لکھ کر حوالہ حامل ہذا کریں۔ اس مسئلہ میں مختلف فتویٰ علماء سے ہیں، کچھ فتویٰ میرے خلاف ہیں اور کچھ موافق، اس واسطے میں نے آپ سے فتویٰ طلب کیا

ۛ حال شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد (مرتب)



تاکہ تسلی ہو جائے۔
نصیل الدین بقلم خود از رکن پورہ ضلع مظفرگڑی



زبور از موزون ہے اور موزونات ذوات الامثال ہیں لہذا زبور
مثلی ہے تو مضمون بالمثل ہوگا، رہا یہ شبہ کہ جمیع موزونات ذوات الامثال
نہیں کہ جن کی تبعض مضر ہو وہ ذوات الامثال نہیں، تکملہ فتح القدر ج ۸ ص ۲۲۹
میں ہے من الموزونات ما ليس بمثلي وهو الموزون الذي
في تبعضه ضرر كالصوغ من القمم والطشت ومثله
في العناية شرح الهداية (جز ۸ ص ۲۲۹) اور جن میں صنعت عباد کو دخل ہو
وہ بھی مثلی نہیں، یہ دو عنوان ہیں، معنون تقریباً ایک ہی ہے۔

اقول یہ استشار علی طریق العموم نہیں کہ زبور ضرور شامل ہو سکتا ہے بہت سی
چیزیں مثلی ملتی ہیں جنہیں تبعض ضرور دیتی ہے اور صنعت عباد سے ہیں مثلاً شامی
ج ۵ ص ۱۶۰ میں فضولین سے ہے حتی لوکان سوار بان اتخذ اعني
الصابونين من دهن واحد تضمن مثله، اسی صفحہ میں ہے اما

کتاب البیع

الکاغذ فمثلی کما فی الہندیۃ قلت وکذا فی الفصولین
اسی جلد کے ص ۱۶۱ میں ہے والخل والعصیر والمدیق والنخالة والجص
والنومة والقطن والصوف وغزله والتبن بجميع انواعه مثلی
لہذا شامی علیہ الرحمہ نے ہی تصریح فرمادی کہ اگر ثالث مصنوعات میں ممکن ہو تو مثلی
ہو سکتی ہے ج ۵ ص ۱۶۰ فعلى هذا ينبغي ان يقال ان امكنت المسألة
بلکہ در اہم ودانیر کو تبصیر ضرور ضرر پہنچاتی ہے اور صنعت عباد سے بھی ہیں مگر اجماعاً
مثلی ہیں ولله الحمد علی حسن الافہام بلکہ در المختار اور رد المختار میں جو مشیت
کا ضابطہ در رد منخر وغیر ہما سے بیان کیا ہے شامی کے یہ لفظ ہیں وقد فصل
الفقهاء المثليات وذوات القيم ولا احتیاج الى ذلك فمما يوجد له
المثل في الاسواق بلا تفاوت يعتد به فهو مثلي وما ليس كذلك
فمن ذوات القيم، ہر کلیہ میں زیور ضرور داخل کہ اول تو اس کی مثل بازاروں
میں بلا تفاوت ہی مل سکتی ہے ورنہ تفاوت غیر معتد بہ کے ساتھ تو ضرور مل سکتی ہے
اور اختلاف زمانہ کی وجہ سے نرخ کا مختلف ہونا مشیت کو مضر نہیں، شامی ج ۲
ص ۲۳۹ میں ہے ولا ينظر الى غلاء الدر اہم ولا الى رخصها و
كذلك كل ما يكال ويوزن (الی ان قال) وفي الفتوى الہندیۃ
استقرض حنطة فاعطى مثلها بعد ما تغير سعرها يجبر المقروض
على القبول، اسی صفحہ میں ہے ولہذا اظہر انہ لو كانت الدر اہم
خالصة او غالبۃ كالریال الفرنجی فی زماننا فالواجب سد مثلها الخ
ہاں اختلاف و تفاوت آحاد موزون و مکمل کی وجہ سے نرخ مختلف ہو جائے تو
مشیت کو مضر ہے کما فی رد المحتار ج ۵ ص ۱۶۱ مفہوماً پس یہی ظاہر



کہ زیور مثلی اور مضمون بالمثل ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام جل مجدہ اتم واحکم وعلی اللہ

تعالیٰ علی السحبوب السعلی والہ وصحبہ وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۰۰۵ھ

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ زید
کیڑا خریدنے کے لئے کراچی روانہ ہوا تو بکر نے بھی بارہ سو روپیہ زید کو دیا کہ
جیسا کیڑا اپنے لئے خریدیں ویسا ہی میرے لئے خرید کر لیتے آنا تو زید نے
ویسا ہی کیا مگر علیحدہ نہ لایا، جب بکر مانگنے گیا تو کیڑا دینے کا نہ اقرار کیا نہ انکار اور
اس کیڑے کو فروخت بھی بلا اجازت کرتا رہا، تین چار روز کے بعد کیڑا چوری ہو گیا
تو بکر اپنے روپیہ کا زید سے مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
نیز آیات قرآنی و حدیث شریف سے فتویٰ وغیرہ سے جواب مزین فرمایا جائے۔
مولوی غلام حسین ساکن چک ۱۸۱ از سنگو کا ضلع مظفر گڑھی





زید اندریں صورت وکیل ہے اور وکیل امین ہوتا ہے اور امین پر لازم کہ امانت کی رعایت کرے اور خیانت نہ کرے اور ایسے ہی زید نے وعدہ کیا اور وعدہ کی وفا بھی ضروری ہے، حضرت رب العالمین ارشاد فرماتا ہے والذین هم لا منتهى وعهدهم ساعون، سورة المؤمنون وسورة المعارج تفسیر ارشاد اعظم اسلم کبیر، بیضاوی، جلالین، صاوی، جمل، مدارک، معالم التنزیل، خازن میں ان امانت و عہد کے عموم کو عموم پر ہی برقرار رکھا، خازن کے کلمات یہ ہیں ومنها ما یكون بین العباد کالودائع والصنائع والاسرار وغیر ذلك فیجب الوفاء به ایضاً۔ (ج ۵ ص ۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کے تین نشان بیان فرمائے اگرچہ وہ روزے دار اور نمازی اور اسلام کا مدعی ہو، جب بات کرے، جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے، پورا نہ کرے اور جب امین بنایا جائے، خیانت کرے، 'ایة المنافق ثلاث' مراد مسلم وان صام وصلى ونما عدا انه مسلم ثم اتفقا اذا حدث كذب واذا وعدا خلف واذا اؤتمن خان، مشکوٰۃ شریف ص ۷۱، ان دو آیتوں اور ایک حدیث شریف کے علاوہ صدہا آیات و احادیث سے ثابت کہ رعایت امانت و عہد نہایت ضروری ہے، تو زید کا کپڑا ملا دینا جو امانت



میں خیانت اور وعدہ خلافی ہے، بدترین جرم ہے اور موجب ضمان ہے،
مبسوط ج ۱۱ ص ۱۱۰، فتاویٰ قاضیخان ج ۴ ص ۷۰، سراجیہ ص ۸۳، ہدایہ ج ۳
ص ۲۵۷، عنایہ ج ۷ ص ۲۵۵، کفایہ ج ۷ ص ۲۵۵، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۲۶۹،
وقایہ شرح الوقایہ ج ۴ ص ۲۸۲، کنزالدقائق ص ۲۹۹، قدوری ص ۱۵۰، بحر الرائق
ج ۷ ص ۲۷۶، تنویر الابصار، در المختار و رد المختار ج ۴ ص ۶۸۵، خلاصۃ الفتاویٰ
ج ۴ ص ۲۸۱ والنظر من التنویر لو خلطها المودع بسا لہ بخیر اذن
بحیث لا تتمین ضمنہا، در المختار وغیرہ اسفار مذکورہ میں یہ علت بیان فرمائی
لاستہلاکها بالخلط، بحر الرائق ج ۷ ص ۱۴۱، در المختار تصریحاً و شامی تقریباً
ج ۴ ص ۵۶۲ میں ہے انہ امین خصوصاً جب بکرنے پر شرط کیا کہ الگ لئے
کہ شرط مؤکل کا اعتبار ضروری ہے اور اسی بنا پر وکیل کو امین کیا اور بارہ سو
روپیہ کا گراں قدر سرمایہ دیا، شامی ج ۴ ص ۵۶۵ میں ہے وجہ امتناع الامر
ان کل ما قید به المؤکل ان مفیداً من کل وجه یلزم
سعا یتہ، نیز مؤکل کے مطالبہ کی صورت میں نہ دنیا بھی عند القدرۃ موجب ضمان
ہے، زبان سے تو اگر زید نے انکار نہیں کیا مگر فروخت کرنا جو شروع کر دیا، یہ
دلیل جس غصب ہے جو موجب ضمان ہے، کنز الدقائق ص ۲۹۹، بحر الرائق ص ۲۷۵
در المختار شامی ج ۴ ص ۶۸۲، ہدایہ ج ۳ ص ۲۵۷، عنایہ ج ۷ ص ۲۵۴، فتاویٰ عالمگیری
ج ۳ ص ۲۷۱ والنظر من الہندیۃ فان طلبہا صاحبہا فحبسہا
عندہ و هو یقدر علی تسلیمہا ضمن تو اگر ملا دینے کی وجہ سے ضمانت
شرعاً لازم ہوتی تب بھی اس وجہ سے ضمان لازم ہو جاتی۔

الحاصل زید پر لازم کہ بکرنے کے کپڑے کی قیمت بطور ضمان بطیب خاطر

کتاب البیوع

ادا کر دے کہ دنیا و آخرت میں رسوائی نہ ہو، حدیث شریف میں ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الا لا ايمان لمن لا امانة له ولا دين لمن لا عهد له، خبردار نہیں ایمان اس شخص کا جو امین نہیں اور نہیں دین اس کا جو وفادار نہیں، رواہ البغوی فی السعالم باسنادہ حضرت رب العالمین فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا اوفوا بالعقود اور یہ بھی تاکید فرماتا ہے ان الله يامركم ان تؤدوا الامنت الى اهلها بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ادا کرو، تفسیر خازن، معالم التنزیل، ابوالسعود، کبیر، جلالین، بیضاوی وغیرہ میں ہے والنظر من الخائن لا يستمتع من خصوص السبب عموم الحكم فيدخل في ذلك جميع الامنت التي يحصلها الانسان۔

والله تعالى اعلم وعلم سجل مجده اتموا احکم و صلی
الله تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حرره الفقیر الوب الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
ربیع الثانی ۱۳۶۸ھ

الاستفتاء

ایک آدمی نے اپنی گائے کی قیمت یکصد روپیہ مقرر کر کے کسی دوسرے

آدمی کو پچاس روپیہ وصول کر کے نصف پر دے دی، بعد ازاں وہ مر گئی یا
چوری ہو گئی تو کیا پچاس روپیہ اپنے حصہ کا اس مشتری نصف سے
لے سکتا ہے یا نہیں؟



شرعاً اس صوت کا نام شرکت ہے اور شرکت بھی صحیح ہے فتاویٰ الہندی
ج ۲ ص ۳۰۹ میں ہے والحيلة في ذلك ان بيع نصف البقرة
من ذلك الرجل ونصف الدجاجة ونصف بذى الفيلق
بشمن معلوم حتى تصير البقرة واجناسها مشتركة بينهما فيكون
الحادث منها على الشركة كذا في الظهيرية اور شرک شرعاً
امین ہے، قوری ص ۱۲۵، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۴۰۱، والخيار رد المحتار ج ۳
ص ۴۸، کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۵ ص ۱۸۰، ہدایہ، فتح القدیر ج ۵ ص ۴۰۲
میں ہے والنظم من الهداية وبداية في النحال بیدامانت
فتح القدیر میں ہے ای بید الشریک مطلقاً اور امین پر بلا تعدی
ضمان نہیں وذا مقاساً شرعاً اور شرح الوقایہ ج ۲ ص ۴۰۱، فتاویٰ ہندیہ



کتاب البیوع

ج ۲ ص ۳۰۶، ۳۰۷ میں ہے والنظم من الہندیۃ وما ضاع
من مال الشریکۃ فی ید احدہما فلا ضمان علیہ فی نصیب
شریکہ ویقبل قول کل واحد منہما فی متاع ضاع مع یمینہ
کذا فی البدائع، شامی ج ۳ ص ۴۷۸ میں ہے قوله والضیاع
ای ضیاع المال کلا۹ او بعضا ولو من غیر تجارۃ تو مشتری نصف پر
جواب کا شریک اور امین بھی ہے، ضمان نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اشد واحکم وصلى
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عردہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ نصرہ ربہ وقواہ
۱۵ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

الاستفتاء

نوٹ:۔ جس میں سوال درج نہیں صرف درج ذیل عبارت تحریر ہے۔ (مرتب)
”حضرت مولانا مولوی نصیر الدین صاحب رکن پوری کے سوال کا جواب“



بگرامی خدمت اشل البرکت حضرت مولانا صاحب دامت نصرتکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :- مزاج بہایوں !

حسب تصریح فقہار کرام مضاربہ میں صورت خسران میں شرط
اشتراک رب المال و مضارب فی الخسران باطل ہے اور مضاربہ صحیحہ ہوتی
ہے، بدائع صناعہ ج ۶ ص ۸۶، ہدایہ ج ۳ ص ۲۲۲، عالمگیری ج ۳ ص ۲۳۵
میں ہے والنظم من البدائع لو شرطاً فی العقد ان تكون
الوضیعة علیہما بطل الشرط والمضاربة صحیحة مگر
اصل قیاس عدم جواز ہے اور جزئیات و مسائل عامہ کی بناء عرف و عادت
تجاریہ پر ہے جو صورت رسم و عادت تجاریہ میں آجائے وہ جائز ہے جب تک
نص آیت حدیث کی تصریح غیر مآول کے مصادوم و متعارض نہ ہو، کتب
مذہب مذہب کی مضاربہ دیکھئے استدالات مسائل میں من صنع
التجاری من رسم التجار، عادة التجار عرف التجار متعارف
التجار المعروف بین التجار کے ہم معنی کلمات متکرر و مکرر گونج رہے
ہیں جن سے نمایاں و ہریدہ ہے کہ مبنی و مدار عرف و عادت ہے بلکہ خود
فقہائے کرام نے تصریح کلیت عرف و عادت فرمادی، بدائع ج ۶ ص ۸۸ میں
تصرف المضارب مبنی علی عادة التجار، مبسوط ج ۲ ص ۳۸ میں ہے



کتاب البیوع

ما هو من صنع التجار يملك المضارب بمطلق العقد،
ہدایہ ج ۳ ص ۲۵۱ میں ہے کہ الاموال عام المعروف بین الناس
نیز مبسوط ج ۲۲ ص ۲۷ میں ہے تصرف المضارب غیر مقید بمثلہ
بل بما هو من صنع التجار عادة، تنویر الابصار میں ہے واعتادہ
التجار، واختار میں ہے هذا هو الاصل، نہایہ اور شامی نے مقرر کیا،
ج ۲ ص ۷۷، نیز مبسوط ج ۲۲ ص ۲۵ میں ہے مالیس من صنع
التجار عادة كسواء السفينة يؤخذ باصل القياس فيه
اور حدوث وقدم عرف دونوں کا اعتبار ہے للاطلاق المذكورة
والاطلاق حجة قوية كما بين في مظانه اور جزئیات خاصہ سے
بھی ہوا ہے۔



تمام متقدمین متفق ہیں کہ اگر مال مضاربیت میں سلطان جابر طمع کرے
اور مضارب دفع شر کی غرض سے کوئی چیز دے کر نجات حاصل کرے تو اس کی ضمان لازم ہوگی
مضارب پر مگر متاخرین نے عدم ضمان کی تصریح فرمادی، مبسوط ج ۲۲ ص ۶۸
عالمگیر ج ۳ ص ۶۳، عقود الدرر ج ۲ ص ۲۷، میں ہے والنظم من
العقود قال مشائخنا رحمهم الله تعالى في زماننا لا ضمان
على المضارب فيما يعطى من مال المضاربة الى سلطان
طمع الخ یعنی اگر مضارب مال مضاربیت اپنے مال میں ملا دے تو ضمان
پڑتی ہے مگر متاخرین نے فرمایا، اگر عرف عام ہو جائے تو ضمان نہیں، عقود الدرر
ج ۲ ص ۷۳ میں ہے وغلب هذا التعارف فانه لو خطط المضارب
ذلك لا يضمن ثلثين ج ۲ ص ۱۳۱ میں ہے ان المفتی لیس



لہ الجسود علی السنقول فی کتب ظاہر الروایۃ من غیر
مراعاة الزمان و اہلہ و الا یضیع حقوقا کثیرة و یكون
ضررہ اعظم من نفعہ، نیز ص ۱۳۲ میں ہے من البحر
عن الکافی و الاحکام تبتنی علی العرف فیعتبر فی کل اقلیم
وفی کل عصر عرف اہلہ نیز ص ۱۳۳ میں ہے فہذاہ النقول
ونحوہا دالۃ علی اعتبار العرف الخاص وان خالف المنصوص
علیہ فی کتب المذہب مالہ لم یخالف النص الشرعی
نیز اسی میں ہے لیس للمفتی ولا القاضی ان یحکما بظاہر
الروایۃ ویتزکا العرف و المختار ج ۴ ص ۴۹۰، ثلاثین ج ۲ ص ۱۲۲
میں علامہ عینی سے ہے و البنا علی العادة الظاہیۃ واجب
میں نے بھی طرح استفسار کیا ہے، آج عرف عام یہ ہے کہ رب المال
و مضارب دونوں شریک نفع و نقصان ہوتے ہیں تو فتوائے جواز چاہئے
بلکہ لازم و لا بدی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ
و صحبہ و بارک و سلم۔

باقی سائل زبانی عرض کرے گا باذنہ تعالیٰ۔

عزیز محمد سعید و حافظ صاحب و غیر ہم احباب سے سلام مستوفی الاسلام

عزہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۰ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ

الاستفہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ غلام محمد سہو اور قائم دتو کی دکان آڑھت کی میاں چنوں میں تھی اور قائم دتو نے غلام محمد کو کہا تھا کہ میں چک میں دکان پر کام کرتا رہوں گا اور تو آڑھت کی دکان چلا اور نفع و نقصان ہمارا، تمہارا یہاں اور وہاں کا نصف و نصف ہوگا لہذا غلام محمد کام کرنے لگ گیا، روٹی کے موقع پر کچھ زمینداروں اور دکانداروں نے کہا کہ ہمارا سودا کارخانہ سے کرا دے تو اس نے ان کی کیپس کا جواز تیرہ روپے تھی، چوتیس روپے فی من کے حساب سے کرا دیا، جب کیپس اتارنے لگی تو بھاؤ تیز ہو گیا، زمینداروں اور دکانداروں نے مال نہ دیا، کارخانہ والوں نے غلام محمد سے مال طلب کیا، غلام محمد نے آکر قائم دتو کو کہا کہ میاں یہ بات ہے تو بھی کوشش کراؤں میں بھی کرتا ہوں، وہ چپ رہا، غلام محمد نے کوشش کے مال پورا تو کیا لیکن پھر بھی بھاؤ کی گرانی کی وجہ سے جو کہ تقریباً پینتالیس، پچاس روپے کو پہنچ چکا تھا ۱۹۵۱ء روپیہ خسار اڑھا، اب قائم دتو انکار کرتا ہے کہ میں نہیں ادا کرتا، تو اکیلا ادا کر دے لیکن میاں چنوں اور بوردیوالہ وغیرہ کے آڑھتی اور سیکرٹری وغیرہ نے فیصدہ دیا کہ یہ چیز ہماری آڑھت کے سودوں میں عام رائج ہے اور عرف عام کو پہنچ چکی



ہے کہ اس سے متنازع فیہ مقدمہ میں دونوں فریق نصف و نصف کے ذمہ دار ہیں اور مولوی دلی محمد نے قائم دتو کے حق میں فیصلہ دیا تھا لیکن بورہ لو الہ میں جب اس نے تحقیق کی تو پہلے فیصلہ کو رد کر دیا اور اپنی قلم سے لکھ دیا کہ میں نے پہلا فیصلہ جو کیا تھا وہ بغیر تحقیق کے تھا، اب تحقیق کرنے سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ سودا کنٹریکٹ آرٹھت میں ہی شامل ہے اور دونوں فریق نصف و نصف کے خسارہ کے ذمہ دار ہیں مولوی دلی محمد کی قلمی تحریر اور آرٹھتیوں کے فیصلہ جناب کی خدمت میں حاضر کئے گئے ہیں، جناب ہر بانی فرما کر شریعت کے رو سے مدلل فیصلہ فرمائیں کہ آیا یہ رقم قائم دتو کو دینی آتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

السائل: غلام محمد ولد احمد دین قوم سہو سکھ چک ۲۵-۱۶-۱۴
تحصیل وضع منگمری
۲۴.۱۰.۵۴

نوٹ: دیگر عرض یہ ہے کہ یہ جھگڑا ہمارا چھ سال سے چلا آرہا ہے اس پر جو کچھ میرا خرچ آیا ہے اس کے لینے کا بندہ حقدار ہے یا نہیں؟ (سائل نے استفسار کے ساتھ ہی ایک میاں چنوں کی ۱۵-۹-۵۴ کی تحریر جس میں بہت سے معتبر آرٹھتیوں کے دستخط تھے، حاضر کی اور ایک منڈی بورہ لو الہ کے آرٹھتیوں کی ۱۶-۹-۵۴ کی تحریر جس میں ذمہ دار آرٹھتیوں کے دستخطوں کے علاوہ مولوی دلی محمد کی قلمی تحریر موجود تھی، بھی حاضر کی۔)





۱۔ صورت مندرجہ بالا میں شرعاً مسمی قائم دلو پر لازم کہ حسب دستور و رواج سہمی غلام محمد سہو کو نصف رقم خسارہ ۹۴۵/۸ ادا کر دے کہ شرعاً عرف و رواج کا بڑا اعتبار ہے حتیٰ کہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی کہ مفتی وقاضی کے لئے یہ جائز نہیں کہ عرف کے خلاف فتوے یا فیصلہ کریں رسائل شامی ج ۲ ص ۱۳۳ میں ہے لیس للمفتی ولا للقاضی ان یحکما بظاہر الروایۃ ویترکا العرف الخ اور ص ۱۳۱ میں فرمایا والا یضیع حقوقا کثیرۃ ویکون ضرر کا اعظم من نفع یعنی اگر مفتی عرف و رواج کے خلاف فتوے تو بہت سے حق ضائع کر دے گا اور اس کی ضرر اس کے نفع سے بہت بڑی ہوگی بلکہ علماء فرماتے ہیں کہ جسے اہل زمان کے عادات و اطوار معلوم نہ ہوں تو وہ جاہل ہے عینی فتویٰ نہیں دے سکتا، رسائل کے ج ۲ ص ۱۳۰ میں ہے من لم یکن عالما باہل زمانہ فہو جاہل، رسائل ج ۲ ص ۱۲۴ میں ہے من المسائل التي تختلف حکمها باختلاف عادات اهل الزمان و احوالهم التي لا بد للمجتہد من معرفتها و ہی کثیرۃ جدا لا یسکن استقصاؤها۔

اور مشائخ عظام نے یہ بھی تصریح فرمائی کہ ایسے احکام کا اکتنا عرف پر ہے، شامی ردالمحتار ج ۴ ص ۲۶۲، ۲۶۳ اور رسائل ج ۲ ص ۱۳۲ میں بحر الرائق سے اور بحر الرائق ج ۶ ص ۱۳۶ میں کافی سے ہے والا احکام تبتنی علی العرف فیعتبر فی کل اقلیم وکل عصر عرف اہلہ، ردالمختار شامی ج ۳ ص ۵۱۸ میں ہے ان التعامل یترک بہ القیاس لحديث ماسراہا المسلمون حسنا فهو عند الله حسن، شامی فرماتے ہیں وفی شرح البیوی عن المبسوط ان الثابت بالعرف کالثابت بالنص نیز شامی ج ۴ ص ۲۹۰ میں ہے قال العلامة العینی والبناء علی لعادة الظاهرة واجب، ج ۴ ص ۲۹۱ میں ہے بل مثله کل ما جرت العادة به اور الاشباه والنظائر میں فتاویٰ ظہیریہ اور فتاویٰ بزازیہ سے ہے المشروط عرفا کالمشروط شرعا۔ جسے کوئی شک و شبہ یا زیادت تحقیق کا شوق ہو تو رسالہ نشر العرف نے بنا بعض الاحکام علی العرف اور ردالمحتار وغیرہ کا مطالعہ کرے، پھر یہاں تو قائم و لو نقصان کا صراحتہ التزام بھی کر چکا تو حکم قرآن کریم اوفوا بالعقود کی بنا پر بھی لازم کہ حصر خسارہ ادا کرے۔



۲۔ قائم و لو پر جائز و صحیح خرچ مقدمہ ادا کرنا بھی ضروری ہے لحکم العرف۔

والله تعالى اعلم وعلمه جل مجداه استروا حکم



کتاب البیوع

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیہ ابو الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ بروز اتوار بوقت عصر

تصدیق

حضرت امام اہلسنت واجماعت سید قیامہ ابوالبرکات سید محمد ظلمہ العالی جو مولانا غلام صابر صاحب نے مورخہ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ کو کرائی۔

”حضرت مولانا مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب متع اللہ المسلمین بانوار علومہ نے متناصہین کے بارہ جو فتویٰ ارقام فرما کر حکم صادر فرمایا ہے، اگر تاجروں کے مابین یہی عرف و رواج ہے تو بلاشبہ درست و واجب العمل ہے فقط کما فی

المبسوط الثابت فی الحرف کالثابت بالنص

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ سجدہ عجدہ اتحد واحکم

فقیر قادری ابوالبرکات غفرلہ

نظم مفتی دارالعلوم مرکزی انجمن صواب حنفی لاہور پاکستان

مہر دارالافتار

مرکزی انجمن صواب حنفی لاہور

تائید از

(تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما، غازی کشمیر مجاہد، تحریک ختم نبوت حضرت علامہ ابوالحسنات قادری (مرتب))

جواب صحیح ہے

ابوالحسنات سید محمد احمد قادری خطیب جامع مسجد وزیر خان لاہور

مہر



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک شخص جو کہ گندم وغیرہ کی تجارت کرتا ہے، بایں وجہ دکان میں گندم چنے وغیرہ جمع کر کے رکھتا ہے، گندم کی آمد و رفت ہمیشہ رہتی ہے اور موجودہ نرخ جو بھی ہو اس کے مطابق خرید و فروخت ہوتی رہتی ہے اور فصل کے موقع پر گندم اکٹھی کرتا ہے پھر اسے موجودہ جو بھی نرخ ہو اس کے مطابق وقتاً فوقتاً فروخت کرتے رہتے ہیں، یہ تجارت شرعاً کیسی ہے اور ایسے تاجر کے ساتھ مل کر کام کیا جائے تو کیا حکم ہے؟ ذرا وضاحت سے بیان فرمائیں، عین نوازش ہوگی، بینواتوجروا۔

سائل: محمد سلیمان ازملیسی بمعرفت حضرت مولانا غلام حسین صاحب خطیب ملیسی



ایسی تجارت شرعاً جائز ہے اور نیک بنتی ہو تو ثواب بھی ہے، اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے احل الله البيع نیز فرمایا الا ان تكون تجارة



عن متراض، گندم نخود وغیرہ میں شرعاً ایک صورت تجارت کی ناجائز ہے جسے احتکار کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ شہر کا غلہ جمع کر لے اور انتظار گرانی یا انتظار بقطط میں رہے اور جلدی فروخت نہ کرے اور لوگوں کی تکلیف کا باعث بنے، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۱۰۳ میں ہے وذلک ان یشتري طعاما فی مصر ویستمتع من بیعہ وذلک یضر بالناس اور اگر لوگوں کو فروخت نہ کرنے سے تکلیف نہ ہو تو خرید کر رکھنا احتکار و ناجائز نہیں، اسی میں ہے وان اشتری فی ذلک المصر وحبسہ لا یضر باهل المصر لا بأس بہ اور یہ شخص تو فروخت کرتا رہتا ہے اور لوگوں کو غلہ جمع کر کے بھوکا نہیں رکھتا تو اس میں کسی کا نقصان نہیں بلکہ زمینداروں کا مفاد ہے، اگر ایسی خرید و فروخت بھی جائز نہ ہو تو زمیندار بچارے جس جس جمع کر کے رکھیں تو ان کے ضروریات کیسے پورے ہوں؟ بہر حال یہ صورت احتکار نہیں اور جب جائز ہے تو مل کر کام کرنا بھی ناجائز نہیں بلکہ بہتر ہے کہ اہل اسلام کا میل جول شرعاً محمود ہے اور وہی آیتیں بھی جواز کی کافی دلیل ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانسی غفرلہ

۲۵ ذی الحجۃ المبارک ۱۴۳۷ھ

۴۵



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں، ایک درس گاہ مسجد میں چالو کیا گیا اور فطرانہ زکوٰۃ وغیرہ کی آمدنی سے مدرسہ کے نام سپیکر خرید گیا، کچھ عرصہ بعد درس گاہ علیحدہ ہونے کی صورت میں لاؤڈ سپیکر مسجد واسے چند لوگ ملکیت سمجھ کر درس گاہ کو حقوق ملکیت سے محروم کر دیا اور سپیکر مسجد میں استعمال ہو رہا ہے جس کا شرارت فساد کے ہونے سے اچھے نتیجہ کی امید نہیں لہذا شرعاً فیصلہ کیا حکم ہے، بنیوا توجروا۔

حاجی محمد یوسف بقلم خود ولد محمد رمضان
مستتم مدرسہ جامعہ غوثیہ حضرت خواجہ محمد پیادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ
۱۲۷۹ھ



اگر لاؤڈ سپیکر مسجد کے لئے نہیں، مدرسہ کے لئے خریدا گیا ہے تو وہ مدرسہ کا ہی ہے، اس پر کسی کو اختیار نہیں کہ مسجد کا سمجھ کر مسجد کا قبضہ کر دیں، اذان وغیرہ اس پر ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ ناجائز طریقہ سے حاصل کرے۔



کتاب البیوع

چیز مسجد کے لئے اور زیادہ غیر مناسب ہے، اللہ تعالیٰ کے پاک گھر پر پاک چیز
ہی استعمال کی جائے، حدیث پاک میں ہے ان اللہ طیب لا یقبل
الاطیبا لہذا ان لوگوں پر لازم ہے کہ مدرسہ کا حق مدرسہ کے سپرد کر دیں،
قرآن کریم میں ہے ان اللہ یا مکرہ ان تؤدوا الامنت الی اہلہا۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا
محمد و علی و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

قدوة الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ ۱۸-۹-۷۶

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کہ زید
اور بکر دو حقیقی بھائی تھے، بقضائے الہی زید کا چھوٹا بھائی بکر فوت ہو گیا، زید
نے اپنے برادر زادوں کی کفالت اپنے ذمہ لے لی، ان کے تمام حقوق پورے
اب وہ خود صاحب اولاد ہیں اور اپنی اولاد کے خود کفیل ہیں، کاروبار کے
محافظ سے وہ کسی کے محتاج نہیں، زید کی اولاد بھی جوان ہو چکی ہے اس کو ذاتی
طور پر وسعت مکانی کی ضرورت ہے اس لئے اس کا مطالبہ ہے کہ اس کے بھتیجے

مکان خالی کر دیں لیکن وہ اس شرط پر مکان خالی کریں گے کہ ان کا تیا زید انہیں
مبلغ تین ہزار روپے پہلے دے ورنہ وہ مکان خالی نہیں کریں گے، کیا اس طرح
کا شرطیہ لین دین شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیوا تو جروا۔
نوٹ :- حلفیہ بیان کیا جاتا ہے کہ امرتسر کے غیر دعویٰ دار
مہاجر ہونے کی حیثیت سے زید نے اس مکان کو نقد معاوضہ میں حاصل کیا ہے
اس میں بکر کا قطعاً کوئی حصہ یا دخل نہیں۔



جبکہ زید ان کا محسن و مروتی ہے اور بلا معاوضہ ان کی پرورش اور دوسرے
حقوق پورے کئے ہیں تو ان کا تین ہزار روپے کا مطالبہ بالکل بے جا ہے
جو کسی وجہ سے قطعاً جائز نہیں خصوصاً جبکہ ان کے عقائد و اعمال و اقوال بھی
شرعیّت غرار کے خلاف ہیں تو زید پر لازم ہے کہ ان کو ایک پیسہ بھی نہ دے
بحکم الآيات والاحادیث والفقه۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ

کتاب البیوع

وصحبه وبارک وسلم -

عقدہ الفقیر الہدایہ الخیر محمد نور الشماہی غفرلہ

۱۸ - ۳ - ۷۹

=====



<http://t.me/Tehqiqat>

<http://t.me/Tehqiqat>

سود

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله و
ذروا ما بقى من الربو ان كنتم
مومنين ۝ فان لم تفعلوا فاذنوا
بحرب من الله و رسوله
(البقره : ٧٩ ٢٧٨)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ
گیا ہے سود میں سے“ اگر تم ایمان رکھتے ہو، پھر اگر تم نے
ایسا نہ کیا تو اعلان جنگ سن لو، اللہ اور اس کے رسول کی
طرف سے“



لعن رسول الله ﷺ اكل الربو و
موكله و كاتبه و شاهديه و قال
هم سواء

(صحيح مسلم ، باب الربو)

”رسول الله ﷺ نے سود لینے والے‘ سود دینے
والے‘ سود لکھنے والے اور سود کے گواہوں پر لعنت فرمائی
ہے اور فرمایا کہ وہ سب (اس جرم میں) برابر ہیں“



تعارف

کتاب الربو



اللہ تعالیٰ مالک الملک اور قادر مطلق ہے، اس نے بندوں کی بہتری کے لئے جو احکام مقرر فرمائے ہیں وہ سراسر مبنی بر حکمت ہیں، اس نے ہمیں جو دین عطا فرمایا، اس میں امن و سلامتی، محبت و اخوت، عفو و درگزر اور ہمدردی و خیر خواہی کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلام ایسے عادلانہ معاشی و سماجی نظام کا تصور پیش کرتا ہے جو لوٹ مار، دھوکہ دہی اور ظلم و استحصال سے پاک ہو، اسلام کی منشا یہ ہے کہ دولت کی منصفانہ تقسیم ہو اور یہ صرف چند ہاتھوں میں مرکّز ہو کر نہ رہ جائے بلکہ صدقات و عطیات کی صورت میں دولت امیروں سے منتقل ہو کر غریبوں کی طرف آئے، اس کے برعکس ربو پر مبنی (سودی) نظام غریبوں سے دولت لوٹ کر امیروں کی تجوریاں بھرتا ہے۔

ربو کا معنی

ربو کا مادہ ”ر“ ب “و“ ہے۔۔۔۔۔۔ یہ زیادتی، نمو، اضافہ، بڑھوتری،

بلندی اور چڑھائی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔۔۔۔۔ شیخ ابوالبرکات نسفی علیہ الرحمہ (م 710ھ) اس کا شرعی معنی یوں بیان کرتے ہیں:

هو فضل مال خال عن العوض في معاوضة مال بمال

(مدارک التنزیل، ج: 1، صفحہ: 107)

”بلا معاوضہ مال، مال پر زیادتی، ربو ہے“

یہ لفظ الف، واو اور یاء کے ساتھ ربا، ربو اور ربی تینوں طرح لکھا جا سکتا ہے۔ ربا کی دو قسمیں ہیں:

(1) ربا النسیئہ

(2) ربا الفضل

ربا النسیئہ

سود کی یہ قسم قرض کی صورت میں تھی، امام فخرالدین رازی (م 606ھ) نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

اما ربا النسیئہ فهو النبی کان مشهورا فی الجاهلیۃ، و ذلک انہم کانو

یدفعون المال علی ان یاخذوا کل شہر قدرا معینا، و یکون راس المال باقیبا، ثم

اذا حل الدین طالبو المدیون براس المال، فان تعذر علیہ الاداء زاد فی الحق و

الاجل، فهذا هو الربا النبی کانوا فی الجاهلیۃ یتعاملون بہ

(تفسیر کبیر، ج: 7، صفحہ: 91)

”ربا النسیئہ ایسا امر ہے جو زمانہ جاہلیت میں مشہور اور

متعارف تھا، اس کی صورت یہ ہوتی کہ لوگ کسی شخص کو اس شرط

پر قرض دیتے کہ وہ اس کے عوض ہر ماہ معین رقم ادا کرتا رہے گا،



جبکہ اصل رقم مقروض کے ذمہ واجب الادا رہے گی، مدت پوری ہو جانے کے بعد قرض خواہ، مقروض سے اصل زر کا مطالبہ کرتا جسے مقروض اگر ادا نہ کر سکتا تو قرض خواہ مدت ادائی اور شرح سود میں اضافہ کر دیتا، زمانہ جاہلیت میں یہ طریقہ عام طور پر رائج اور متداول تھا (اور موجودہ دور کے سودی قرضوں کی زیادہ تر یہی صورت ہے)

ربا النسیئہ کو ربا القرآن بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس کی حرمت قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے۔

ربا الفضل

ہم جنس وزنی یا کیلی اشیاء میں زیادتی کے ساتھ دست بدست اور نقد و نقد بیع کو ربا الفضل کہتے ہیں، مثلاً ایک صاع (ٹوپہ) گندم کو دو صاع گندم کے معاوضہ میں نقد فروخت کیا جائے۔۔۔۔۔ ربا الفضل کو ربا الحدیث بھی کہتے ہیں اور اس کی حرمت حدیث پاک سے ثابت ہے۔۔۔۔۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الذهب بالذهب و الفضة بالفضة و البر بالبر و الشعیر بالشعیر و التمر بالتمر

و الملح بالملح مثلاً بمثل سواء بسواء یدا بیدا فاذا اختلفت هذه الاصناف

فبیعوا کیف شئتم اذا كان یدا بیدا

(صحیح مسلم، جلد: 2، صفحہ: 25)

”سونے کو سونے کے عوض، چاندی کو چاندی کے، گندم کو گندم کے، جو کو جو کے، کھجور کو کھجور کے اور نمک کو نمک کے

عوض برابر برابر اور دست بدست فروخت کرو اور اقسام مختلف ہوں
تو جیسے چاہو بیع کرو (یعنی کمی بیشی کے ساتھ بیع کا اختیار ہے)
بشرطیکہ دست بدست ہو“

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ حرمت کا یہ حکم ان چھ اشیاء کے ساتھ خاص
نہیں بلکہ جو چیزیں ان کے معنی میں شریک ہوں ان میں بھی تفاضل کے
ساتھ بیع حرام ہے۔ البتہ ان چھ چیزوں میں حرمت ربا کی علت کے بارے
میں فقہاء کا اختلاف ہے، ملا جیون (م 1130ھ) لکھتے ہیں:

فعلل ابو حنیفۃ بالقدر و الجنس و الشافعی بالطعم و الثمنیۃ و مالک

بلاقتیات و الادخار

(نور الانوار، صفحہ: 71)

”امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م 150ھ) قدر (ماپ تول) اور
جنس میں اتحاد کو، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م 204ھ) طعم (غذائیت)
اور ثمنیت کو، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (م 179ھ) غذائیت اور ذخیرہ کے
قابل ہونے کو علت گردانتے ہیں“

احناف کے نزدیک چونکہ قدر و جنس کا اعتبار ہے، لہذا ہر وہ چیز جس کی
بیع ماپنے یا تولنے سے ہوتی ہے، اتحاد جنس کی صورت میں اس کی تفاضل کے
ساتھ نقد بیع حرام ہوگی اور ادھار میں برابر برابر بھی حرام ہے۔ لہذا ایک
صاع گندم کے بدلے دو صاع گندم کی بیع نقد اور ادھار دونوں صورتوں میں
ناجائز ہے اور ایک صاع گندم کی ایک صاع گندم کے ساتھ بیع نقد و نقد جائز
اور ادھار میں حرام ہے۔ اگر قدر و جنس میں سے ایک وصف پائی جائے تو

تفاضل جائز اور ادھار ناجائز ہے، چنانچہ ایک صاع گندم کے بدلے دو صاع جو کا نقد لین دین کیا جا سکتا ہے اور ادھار میں منع ہے، کیونکہ گندم اور جو کا تعلق قدر (وزن و کیل) سے ہے مگر جنس مختلف ہے۔

یونہی ایک انڈے کے بدلے دو انڈوں کی بیع نقد جائز ہے اور ادھار منع، اس لئے کہ یہاں اتحاد جنس ہے مگر وصف قدر نہیں کیونکہ انڈے وزنی یا کیلی چیز نہیں بلکہ عددی ہیں۔

جہاں قدر اور جنس میں سے کوئی وصف بھی نہ پایا جائے، وہاں بیع میں تفاضل اور ادھار دونوں جائز ہیں، جیسے گھڑی کے عوض میں قلم کا سودا نقد و ادھار جائز ہے کہ ان کی جنس بھی مختلف ہے اور کیلی یا وزنی بھی نہیں۔

حرمت ربو

ربو پہلی شریعتوں میں بھی حرام تھا، یہود میں سود کی عادت بد جڑ پکڑ چکی تھی جس کی وجہ سے وہ غضب الہی کے مستحق ٹھہرے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی نعمتوں کا دروازہ بند کر دیا۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں ہے:

و اخذ ہم الربوا و قد نہوا عنه و اکلمہم اموال الناس بالباطل و اعتدنا

○ للکفرین منهم عذابا الیما

(النساء: 4، آیت: 161)

”اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ وہ اس سے منع کیے گئے تھے اور اس بنا پر کہ وہ لوگوں کے مال ناحق کھاتے تھے اور ان میں سے کافروں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے“
یہود کی یہ رسم بد زمانہ جاہلیت میں عربوں میں بھی رائج ہو گئی۔ حضور



سید عالم ﷺ نے جہاں دیگر رسوم بد کا استیصال فرمایا، وہیں سود ایسے گھناؤنے کاروبار کی سختی سے ممانعت فرمائی۔

وہ معاشرہ جس میں سود کی وبا عام اور لوگ اس کے عادی مجرم بن چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے انسداد سود کے لئے شراب کی طرح بہ تدریج احکام نازل فرمائے

مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی سورۃ روم میں سود پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا:

وَمَا أُتِيتُمْ مِنْ رِبَا لِيَرْبُوا فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوا عِنْدَ اللَّهِ وَ مَا أُتِيتُمْ مِنْ

زَكَاةٍ تَرْيَدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضَعِفُونَ ○

(الروم: 39)

”اور جو مال تم سود حاصل کرنے کے لئے دیتے ہو کہ وہ لوگوں کے مال میں شامل ہو کر بڑھتا (ہی) رہے تو وہ اللہ کے حضور نہیں بڑھے گا اور تم جو زکوٰۃ (اور خیرات) دیتے ہو رضائے الہی کے طلب گار بن کر، پس یہی لوگ ہیں (جو اپنے مالوں کو) کٹی گنا کر لیتے ہیں“

یعنی سود سے جمع کردہ دولت کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی وقعت نہیں، اس کے بعد مدینہ منورہ میں یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَ اتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

(آل عمران: 130)

”اے ایمان والو! دوگنا چوگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے

رہو تاکہ تم فلاح پا جاؤ“



اس آیت مبارکہ میں اس خرابی کی طرف اشارہ فرمایا کہ سود کی رقم دوگنی چوگنی ہو جاتی ہے، جس سے غریب، غریب تر اور امیر، امیر تر ہو جاتے ہیں اور ایسا ظالمانہ استحصال اسلام سے میل نہیں کھاتا۔ اس سے اگلی آیت میں ”و اتقوا النار التي أعدت للكافرين“ ”کافروں کے لئے تیار کردہ آگ سے بچو“ فرما کر سود خوروں کو سخت تہدید فرمائی، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

ہی اخوف ایہ فی القرآن حیث اوعد اللہ المنافقین بالنار المعدة للكافرين

ان یشقوہ فی اجتناب محارمہ

(مدارک، جلد: 1، صفحہ: 141)

”یہ آیت آیات قرآنی میں سب سے زیادہ ڈرانے والی ہے“ اس میں دوزخ سے، جو درحقیقت کفار کے لئے تیار کیا گیا ہے، ان (عملی) منافقین کو بھی ڈرایا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے نہیں بچتے۔“

اس کے بعد درج ذیل آیات میں سود کو دو ٹوک انداز میں حرام قرار دیا گیا:

الذین یا کلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم النبی ینخبطہ الشیطن من المس
ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربوا و احل اللہ البیع و حرم الربوا فمن جاءہ
موعظۃ من ربہ فانتہی فلہ ما سلف و امرہ الی اللہ و من عاد فاولئک اصحاب النار
ہم فیہا یدخلون ○ یمحق اللہ الربوا و یربى الصدقات و اللہ لا یحب کل کفار
اثیم

(البقرہ: 275 - 276)

”جو لوگ سود کھاتے ہیں (قیامت کے دن) نہ کھڑے ہوں گے
مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جسے چھو کر شیطان نے مغبوط الحواس
بنا دیا ہو‘ یہ حالت اس لئے ہوگی کہ وہ کہا کرتے تھے بیع تو سود ہی کی
مانند ہے حالانکہ حلال فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجارت کو اور حرام کیا سود
کو‘ پس جس کے پاس اپنے رب کی طرف سے نصیحت آئی‘ پھر وہ
(سود سے) باز آگیا تو جو پہلے لے چکا سو وہ لے چکا‘ اور اس کا معاملہ
اللہ کے سپرد ہے اور جو شخص پھر سود کھانے لگے وہ دوزخی ہیں‘ وہ
اس میں ہمیشہ رہیں گے“

ان آیات مبارکہ میں سود خوار کی شدید مذمت بیان فرمائی کہ وہ روزِ حشر
مغبوط الحواس‘ جنون زدہ اور لڑکھڑاتے ہوں گے‘ ان آیات میں اس وقت کی
سرمایہ دارانہ ذہنیت کے ایک باطل مزعومہ کا رد فرمایا‘ آج کے سود خواروں کا
بھی یہی استدلال ہے کہ سود میں بھی بیع ہی کی طرح کا منافع ہے‘ پھر کیا وجہ
ہے کہ بیع حلال ہے اور سود حرام ہو۔۔۔۔۔ حالانکہ یہ تصور سرے سے غلط‘
سراسر لغو اور باطل ہے کیونکہ بیع میں آدمی کی محنت‘ ذہانت اور سرمایہ خرچ
ہونے کے ساتھ ساتھ تاجر کو منافع حاصل ہونے کا یقین نہیں ہوتا‘ اسے ہر
لحظہ نقصان کا دھڑکا رہتا ہے‘ اس کے برعکس سود خوار مہاجن کو اصل زر
محفوظ رہنے کے ساتھ ایک متعین رقم برابر ملتے رہنے کا کامل یقین ہوتا ہے‘
یہ زائد رقم مفت خوری کی بدترین شکل اور غریب‘ لاچار اور مظلوم لوگوں
کے استحصال کے سوا اور کچھ نہیں۔۔۔۔۔ تجارت میں گاہک طے شدہ قیمت‘
اپنی ضرورت اور رضامندی سے سودا خریدتا ہے‘ جبکہ سود میں ضرورت مند



کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے۔

مفسد سود

اللہ تعالیٰ نے سود کو یوں ہی حرام قرار نہیں دیا، حقیقت یہ ہے کہ اس میں بے شمار مفسد ہیں۔

☆ سود آدمی کو بے رحم بنا دیتا ہے، سود خوار کا مطمح نظر جلب زر اور طلب منفعت ہے، جس کی وجہ سے وہ بے مروت، شقی اور سنگدل بن کر غریبوں کی مجبوری سے نہایت بے رحمی کے ساتھ فائدہ اٹھاتا ہے اور بے ایمانی اور فریب دہی کے نت نئے طریقے ایجاد کرتا ہے۔

☆ سود خواری کی وجہ سے مال و زر کی محبت اس کے دل میں راسخ ہو جاتی ہے اور وہ طمع، لالچ اور حرص میں اس حد تک جا پہنچتا ہے کہ حلال و حرام کا امتیاز کھو بیٹھتا ہے۔

☆ سود خور خود غرضی، بخل، ظلم، شقاوت اور سنگدلی کا مرقع بن جاتا ہے، وہ معاشرہ میں امداد باہمی اور ہمدردی و خیرخواہی کی صفات سے محروم ہو جاتا ہے، بلا محنت و مشقت مال ہاتھ آجانے کی وجہ سے اس کے نفس میں دناوت و زرپرستی کی ہوس غالب ہو جاتی ہے اور وہ ذاتی مفادات کا اسیر بن کر رہ جاتا ہے۔۔۔۔۔ اس کا ہر قدم اسلام کی منشا کے خلاف اٹھتا ہے۔

سود کے ایسے ہی مفسد کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس کی حرمت کا اعلان انتہائی تہدید آمیز الفاظ میں کیا، ارشاد فرمایا :

یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الربو ان کنتم مومنین ○ فان

لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلُمُونَ

○ وَلَا تَظْلُمُونَ

(البقرہ: 79 - 278)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود میں سے اگر تم (صدق دل سے) ایمان رکھتے ہو، پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اعلان جنگ سن لو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اور اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لئے تمہارے اصل مال ہیں، نہ تم ظلم کیا کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے“

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس قدر شدید تہدید کسی اور گناہ کے بارے میں نہیں فرمائی، اس واضح تنبیہ کے بعد بھی جو باز نہ آئے اس کے لئے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔

حرمت سود پر احادیث مبارکہ بڑی کثرت سے وارد ہیں۔

ظاہر ہے یہ شدید وعید اور حرمت سود کا شرعی حکم صرف ایسے کاروبار کے لئے ہے جس پر سود کا اطلاق ہوتا ہو۔

شریعت مطہرہ نے جہاں سود کو حرام قرار دیا وہاں تجارت اور جائز طریقہ سے نفع کمانے کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔۔۔۔۔ سود کی لعنت سے بچنے اور جائز منافع کی ایک بہترین صورت مضاربت ہے، جس کی شرعاً اجازت دی گئی ہے۔

مضاربت میں ایک شخص کا سرمایہ ہوتا ہے اور دوسرا شخص اس پر محنت کرتا ہے، نفع میں آدھے یا تہائی حصہ کا معاہدہ کر لیا جائے تو یہ منافع جائز اور



حلال ہو گا۔۔۔۔۔ اس صورت میں جتنا منافع ہو گا اسی تناسب سے سرمایہ خرچ کرنے والے کو حصہ ملے گا۔ بنک بجائے سود کے مضاربت کا طریقہ رائج کرے تو سود کی لعنت سے بچا جاسکتا ہے۔

فتاویٰ نوریہ کی کتاب الربو انتہائی مختصر ہے، اس میں صرف تین استفتاءات کے جوابات دیے گئے ہیں۔

جس معاشرے کی انفرادی و اجتماعی معیشت کا تمام تر انحصار سود پر ہو اور صاحب تقویٰ لوگوں کے لئے بھی اس مصیبت سے بچ نکلنا نہایت مشکل ہو چکا ہو، ایسے معاشرے کے افراد میں سودی معاملات کا فہم حاصل کرنے کا جذبہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس موضوع پر استفتاءات بہت کم موصول ہوئے ہیں۔

(مرتب)



کتب الزہراء

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے کہ کیا غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے لئے سود دینا یا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس وقت انگلینڈ میں آباد لاکھوں مسلمانوں کو یہ مسئلہ درجہ ذیل صورتوں میں درپیش ہے :

۱۔ ہر ایک مسجد کمیٹی مسلم ویلفیئر کمیٹی یا مسلم فیوژنل (کفن و دفن) کمیٹی وغیرہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے اپنے متعلقہ ارکان سے چندہ اکٹھا کر کے ایک فنڈ قائم کرتے ہیں اور حفاظت کی خاطر بنک میں رکھتے ہیں، بنک اس رقم پر سود دیتا ہے جو اس رقم میں جمع ہوتا رہتا ہے۔

۲۔ مزدوری پیشہ لوگ اپنے پس انداز اثاثے بنکوں میں جمع کراتے ہیں اور بنک اس میں قانون کے مطابق سود کا اضافہ کرتا ہے۔

۳۔ بعض اشخاص کئی ضرورتوں کے لئے بنک یا فنانس کمپنیوں سے قرضے لیتے ہیں

اور بنک اس قرض پر سود وصول کرتے ہیں۔

۴۔ چونکہ معاملہ تو بہت سنگین ہے یعنی رہائشی مکانوں کی خریداری، یہاں مکان اتنے مہنگے ہیں کہ کوئی بھی شخص پہلی بار رہائش کے لئے مکان نہیں خرید سکتا لہذا اسے بنک فنانس سوسائٹی سے پانچ دس یا پندرہ سال کے لئے قسطوں پر قرضہ حاصل کرنا پڑتا ہے جسے مارگج کہتے ہیں۔ اس قرضہ پر بنک یا فنانس سوسائٹی سود وصول کرتی ہے حتیٰ کہ کمی کمیٹیاں بھی نماز روزہ کے لئے کوئی عمارت برائے مسجد خریدنا چاہیں اور اپنے ارکان و دیگر امدادی احباب کے تعاون کے باوجود مطلوبہ رقم مہیا نہیں کر سکتیں تو مجبوراً بنک کی طرف رخ کرتی ہیں اور مارگج کے مرحلہ سے گزرتی ہیں یعنی متعلقہ عمارت کے کاغذات بنک میں رکھ کر مطلوبہ رقم حاصل کرتے ہیں اور اس پر سود ادا کرتے ہیں۔

۵۔ کچھ عرصہ سے پاکستانی بنکوں نے بھی اپنی شاخیں قائم کی ہیں۔

اگر تو سود ہر حال میں ناجائز ہے پھر تو مسلم، اگر غیر مسلم بنک سے جائز ہے تو مسلم بنک یا کمیٹی کے بارے میں کیا حکم ہے، اگر اس کے لئے بھی وہی حکم ہے تو فہم ابھوت دیگر مسلمان سود وغیرہ کی جائز سہولت کے پیش نظر پاکستانی بنک سے لین دین نہ رکھیں تو قومی ملکی مفاد پر اثر پڑتا ہے۔

۶۔ انشورنس جو سود اور حوا کی ترقی یافتہ صورت ہے غیر مسلم ممالک میں بھی کیا اس کے دارالاسلام والے ہی احکام ہیں یا دارالحرب میں کچھ گنجائش ہے اور مسلمان اپنے مال اولاد کے حفظ و اتمام کے تحت غیر مسلم ممالک میں انشورنس کر سکتے ہیں۔

امید واثق ہے کہ آپ ائمہ اربعہ کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرما کر اجر کے مستحق ہونگے (نوٹ) استفادہ لندن سے بواسطہ حضرت مولانا علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب مدظلہم بھیرہ شریف

مؤرخہ ۸۰-۵-۲۲ کو موصول ہوا۔



مالِ حربی غیر معصوم مباح ہے، جب کہ اس پر غدر و خیانت کے سوا اس کی رضا سے قبضہ کر لے تو مالک ہو جاتا ہے لہذا اس میں رُبو جاری ہی نہیں ہوتی۔ بدائع ص ۵ ص ۱۹۲ میں ہے فمنہا ان یكون البدلان معصومین فان كان احدهما غیر معصوم یتحقق الربو عندنا (الی ان قال) وعلى هذا الاصل یخرج ما اذا دخل مسلم دار الحرب تاجرا فباع درهما بدرهمین (الی ان قال) یتیحون عند ابی حنیفة و محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نیز اسی میں ہے ولہما ان مال الحربی لیس بمعصوم بل هو مباح فی نفسہ لان المسلم المستامن منع من تملکہ من غیر رضاہ لما فیہ من الغدر والخیانۃ الخ اور یونہی قدوری اور اس کی شرح الجوہرۃ النیرہ ج ۲ ص ۲۶۲ میں ہے بتقریر حسن جدا اور یونہی تنویر الابصار، در المختار، طحطاوی علی الدر ج ۳ ص ۱۱۲ میں ہے، طحطاوی کے لفظ یہ ہیں وقد تقدم ان شرط الربو عصمة البدلین جمیعاً اور یوں ہی ہدایہ اور اس کی شرح عینی ج ۳ ص ۱۶۵ میں ہے اور فتح القدیر وغنایہ ج ۶ ص ۸۷۸ میں بھی اور یونہی غرر الاحکام مع شرح درالحکام ج ۲ ص ۱۸۹

میں ہے اور مبسوط ج ۱۲ ص ۵۶ اور ہندیہ ج ۳ ص ۶۴ وغیرہ میں یوں ہی ہے۔

یعنی علی الہدایہ اور فتح القدیر مبسوط وغیرہ میں حدیث مرسل ہے والنظم
للسرخسی علیہ الرحمتہ ذکر عن مکحول عن رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قال لا ریب بین المسلمین و بین اهل الحرب
وهذا الحدیث ان کان مرسلًا فمکحول فقیہ ثقتہ والمرسل من
مثله مقبول وهو دلیل لابی حنیفہ و محمد رحمہما اللہ حالانکہ
جب کوئی مجتہد کسی حدیث سے استدلال کرے تو وہ تصحیح حدیث ہے کما فی کشف الغمہ
والشامی ج ۲ ص ۵۱ والنظم لہ ان المجتہد اذا استدلل بحدیث
کان تصحیح حالہ کما فی التحریر وغیرہ اور اس میں دونوں صورتیں برابر ہیں
مسلمان کو نفع پہنچے یا حرجی کو، چنانچہ مبسوط ج ۱۲ ص ۵۹، فتح القدیر اور عنایہ ج ۶ ص ۱۷۸،
طحاوی علی الدر ج ۳ ص ۱۱۲ میں ہے والنظم من المبسوط ویستوی ان کان
المسلم اخذ الدرہمین بالدرہم او الدرہم بالدرہمین
لانہ طیب نفس الکافر بما اعطاہ قل ذلک او کثر و اخذ
مالہ بطریق الاباحتہ کما قررناہ۔



۴۔ تک کے جوابات واضح ہو گئے اور ۶ کا یہی جواب ہو گیا کہ یہ سب سود
نہیں اور جائز ہے، باقی ۵ کا معاملہ ذرا سنگین ہے مگر چونکہ اب پاکستانی بینک بھی سود نہیں
کہتے بلکہ منافع کے نام سے دیتے ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ یہ ایک مضاربت کی صورت ہے
گو فاسد ہی ہو تو قبضے سے ملک ثابت ہو جاتا ہے اور پاکستانی بینکوں کے ہوتے ہوئے
غیر مسلم بینکوں کی طرف میلان قومی اور ملکی وقار سخت مجروح ہوتا ہے جو اس سے بھی بُرا ہے
بہر حال مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مضاربت کی بنا پر ہے حالانکہ مبسوط ج ۱۲ ص ۵۸، ۵۹

کتب النبی

میں ہے ان فعل المسلم يجب حملہ علی احسن الوجوه ما امكن
شامی ج ۳ ص ۳۶۳ میں ہے حمل احوال المسلمین علی الصلاح واجب
اور ارشاد رب العالمین ہے ان بعض الظن اثم وقد جاء النهی فی
الاحادیث المبارکة عن الظن السوء۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاكرم
والصاحب وصحبہ وبارک وسلم۔

عزیز الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۶ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ ۲۲-۵-۸۰



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ زید نے چند
دکانیں کرایہ پر دینے کے لئے تعمیر کرائیں، اب کرایہ ماہوار کے علاوہ کرایہ داروں سے
ایک ایک لاکھ روپے بطور پگڑی وصول کرتا ہے اور کرایہ نامہ یا زبانی ان سے یہ طے کرتا ہے
کہ جب وہ دکان چھوڑیں گے اور دوسرا کرایہ دار جو وہاں آئے گا، لاکھ روپے سے
جتنا زائد بطور پگڑی دے گا اس زائد رقم کا ۲۵ فیصد مالک دکان یعنی زید لے گا۔
قرآن و حدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں یہ پگڑی والی رقم اور زائد رقم



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پگڑی کا ۲۵ فیصد شرعاً جائز ہے یا حرام؟
رشید احمد نوری مینجر تاج مشن، لاہور



اشیاء میں اصل اباحت ہے یعنی جب تک دلائل شرعیہ سے کسی شے کی حرمت و ممانعت ثابت نہ ہو حلال و جائز الاستعمال رہتی ہے۔ استعمال کرنے والے پر کوئی گرفت نہیں کہ ایسی شے ہے ہی معاف۔ قرآن کریم نے صاف صاف فرمادیا ہے عَفَىٰ اللَّهُ عَنْهَا (سورۃ المائدہ) (ترجمہ) اللہ انہیں معاف کر چکا ہے۔
مضمیموں اور آیات و احادیث سے ثابت ہے۔ دیکھو فتاویٰ نوریہ ج ۱ ص ۲۵۴ اور جب یہ عرف خاص ہے یعنی کرایہ پر دکانیں اٹھتی ہیں اور لوگوں کو معلوم ہے تو اسلئے بھی جائز ہے کہ اہل اسلام کا عرف یعنی رواج معتبر ہے، دیکھو فتاویٰ نوریہ میں اس کی تفصیل۔ بہر حال یہ عامیانہ خیال ہے کہ ایسے معاملات میں لوگ اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر اتنا بوجھ ہے حالانکہ کرایہ داروں کو بھی کافی منافع ہوتا ہے تب ہی تو وہ خرچ کر دیتے ہیں۔



محرر مذہب حنفیہ امام محمد شاگرد امام اعظم علیہما الرحمہ فرماتے ہیں قال
محبذوبنا خذ مالکم تعرف شیئاً حراماً بعینہ

وهو قول ابي حنيفة واصحابه كذا في الظهيرية۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى عليه وسلم۔

عزّه الفقير الوب الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ مطابق ۸۲-۴-۲۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں
ایک شخص نے بغرض تجارت ۱۰۰ افراد سے دو لاکھ روپیہ اس شرط پر قرض لیا
کہ ایک ماہ بعد واپس کر دے گا اور پچاس ہزار روپیہ بطور انعام ۱۰ افراد کو
قرعہ اندازی کے ذریعہ تقسیم کر دے گا، جس کا نام کل آئے تجارت میں نفع یا
نقصان میرا، قرعہ اندازی میں ان افراد کے نام نکلے جن کے صرف ۱۰۰ یا ۱۰ ہزار
روپیہ قرض دیا تھا، ان کو یہ انعام حلال ہے یا حرام؟
محمد رفیق قاضی ۵۲۸، ریلوے پولیس لائن لاہور



انا للہ وانا الیہ راجعون، عجب وقت ہے، جیسے بہانوں سے حرام کھانے

کی کوشش، حضور پاک نے فرمایا تھا کہ نام بدل کر شراب استعمال ہوگی اوکسا
قال، یہ کیا انعام ہے، سیدھا سود کہیں، پھر قرعہ اندازی کہیں، بالکل پرہیز
کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ على حبيبہ والہ وصحبہ
وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۹۰۱۰۸۰



مشکوۃ ص ۴۶ (مرتب)

<http://t.me/Tehqiqat>

فن

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



و ان کنتم علی سفر و لم تجدوا
کاتبا فرھن مقبوضۃ

(البقرہ : ۲۸۳)

”اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو کوئی چیز
گروی رکھ لیا کرو اور اس کا قبضہ دے دیا کرو“



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ان النبی ﷺ اشتری طعاما من رجل
یهودی الی اجل و رهنه درعا من
حدید

صحیح بخاری
باب شری النبی ﷺ بالنسیئة

”نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی کے پاس اپنی
لوہے کی زرہ گروی رکھ کر اس سے ادھار غلہ خریدا“



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تعارف

کتاب الرہن

گروی رکھنے کو عربی میں رہن کہتے ہیں۔ امام برہان الدین المرغینانی علیہ الرحمہ (م 593ھ) رہن کا لغوی معنی یوں بیان کرتے ہیں:

حبس الشئ باى سبب کان (ہدایہ)

”چیز کو روک لینا‘ سبب خواہ کوئی بھی ہو“

اصطلاح شریعت میں رہن (گروی رکھنا) یہ ہے کہ کسی کے مال کو اپنے پاس اس لئے روک لینا تاکہ اس کے ذریعے اپنے حق کو کلی یا جزوی طور پر وصول کر سکے۔

گویا رہن کا مقصد یہ ہے کہ قرض لینے والا جب قرض دہندہ کے پاس اپنا مال گروی رکھ دے گا تو اسے یقین ہو گا کہ مجھے قرض واپس مل جائے گا اور رقم ضائع نہیں ہوگی۔

گروی رکھنے کا حکم قرآن کریم میں آیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

ان کنتم علی سفر ولم تجدوا کتابا فرهن مقبوضۃ

(البقرہ: 283)



”اور اگر تم سفر میں ہو اور تحریر کنندہ موجود نہ ہو تو کوئی چیز

گروی رکھ لیا کرو اور اس کا قبضہ دے دیا کرو“

اس آیت مبارکہ میں بحالت سفر گروی رکھنے کا بیان ہے، جب کہ حضر

میں رہن کا جواز حدیث پاک سے ثابت ہے۔۔۔۔۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

لقد رهن النبي صلى الله عليه وسلم درعاً له بالمدينة عند يهودي و اخذ منه

شعيراً لاهله

(بخاری، جلد: 1، صفحہ: 278)

”نبی کریم ﷺ نے مدینہ پاک میں ایک یہودی کے پاس

اپنی زرہ گروی رکھی اور اس سے اپنے اہل خانہ کے لئے جو قرض

لئے“

قرض کے بدلے اپنی کوئی چیز گروی رکھنے والے کو ”راہن“ اور جس

کے پاس سامان گروی رکھا جائے اسے ”مرتن“ کہتے ہیں، جب کہ گروی

رکھی گئی چیز کو ”مرہون“ اور کبھی ”رہن“ بھی کہہ دیتے ہیں۔

مرہون (گروی رکھی گئی چیز مثلاً زمین، جانور وغیرہ) سے مرتن کو نفع

حاصل کرنے کی اجازت نہیں۔ اگر کھیتی باڑی کرے یا جانور پر سوار ہو، دودھ

وغیرہ استعمال کرے یا کسی بھی صورت میں نفع اٹھائے گا تو وہ ناجائز اور سود

کے زمرہ میں شمار ہو گا۔

گروی چیز اگر مرتن سے ضائع ہو جائے، اس کی مالیت قرض جتنی ہے تو



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کتاب الزہد

حساب برابر ہو گیا۔ اگر مرہون کی قیمت زیادہ ہے تو قرض ساقط ہو گیا اور مرتن، راہن کو کچھ نہیں دے گا کہ قرض سے زائد مالیت امانت تھی جس کے ضیاع کی کوئی ضمانت نہیں اور اگر گروی چیز کی قیمت قرض سے کم ہو مثلاً یہ چیز پانچ صد روپے کی ہو اور قرض ایک ہزار روپے تھا تو پانچ صد ساقط ہو گئے بقایا پانچ صد روپے گروی رکھنے والا (راہن) مقروض شخص، مرتن (قرض دہندہ) کو ادا کرے گا۔

کتاب الرہن میں تین استفتاءات کے جوابات ہیں۔

(مرتب)



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کتاب الزہرۃ

کتاب الزہرۃ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید زمین خریدنے کے لئے بکر سے آٹھ ہزار روپیہ مانگا تو بکر نے روپیہ اس شرط پر دیا کہ رقم کی ادائیگی تک زمین میرے قبضہ میں رہے اور حجبہ آمدنی بھی میری ہی ہوگی جب رقم ادا کی گئی تو زمین واپس دے دوں گا مگر وہ آمدنی اس رقم میں شمار نہ کی جائے گی تو کیا بکر کی یہ شرط درست ہے اور آمدنی بغیر عوض کے لے سکتا ہے یا نہیں؟ بیسوا توجروا۔

نیز آیات و حدیث و فقہ سے جواب درست فرمایا جاوے۔

سائل: مولوی غلام حسین چک ۱۸/۲ سنگو کا ضلع منٹگمری



بکرنے آٹھ ہزار قرض کے عوض آٹھ ہزار لینا ٹھہرایا اور زمین کی آمدنی مدت
مجبور تک بھی مزید برائے یعنی شرط کی اور یہ صراحتاً سود ہے کہ شریعت غرار کا سلم
قاعدہ ہے کہ ایسا قرض جس میں مقرض کی منفعت مشروط ہو رہے تفسیر غار
ج ۱ ص ۲۵۲، تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۵۲، تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۲۳۴ میں ہے
کل قرض جر منفعة فهو ربا و مثله في المبسوط للامام شمس العیسیٰ
السرخسی ج ۱ ص ۳۵ والدر المختار و رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۲
نیز شامی ج ۲ ص ۲۲۲، شامی ج ۵ ص ۲۲۴ میں جواب الفتاویٰ سے ہے اذا كان
مشروطا صار قرضا فيه منفعة وهو ربا، فتح القدر ج ۶ ص ۱۴۶ میں
القرض بالشرط حرام، مبسوط ج ۱ ص ۳۵، ہدایہ مطبوع مع الفتح ج ۶ ص ۲۵۶
فتاویٰ خیر پور میں والنظم من الخيرية وقد نهى عن كل قرض جر
منفعة فتاویٰ عالمگیری میں ہے قال محمد فی کتاب الصرف ان
ابا حنیفہ کان یکرہ کل قرض جر منفعة، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۰ میں
حضرت ابن میرین سے ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ روپے قرض دئے
اس شرط پر کہ اس کے گھوڑے پر سواری کرے گا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ



صحابی نے فرمایا ما اصاب من ظہر فہو بآ اس پر جو سواری کرے وہ سود ہے
موطا امام مالک ص ۲۸۳ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا
وان کان قبضۃ من علف فہو سربا کہ اگرچہ مٹھی بھر گھاس ہو تو وہ بھی سود
ہے، سنن بیہقی کے اسی صفحہ پر حضرت فضالہ بن عبدیہ صحابی سے ہے کہ آپ نے
نے فرمایا کل قرص جرم منفعۃ فہو وجہ من وجوۃ الربوا، سنن بیہقی
ج ۶ ص ۳۸ میں حضرت ابراہیم تابعی سے ہے کہ سلف صاحبین (جو سادات
تابعین اور صحابہ کرام تھے) رہن سے ذرہ بھر نفع اٹھانے کو بھی ضرور ضرور برا جانتے
تھے ان کا نوالیکر ہون ان یستمتعوا من الرهن بشیء، اسی صفحہ پر
امام شافعی کا فتویٰ نقل فرماتے ہیں لیس للہم تہن منها شیء اور ایسے ہی
ص ۳۹ میں حضرت معاذ بن جبل صحابی اور شعبی تابعی سے ہے اور حضرت
شریح جلیل القدیہ تابعی اور حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی نے اس کا نام سو رکھا
حضرت شریح کا ذکر ان الفاظ میں ہے سئل شریح عن رجل یرتہن
بقرة فشرب من لبنہا قال ذلک شرب الربوا اور حضرت ابن مسعود کا
فتویٰ کنز العمال ج ۳ ص ۲۲۸ میں بھی مذکور ہے برمز عب والنظم حباء
رجل الی ابن مسعود فقال ان رجلا یرتہن فرسا فکبہتا قال
ما اصبحت ظہرہا فہو ربی اور سود سخت ترین حرام ہے اور بدترین کام
قرآن کریم کی متعدد آیات مبارکہ اور بحثر احادیث شریفہ اور اجماع امت و جمیع مکہ
اور قیاس شرعی سے ثابت سود اور شقاوت سود خوار ثابت، قرآن کریم کی صریح
ایک آیت پاک سنئے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی
من الربوا ان کنتم مؤمنین وان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من



اللہ ورسولہ" اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے
سود، اگر تم مسلمان ہو، پھر اگر ایسا نہ ہو تو یقین کرو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا
اور صرف ایک حدیث شریف بھی نہیں، مشکوٰۃ شریف^{۲۲۶} میں بروایت ابن ماجہ وبقی
فی شعب الایمان سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم نے فرمایا الربوا سبعون جزءاً یسرھا ان ینکح الرجل امہ
یعنی سود کے ستر ٹکڑے ہیں، ان ستر کا سب سے ہلکا یہ ہے کہ مرد اپنی ماں کے ساتھ
مجامعت کرے، اعادنا اللہ تعالیٰ من ذلک۔

فتویٰ کو ذرا طول اس وجہ سے دیا کہ آج یہ وبائے عام واقع ہے کہ
لوگ ایسی صورتوں کو رہن کا نام دے کر اس خالص سود کو شیر مادر تصور
کئے ہوئے ہیں حالانکہ ہمارے حضرات فقہائے کرام
نے ایسی صورتوں کو اجارہ فاسد کے مرتبہ میں قرار دیا کہ اگر نفع اٹھائے تو
اجر لازم اور رہن نہ ہوگا، شامی ج ۵ ص ۴۲۷ میں ہے قال فی التتارخانیۃ
مانصہ و لو استقرض دسراہم وسلم حماسہ الی المقرض
یستعملہ الی شہرین حتی یوفیہ نینہ او داسرہ یسکنہا فہو
بمنزلۃ الاجارۃ الفاسدۃ ان استعملہ فعلیہ اجر مثله
ولا یكون رہنا اور ایسے ہی ص ۵۳ میں ہے معنی یادۃ التعلیل
لان المستقرض انما اسکنہ فی دارۃ عوضا عن منفعة القرض
لا یجانا، بلکہ یہ لزوم اجر مثل حدیث شریف سے مستفاد ہے، کنز العمال ج ۳
ص ۲۲۷، ۲۲۸ میں بریز طب حضرت سرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے
من رہن اسرنا بدين علیہ فانہ یقضى من ثمرتها ما فضل



بعد نفقتها يقضى ذلك من دينه ذلك الذى عليه بعد ان يحسب
لصاحبها الذى هو عنده عمله ونفقتة بالعدل التحاصل
اجر مثل دے کر جان چھڑائے اگر کچھ نفع اٹھا چکا ہے تو اور اگر ابھی تک نفع نہیں
اٹھا چکا تو شرط کو اٹھا کر معاملہ نیک کر لے ورنہ زمرہ سود خواراں میں داخل اور وعید
عذاب پر بخواراں اُسے شامل ہوگا، وما علینا الا البلاغ لبین۔

والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدته اتعروا حکم وصلى
الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ انجمی نصرہ ربہ القوی

۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۶۵ھ

الجواب صحیح

نصیر الدین، رکن پور

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کہ زید نے
بکر سے مبلغ بیس روپے بطور قرضہ طلب کیا کہ مجھے بیس روپے کی ضرورت ہے مجھے
بکر نے کہا کہ کل تم کو دوں گا اور وعدہ اس وقت ادائیگی قرض کا ایک ماہ کا دونوں
فریقوں نے مقرر کیا۔

دوسرے روز زید نے اپنے لڑکے کی بیوی کو کہا کہ بکر سے میں نے مبلغ بیس روپے قرض لینا کیا ہے، تم بکر سے لے آنا۔ دوسرے روز وہ عورت بکر سے روپیہ لینے کی غرض سے گئی تو بکر نے کہا مجھ کو کوئی چیز اعتبار وصولی روپیہ کیلئے دے دو جو میرے پاس رہے گی، جس وقت روپیہ ادا کر دو گے اس وقت روپیہ وصول کر کے تمہاری چیز واپس کر دوں گا۔ اس وقت عورت نے کان سے دو والیاں سونا کی جو کہ ایک تو تین ماشہ تین رتی زید بیان کرتا ہے کہ بکر کو دی گئی اور بیس روپے وہ عورت لے گئی۔

بکر کا گھر اس شہر میں نہیں ہے، مال لے کر اپنے رشتہ دار کے پاس آیا ہوا تھا، جب تقریباً بیس یوم گزرے تو بکر نے زید کو کہا کہ میں اب واپس اپنے گھر جانا ہوں تم روپیہ دے دو اور مال اپنا لے لو ورنہ تم کو میرے گھر جانا پڑے گا اور مال اس جگہ ملے گا۔ زید نے کہا کہ ابھی وعدہ میں تقریباً دس روز رہتے ہیں، میرے پاس اس وقت روپیہ نہیں ہے میں تمہارے گھر سے لے آؤں گا اور روپیہ بھی وہاں دے دوں گا۔

ابھی پہلے وعدہ ایک ماہ سے دو تین روز کم تھے کہ بکر جس گھر میں رہتا تھا اس گھر کو چوروں نے پھلی طرف سے نقب لگا کر مال چوری کر لیا، مالک مکان کا گھر نہ تھا۔ بکر کا بیان ہے کہ اس کو مٹھ کے دروازہ کے آگے اس رات پانچ آدمیوں مرد و زن کی چار پائیاں تھیں جو سوئے ہوئے تھے، ایک بکر اور ایک آدمی اور تھا اور تین عورتیں تھیں اور وہ والیاں جو کہ زید کی تھیں اس کو مٹھ کے اندر صندوق تھا اس میں دوسرا مال مالک مکان کا تھا اور وہ والیاں زید کی اور سپدرہ روپے میرے تھے، اس صندوق میں ڈبہ میں رکھی ہوئی تھیں، وہ سب مال چوروں نے



چوری کر لیا۔

علی الصبح دروازہ کھولنے پر لقب لگی ہوئی پچھلی طرف معلوم ہوئی، سرخ ہوا ہوئی، مالک مکان بھی بعد میں آگیا۔ بکر اور مالک کا رشتہ، بکر کی ہمیشہ مالک مکان کی منکوحہ ہے اور مالک مکان کی ہمیشہ بکر کی منکوحہ ہے اور بکر بیان کرتا ہے کہ وہ والیاں میں جس وقت زید کو کہا تھا لے کر اپنے گھر چلا گیا تھا، واپس آکر اس صندوق میں رکھ دی تھیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے وہ والیاں جو کہ چوری ہوئی ہیں۔ زید بکر لے سکتا ہے یا کہ نہیں؟ جو صورت ہو بیان فرمادیں، جس کو ٹھہ میں سے چوری ہوئی ہے اس پچھلی طرف کوئی آبادی نہیں ہے۔

مستفتی سے چند امور کا استفسار کیا تو حسب ذیل جواب دیا :-

- ۱۔ وہ والیاں زید کے لڑکے کی بیوی کے ملک تھیں۔
- ۲۔ راہنہ نے زید کی اجازت کے سوار بن رکھی تھیں۔
- ۳۔ بکر نے دونوں باران والیوں کو زید و راہنہ کی اجازت کے سوا اپنے رشتہ دار کے گھر رکھیں تھیں، ہاں زید و راہنہ کو یہ معلوم تھا کہ بکر رشتہ دار کے گھر آیا ہوا ہے لہذا غالباً انہی کے گھر رکھے گا اور بکر نے دونوں بار مالک مکان کی اجازت سے اسکی بیوی یعنی اپنی ہمیشہ کو والیاں دیں کہ رکھ دو۔
- ۴۔ بکر کے اس قول پر کہ والیاں چوری ہو گئی ہیں، زید و راہنہ دونوں سے شک کرتے ہیں۔
- ۵۔ اس عورت نے وہ قرض زید کے لئے مانگا اور کہا تھا کہ قرض جو زید مانگ گیا ہے

میں لینے کے لئے آتی ہوں اور والیاں اپنی طرف یا زید کی طرف سے رہن رکھنے کا خیال نہیں کیا، غصہ سے جلدی جلدی بلا سوچے سمجھے بکر کو کہا کہ لو وہ والیاں پکڑ اور قرض دو۔

السائل: محمد رمضان نوری المحقق خطیب ہونہ تملع ملکمری



از روئے مذہبِ مہذبِ حنفیہ وہ طلائی بالیاں رہن لیں، رہن ہونے کے لئے مستقرض کا ملک شرط نہیں اور نہ اجازت۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۵۸ میں ہے فرہن اجنبی بالالف عبد ابغیر امر بالمطلوب الی ان قالوا فہو جائز خصوصاً یہ صورت کہ راہنہ زید کی نہایت قریب اور پھر وکیل برائے قبض قرض بھی ہے اور لفظ رہن بھی شرط نہیں۔ ج ۲ ص ۱۲۸ میں ہے اما لفظ الرهن فلیست بشرط۔ وہ کوٹھ محل حفاظت ہے پیچھے سے خالی تھا تو دروازے پر پانچ آدمی تھے۔ بکر کا بہنوئی کی اجازت سے بہن کے پاس رکھنا تعدی اور خیانت نہیں جبکہ انہیں قابل اعتبار جانتا ہے اور اپنا مال بھی ان کے پاس غرض

۱۔ بانی دارالمعلوم قادریہ نعیمیہ حویلی لکھا (۱۴۲۱ھ اکتوبر ۱۹۸۸ء رحمہ اللہ تعالیٰ)

حفاظت رکھتے ہیں۔

ج ۳ ص ۲۶۲ میں ہے: اودفع الی امین من امنائہ من
یشق بہ فی مالہ ولیس فی عیالہ انہ لا یضمن لانہ لما
کان موثقاً بہ فی مالہ فکذا فی الودیعة ثم قالہ وعلیہ
الفتویٰ کذا فی النہایۃ خصوصاً جبکہ بکر و راہنہ کو قرآن سے معلوم تھا کہ
غالباً انہی کے پاس رکھے گا اور پھر چپ رہے و السکوت فی معرض
البيان بیان بلکہ ظاہر سوال تو یہ ہے کہ ان دونوں میں بکر کی عارضی سکونت اسی
مکان میں تھی ان کے ساتھ رہتا تھا تو وہ مکان حکماً اس کا اپنا مکان مشترک بنا
اور وہ دونوں من فی عیالہ اصطلاحاً داخل ہوتے۔

ج ۳ ص ۲۶۲ میں ہے والعبرة فی هذا الباب للمساکنۃ
اور ج ۳ ص ۲۶۷ میں ہے فان کان اتخذ داراً للسکنی بای طریق
کان توایداع عند الاجنبی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رہا اپنے ساتھ لے جانا پھر واپس لانا
تو وہ بھی قابل اعتراض نہیں۔

ج ۳ ص ۲۶۵ میں ہے اذا الحرعین مکان الحفظ او لمینہ
عن الاخراج نصاب امرہ بالحفظ مطلقاً فاسافر بہا الی ان
قالوا ہوان کان الطريق امناً ولا حمل لہا ولا مؤنۃ لا یضمن
بالاجماع بلکہ یہ لے جانا اور لانا اٹے دلیل احتیاط و تحفظ خاص ہے کہ بالاجماع
پس اندریں حالات رہن چوری ہو گیا تو بکر کا قرض ساقط ہو گیا کہ رہن ساقط ہو گیا کہ
رہن اس لئے مانگا اور رکھا تھا کہ قرض ادا نہ کرنے کا خطرہ نہ رہے کہ ادا نہ کرنے کی صورت
میں اس سے پورا کر لے گا اور یہ اسے منظور تھا۔



ج ۲ ص ۱۵۶ میں ہے وان كانت قيمة اكثر من الدين
سقط الدين اور چونکہ معاوضہ رہن میں ساقط ہوا تو راہنہ کا حق ہو گیا کہ زید سے
وصول کرے اور قرض سے زائد مالیت رہن کا حصہ بلا معاوضہ ضائع ہو گیا، اس کا
مطالبہ راہنہ کسی سے نہیں کر سکتی بکر سے اس لئے کہ زائد حصہ کے حق میں امین محض تھا۔
ج ۲ ص ۱۶۲ میں ہے اعلم بان عين الرهن امانة في يد المرتهن
بمنزلة اوديعة ففي كل موضع لو فعل المودع بالوديعة
لا يفرم فكذلك اذا فعل المرتهن ذلك بالرهن لا يفرم او
زيد سے اس لئے نہیں کر سکتی کہ اس کے امر و اذن سے نہیں رکھا بلکہ اپنے ارادے سے
رکھا و لا لزوم الا بالالتزام ہاں زید کو چاہئے کہ اس بیچاری کا نقصان
پورا کر دے اور احسان کا بدلہ احسان ہی ہوتا ہے البتہ اگر راہنہ بکر کی تصدیق سے
نہیں کرتی تو حلف مانگ سکتی ہے اور اگر حلف سے انکار کرے تو اس کے پاس ہونا
ثابت ہو جائے گا (وعلى هذا التقدير ان اختلفا في وزن القطرين
فليست مرة اخرى)



ج ۳ ص ۲۷۲ میں ہے رجل اودع رجلا عينا فادعى المستودع
هلاکها وكذب المودع واراد تحليف فنكل عن اليمين
فنكول عن اليمين يكون اقرارا ببقاء العين الخ
والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآل
واسحب وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ کھنفی قادری ایچی البصیر فوری غفرلہ

۱۰ رجب ۱۴۳۷ھ ۱۶۵۴

الاستفتاء

۷۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک سید صاحب غریب تھے اور بکریاں پالتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مالدار کر دیا اور لوگ ان سے قرضہ لینے کے ساتھ اور زیورات بطور رہن رکھ دیں، اتفاقاً ڈاکوؤں نے شاہ صاحب پر ڈاکہ ڈالا اور دو گھنٹے تک فائرنگ کرتے ہوئے شاہ صاحب کا ذاتی روپیہ وغیرہ بھی لے گئے اور وہ رہن رکھے ہوئے زیورات بھی لے گئے۔ شاہ صاحب نے مقدمہ کیا مگر کچھ دے لیکر چھوٹ گئے۔ اب وہ رہن رکھنے والے زمیندار شاہ صاحب کو تنگ کرتے ہیں کہ ہمارے زیورات دو اور قرضہ واپس لو تو شاہ صاحب بیچارے کہاں سے دیں؟ اب وہ محض فقیر ہیں۔

شرع شریف سے اس کا کیا حل ہے حالانکہ رہن رکھنے والے لوگ قرب جوار میں تھے اور دو گھنٹے تک فائرنگ کرتے رہے مگر کسی نے شاہ صاحب کی امداد نہ کی سب کو پتہ ہے کہ ڈاکو پڑ گئے اور مال لوٹ لے گئے مگر وہ زمیندار طوط پر شاہ صاحب کو تنگ کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث اور فقہ حنفی سے جواب دیں۔

بینوا تو جروا

السائل: سیدلال شاہ صاحب ولد حسن شاہ صاحب موضع بنگلہ بلوچ نزد منچن آباد



منافع پر قرضہ سود کی صورت اور سود واجب الادا نہیں ہاں اصل قرض واجب الادا ہے کما فی القرآن الکریم والحديث الشریف اور گرمی کھا ہوا زیور وغیرہ چونکہ قرض کے عوض ہے لہذا اس کے ہلاک ہونے کی صورت میں اگر زیور قرض کا ہم قیمت ہے تو قرض بھی گیا اور زیور بھی گیا اور اگر قرض سے کم قیمت کا ہے تو وہ کمی واجب الادا ہے مثلاً قرض دس ہزار ہے اور زیور نو ہزار کا ہے تو ایک ہزار اصلی قرض واجب الادا ہے اور اگر زیور کی قیمت زیادہ ہے مثلاً قرض دس ہزار کے بدلے جو زیور دہن ہے وہ گیارہ ہزار ہے تو یہ ایک ہزار زائد امانت ہے تو یہ ساقط ہو گیا۔



ہدایہ ج ۲ ص ۵۱۸، کنز الدقائق ص ۳۶۰، قدوری ص ۱۰۳، درر غرہ ج ۲ ص ۲۲۹، فتاویٰ سراجیہ ص ۱۳۴، فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۱۵۶، تنویر الابصار، در المختار، رد المحتار شامی ج ۵ ص ۴۲۵، ۵۲۶، طحاوی ج ۲ ص ۲۳۶، بدائع صانع ج ۶ ص ۱۶۲، ۱۶۳، تنہیں اختلاف ج ۶ ص ۶۳، ۶۴، تکملہ بحر الرائق ج ۸ ص ۲۳۲ میں بالفاظ متعارفہ ہے والنظم من الهدایۃ وهو مضمون بالقتل من قیمت ومن الدین فنادا هلك في يد المرتبه و قیمت والدین سوار صار المرتبه مستوفی الدین وان کان قیمت الرهن اکثر فالفضل امانت الی ان

قال فان كانت اقل سقط من الدين-

اور یونہی عینی علی الہدایہ ج ۲ ص ۳۸۹ اور مبسوط خشی ج ۲ ص ۶۴ میں حضرت عمر
اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے یہی فتوے ذکر کیا گیا ہے اور حضرت مولانا علی رضی اللہ عنہ
سے بھی روایت کی ان المرتبہن فی الفضل امین اور قرآن کریم میں ہے لا تظلمون
ولا تظلمون (آیت کریمہ ۲۴۹ پارہ ۳) یعنی نہ ظلم کرو تم اور نہ ظلم کیا جائے تمہارے اوپر۔
بہر حال فقہ کی نہایت مستند پندرہ کتابوں سے ہمارا حنفی مذہب تحریر کیا گیا ہے
تو وہ لوگ سید صاحب پر ظلم نہ کریں، اگر زیادہ تھا اور زیور کم تو زیادہ حصہ ادا کریں اور اگر
زیور زیادہ تھا تو زیادہ کرگیا، مانگ نہیں سکتے جبکہ سید صاحب کی کوئی زیادتی نہیں اور قرآن کریم
کا حکم بھی یہی ہے کہ ظلم نہ کریں اور یونہی حدیث شریف کا حکم ہے، وہ لوگ اپنے انجام سے
ڈریں کہ سید غریب کو غربت کی وجہ سے تنگ نہ کریں بلکہ ظاہر یہی ہے کہ ڈاکہ بھی ان لوگوں
کی مرضی سے پڑا۔

قیامت کے دن جب سید صاحب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ مقدمہ پیش
کریں گے کہ مجھے یوں تنگ کیا گیا ہے اور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی
اپنے لڑکے مظلوم کی حمایت کریں تو کیاں جائیں گے؟ کس سے شفاعت کرانینگے؟
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا العظيم
واهل بيته الكرام وبارك وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۰ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ بمطابق ۸۲-۶-۳



<http://t.me/Tehqiqat>

دعوت

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله و قولوا
قولا سديدا

(الاحزاب : ٧٠)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور ہمیشہ سچی
اور درست بات کہا کرو“



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لو يعطى الناس بدعواهم لادعى
الناس دماء رجال و اولههم و لكن
اليمين على المدعى عليه
صحيح مسلم ، كتاب الاقضية ،
باب يمين على المدعى عليه

”اگر لوگوں کو محض ان کے دعویٰ کی بنا پر دے دیا جائے
کرے تو کتنے ہی لوگ خون اور مال کا دعویٰ کر ڈالیں گے،
لیکن مدعیٰ علیہ پر حلف ہے“



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تعارف

کتاب الدعوی

دعویٰ ایسے قول کو کہتے ہیں جو دوسروں سے حق طلب کرنے کے لئے قاضی کے حضور پیش کیا جائے۔

مدعی سے مراد ایسا شخص ہے جو اگر اپنا دعویٰ ترک کر دے تو اسے مجبور نہ کیا جائے۔ جبکہ مدعی علیہ کو مجبور کیا جائے گا۔۔۔۔۔ مثلاً ایک شخص نے کسی سے ایک ہزار روپے لینے ہوں، وہ اگر اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ نہ کرے تو قاضی (تمام حالات سے واقفیت کے باوجود) اسے دعویٰ کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس وہ شخص جس کے ذمہ رقم ہے اگر اس پر دعویٰ کر دیا جائے تو لازمی طور پر اسے جواب دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

دعویٰ کے لئے چند شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

(1) مدعی عاقل بالغ ہونا چاہیے اور اگر نابالغ ہو تو ضروری ہے کہ وہ سمجھدار ہو۔ اتنا چھوٹا بچہ جسے تمیز نہ ہو، مدعی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

- (2) مدعی کو چاہیے کہ وہ اپنے دعویٰ میں جزم و یقین کے ساتھ بیان دے۔ اگر شک و شبہ سے کام لیتے ہوئے یوں کہے کہ ”میرا گمان ہے“ یا ”مجھے شبہ ہے“ تو ایسی صورت میں اس کا دعویٰ قابل سماعت نہ ہو گا۔
- (3) جس چیز کا دعویٰ کرے وہ معلوم ہو، اگر یوں کہے کہ فلاں کے ذمہ میرا کچھ حق ہے تو ایسا مجہول دعویٰ معتبر نہ ہو گا۔
- (4) دعویٰ ایسا ہونا چاہیے جس کے ثبوت کا احتمال ہو۔ ایسا دعویٰ جس کا وجود محال ہو، باطل ہے۔ مثلاً بڑی عمر کے شخص یا کسی معروف النسب کے باپ ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا اعتبار نہیں۔
- (5) عادۃً محال چیز کا دعویٰ باطل ہے۔ مثلاً ایسا غریب شخص جس کے فقر و فاقہ اور محتاجی سے سب آگاہ ہوں، یہ دعویٰ کرے کہ میں نے فلاں امیر شخص سے لاکھوں روپے لینے ہیں۔
- (6) مدعی خود اپنی زبان سے دعویٰ کرے، اگر بولنے سے عاجز ہے تو تحریر پیش کرے۔
- (7) اپنے دعویٰ کا ثبوت مدعی علیہ یا اس کے نائب کے روبرو پیش کرے۔



(8) اس کے دعویٰ میں تضاد نہ ہو۔

جب دعویٰ صحیح طور پر دائر ہو گیا تو اب مدعی علیہ پر ہاں یا نہ کے ساتھ اس کا جواب لازم ہو گیا۔ خاموشی اختیار کرے گا تو انکار سمجھا جائے گا۔ مدعی کو گواہ پیش کرنے کا حق ہے اور اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکے تو پھر مدعی علیہ پر حلف ہے۔ دعویٰ منقولہ، غیر منقولہ، جائیداد، وراثت، امانت، ثبوت نسب وغیرہ



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کتاب الدعویٰ

معاملات کثیرہ میں ہو سکتا ہے۔

فتاویٰ نو ریہ کی ”کتاب الدعویٰ“ میں ادنیٰ مناسبت سے باب ثبوت النسب اور باب حضانتہ الولد (حق پرورش اولاد) کے علاوہ اجارہ اور اعارہ سے متعلق بھی ایک فتویٰ شامل ہے۔۔۔ مجموعی طور پر اس کتاب میں 13 فتوے ہیں۔

(مرتب)



<http://t.me/Tehqiqat>



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کتاب الزکوٰۃ

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ کارخانہ پر قبضہ عمر کا ہے بطور الاٹ، جو اس سے پہلے الاٹ کسی نے نہیں کرایا، ہندوستان سے آتے ہی الاٹ کرایا گیا تھا۔ ہندوؤں کے ماسوا کسی کا قبضہ عمر کے بغیر نہیں ہوا مگر جائداد عمر کی ہندوستان میں ثابت نہیں۔ زید کی جائداد مذکور کارخانہ سے زیادہ ہوگی، کم نہیں مطابق دو تین سال سے عمر زید کی مقدمہ بازی شروع ہے جو کہ عمر بطور رشوت یا سفارش کے الاٹ کارخانہ کے قبضہ سے برکنار نہیں ہوا۔

اب اس حالت میں عمر زید کو کہتا ہے کہ پانچ ہزار روپیہ لے لو اور مقدمہ بازی اور تنازع سے باز رہو۔ آیا یہ روپے زید کو لینے درست ہیں یا نہیں اور اپنی حاجت دینی دنیوی میں صرف کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو حسروا۔





مصاحبت جائز و بہتر امر ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے والصلح خیر
اور ایسے ہی احادیث شریفہ اور اقوال ائمہ کرام سے صراحت ثابت ہے، ہدایہ میں ہے
والصلح جائز عن دعوی الاموال لانہ فی معنی البیع علی مامرو والمنافع
لانہا تملک بعقد الاجارة تو یہ صلح بھی جائز ہونی چاہیے اور مبلغات مذکورہ لینا اور
حوائج دین و دنیا میں صرف کرنا بھی جائز ہونا چاہیے مگر اس صورت میں زید پر یہ حق انتفاع
مطلقاً چھوڑنا وقتیکہ اسے اپنی متروکہ جائداد کا مستقل معاوضہ مل جائے، لازم ہونا چاہیے یعنی
جس قدر جائداد کے لحاظ سے اس کا رخانہ متنازع فیہا پر حق انتفاع زید کے لئے ثابت ہے
اتنی جائداد کے حق انتفاع کا مطالبہ مطلقاً ترک کر دے، نہ یہ کارخانہ طلب کرے اور نہ ہی
کوئی اور کارخانہ یا جائداد طلب کرے ہاں مستقل معاوضہ جب ملے گا تو لے سکے گا البتہ
اپنی زائد جائداد کی بنا پر حق انتفاع کسی اور کارخانہ یا جائداد اس کے لئے ثابت نہ ہوگا لہذا
ما عندی۔



واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ

و اصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۱۷ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ بوقت عصر



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الاستفتاء

مستی سلیمان نے کہا کہ میں نے اپنی لڑکی اپنے بھائی لڑکے کو نکاح کر دی اور لڑکے کے باپ نے لڑکی کو بھینس دی اور پھر اپنے لڑکے سے اس بھینس کا عوض بھی لے لیا، اب اس بھینس کی کٹی جس کی پرورش لڑکی نے کی ہے، دوسرے دودھ سے ہے مگر اسکے بھائی نے اپنی بھتیجی سے وہ کٹی جو بھینس بن چکی ہے چھین لی ہے۔ آیا از روئے شرع اس کا یہ کام جائز ہے یا ناجائز ہے اور وہ بھینس کس کا حق ہے؟

سائل: دایا سلیمان از پائی پور تحصیل پاکپتن شریف

۲۲-۲-۸۰



وہ بھینس شرعاً سلیمان کی لڑکی کا حق ہے اور اس کے بھائی نے جو واپس کی ہے وہ ظلم کیا ہے، اس پر لازم ہے کہ لڑکی کو واپس کر دے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ و

صحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۹ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ ۸۰-۲-۲۶

الاستفتاء

۴۸۶
۹۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندری صورت کہ زید نے زیورات اشتراک وغیرہ کے ذریعہ حاصل کئے، ہند زوجہ زید، زید کی رضا و رغبت سے استعمال کرتی رہی، اب بعد از انتقال زید دعویٰ کرتی ہے کہ یہ زیورات میرے ملک میں حالانکہ زید کا اشتراک وغیرہ طریق ملک اقرار ہند یا بیہینہ سے ثابت ہے، آیا دعویٰ ہند بلا اثبات بہرہ وغیرہ محض بایں وجہ کہ رضائے زید سے اس کے سامنے استعمال کرتی رہی ہے معتبر ہو سکتا ہے؟

بینو اما جورین
من رب العالمین



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



رضاء و رغبت سے استعمال کرنا دلیل تملیک قطعاً نہیں بن سکتا کہ اجارہ، اعارہ، ہبہ، بیع کئی احتمالات پر استعمال ہو سکتا ہے اور محتمل دلیل نہیں بن سکتا ہر چیز یہ قلمبہ اظہر من الشمس ہے اور قرآن کریم و احادیث شریفہ سے صراحتاً ثابت مگر پھر بھی تسکین قلب کے لئے صریح جزئیہ زیب قلم ہے۔

بحر الرائق ج ۷ ص ۲۲۵، رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۸ میں ہے ولا يكون استمتاعها بمشرب و رضاہ بذلك دليل على ان ملكها ذلك كما تفهم النساء و العوام وقد افتيت بذلك مراراً اس ایک ہی جزئیہ نے صورتِ مسئلہ کا پورا پورا فیصلہ کر دیا یعنی عوام اور عورتوں کا یہ خیال ہے کہ عورت کا استعمال اور مرد کا اس استعمال کو پسند کرنا تملیک ہے مگر یہ خیال غلط ہے اور کئی مرتبہ اس پر فتوے دے چکے ہیں یعنی کامل طور پر محقق ہو چکا ہے۔

نیز شامی ج ۲ ص ۱۸۷ میں ہے وقال الرملى وهذا صريح في ساد كلام اكثر العوام ان تمتع المرأة يوجب التملك ولا شك في فسادہ یعنی عوام کا خیال ہے اور اس کے غلط ہونے میں کوئی شک نہیں اور مشرب جو وضع مسئلہ میں وارد ہوا ہے، مثال کے طریقے پر وارد ہوا ہے کہ شرار ایک مستقل اور نمایاں



طریق ملک ہے، مقصود مملوکہ ہے کہ اصل مدار ملک پر ہے، شرار من حیث ہو یہ قطعاً نہیں
وذا من اجلی البدیہیات چنانچہ زوجہ کے اقرار اشتراک زوج سے سقوط قول و دعوی
زوجہ کا جزئیہ جو بحر الرائق ج ۷ ص ۲۲۵، شامی ج ۲ ص ۵۰۳ نیز ج ۲ ص ۵۹۸ نیز ج ۲ ص ۱۸۱ میں
اس کی تعلیل لانا اقرب بالملک لزوجہا سے اظہر من الشمس ہے کہ مدار ملک پر ہے
وهذا نص الجزئیة فی المذكورات عن البدائع۔

وفی البدائع ج ۲ ص ۳۱۰ هذا كله اذا المتقرر المرأة ان
هذا الاستماع اشتراک فان اقرب بذلك سقط قولها لانها اقرب
بالملك لزوجها ثم ادعت الانتقال اليها فلا يثبت الا بالبينة
اور ایسے ہی اگر زوجہ یہ دعویٰ کرے کہ میں نے زوج سے خرید لیا ہے کہ اصل مالک بالغ
ہی ہوتا ہے۔

فتاویٰ خانہ ج ۱ ص ۱۸۲، فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۳۲، بحر الرائق ج ۷ ص ۲۲۵،
شامی ج ۲ ص ۵۹۸ میں ہے ولو ادعت المرأة بمتاع انهما اشترت
عن زوجها كان المتاع للزوج وعليها البينة اور تعلیل مذکور سے یہ بھی واضح
کہ اقرار المرأة من حیث ہو ہو بھی یقیناً مراد نہیں بلکہ ثبوت ملک شرعی طور پر چاہئے لہذا
بحر الرائق ج ۷ ص ۲۲۵، شامی ج ۲ ص ۵۹۸ میں تصریح فرمادی ولا يخفى انه لو برهن
على شرائه كان اقرارها بشراء فلا بد من بينة على الانتقال
اليها منه بهتة او نحو ذلك۔

اور جب اس شمس کی طرح واضح ہوا کہ مدار ملک پر ہے تو بلا ریب خلیفہ مالک
یعنی وارث کو بھی بعد از موت زوج یہ حق پہنچتا ہے کہ ثبوت ملک یا اثبات سے قول زوجہ کو
ساقط کرے اور بلا دلیل نہ ملنے اور یہی وجہ ہے کہ جزئیت اقرار زوجہ جس کا اصل ماخذ خانہ ہے

خانہ اور ہندیہ میں صور خلافت (جس میں صورت موت زوج بھی ہے) کے بعد بیان فرمایا اور بدائع سے بحر الرائق اور شامی کی نقل میں ہذا کلمہ سن چکے جو صورت موت زوج اور نزل ع وراثت کو بھی شامل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۶ شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ

الاستفتاء

بخدمت اقدس جناب قبلہ فقیہ اعظم محدث پاکستان حضرت مولانا
الحاج البواخی محمد نور اللہ النعمی دامت برکاتہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج ہمایوں !

بعد تسلیمات غلام معروض کہ بندہ کو ایک نہایت ہی پیچیدہ مسئلہ کی وجہ سے ذہنی پریشانی لاحق ہے، امید ہے کہ آپ اپنی گوشت و مصروفیات اور طویل علالت کے باوجود کرم فرماتے ہوئے بندہ کی ذہنی پریشانی کا ازالہ فرمائیں گے۔

السوال : زید کو ورثہ میں چندہ کتب دینیہ ملیں لیکن زید خود ان پڑھ (جاہل) تھا اور کسی کو استفادہ کی غرض سے دینے کا شعور بھی نہیں رکھتا تھا، اس کی بیوی نے وہ کتب بکر کے ہاتھ مبلغ پانچتہ روپے کے عوض فروخت کر دیں۔ تقریباً ایک سال کا عرصہ گزر جانے پر بکر کے

دل میں یہ خیال آیا کہ مبادا یہ کتب چوری کی نہ ہوں تو اس نے زید کی بیوی سے رجوع کیا کہ اپنی کتابیں واپس لے لو اور رقم بھی واپس نہ کرو لیکن عورت کتابیں واپس نہیں لیتی کیونکہ اس کے خاوند کو علم نہیں ہے کہ کتابیں کہاں گئیں۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ بکرنے ایصالِ ثواب اور نیک نیتی کی بناء پر خریدی تھیں لیکن اب خوفِ خدا کی وجہ سے واپس کرنا چاہتا ہے کہ کہیں مجھے کچھ نہ ہو کہ زید فتنہ پرور آدمی ہے اگر اسے علم ہو جائے کہ اس کی بیوی نے بکر کے ہاتھ کتابیں فروخت کر دی ہیں تو بھی اور واپس چلی جائیں تو بھی فساد کا اندیشہ ہے اور مقدمہ کا خطرہ ہے۔ آپ شرع شریف کی روشنی میں بیان فرمائیں کہ وہ کتب بکر اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں تو شرعاً گنہگار تو نہیں ہوگا۔ مختصر جواب سے مشکور فرمائیں، عین کرم نوازی ہوگی۔

المستفتی: سید محمد عبدالغفار شاہ سکنہ تھانہ ساہو کا متعلم دارالعلوم خفیرہ فیروزہ رجسٹرڈ

بصیر نور شریف ۱۵/۹



زید کی بیوی نے غلطی کی بلا وجہ فروخت کر دی ہاں اگر اس نے زید سے حق مہر یا کوئی چیز لینی ہے جو شرعاً زید کو ادا کرنی لازم تھی تو اس کے بعد وہ عورت فروخت کر سکتی ہے

اور رقم وصول کر سکتی ہے کہ شرعاً جس کے ذمہ حق لازم ہو اور وہ دے نہ مگر کوئی چیز اسکی اس کے ہاتھ آجائے تو اس چیز سے وہ اپنا حق ادا کر سکتی ہے کما فی الشامیہ وغیرہا مگر بکر دیکھے کہ وہ کتابیں اگر پانچ سو روپے سے زیادہ ہوں تو کچھ اور رقم دیدے، پرانی اور مستعمل کتابوں کی قیمت کا اندازہ لگالے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و صلی اللہ تعالیٰ علی

حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ صفر ۱۴۰۲ھ ۸۱-۱۲-۲۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسئے بنجشایا اور احمد اور ایک شخص تیسرا کے کھیت خر بوزہ ماہ ہاڑ میں قریب قریب تھے اور ہر ایک اپنے اپنے کھیت میں رہا کرتے تھے۔ رات کے وقت مسئے بنجشایا کے پاس مسئے احمد گیا کہ میں حقہ پیتا ہوں اس نے کہا کہ اسی جگہ پڑا ہو گالے جاؤ اور پیو، وہ اس وقت حقہ لے کر اپنے کھیت میں چلا گیا اس کے بعد تیسرے شخص کا ہمان مسئے رمضان آیا ہوا تھا وہ بھی مسئے بنجشایا کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ میں حقہ پیتا ہوں۔

بنجشایا مذکور نے کہا کہ دیکھ لو، اگر پڑا ہے تو پی لو۔۔۔۔۔ ورنہ حقہ مجھ سے مسئے احمد

نے طلب کیا تھا وہ لے گیا ہوگا۔ اس مہمان نے حقہ تلاش کیا مگر وہ اس جگہ نہ ملا تو پھر وہ مسٹے احمد کے پاس آیا کہ حقہ تم سے بخشایا کالایا ہو تو اس نے کہا کہ میں لایا ہوں حقہ پڑا ہے تو پھر وہ مہمان حقہ لے کر جہاں وہ مہمان رہا ہوا تھا، چلا گیا، وہاں جا کر حقہ پی کر سو گیا اور حقہ وہیں رکھ چھوڑا۔

علی الصبح اٹھا تو حقہ وہاں نہ پایا یعنی چوری کیا اور ایک چیز اس کی بھی یعنی کپڑا چوری ہو گیا۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا وہ حقہ اصل مالک لے سکتا ہے اور اگر لے سکتا ہے تو وہ حقہ مسٹے احمد دیوے یا وہ مہمان جو حقہ احمد سے لایا تھا وہ دیوے، براہ مہربانی مفصل جواب سے سرفراز فرمائیں۔

السائل، ضادق محمد ہوتیانہ بقلم خود ۵۵-۱-۳۱



یہ سوال مفصل نہیں لہذا مفصل جواب متعسر ہے مگر چند ظاہر صورتوں کا حکم فقہی لکھا جاتا ہے، اگر کوئی اور صورت ہو تو دوبارہ استفسار کر سکتے ہیں۔

۱۔ بخشایا نے صرف احمد کے پینے کے لئے دیا ہو کہ وہ کہتا ہے میں حقہ پیتا ہوں اور الفاظ ”لے جاؤ اور پیو“ محض جمع تعظیمی ہوں یا سائل نے اپنی تہذیب کے لحاظ سے

پنجابی افراد کی الفاظ کو جمع بنا دیا اور بقرینہ لفظ پیتا ہوں صیغہ حال یہ مراد ہو کہ پی کر واپس کی جائے کہ لے جاؤ اور پیو، اسی کے جواب میں کہتا ہے اور خود اس کا عادی حقہ ہونا بھی یہی چاہتا ہے کہ واپس کیا جائے اور یہ بھی مراد ہو کہ اپنے کھیت میں ہی پئے، پھر احمد نے پی کر رکھ دیا کہ رمضان کو کہتا ہے حقہ پڑا ہے، تو اس صورت میں احمد کو حقہ کی ضمانت پڑتی ہے کہ اس نے خلاف ورزی کی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۴۸۰، فتاویٰ العقود الدریہ ج ۲ ص ۸۷، ۸۹، شامی ج ۴ ص ۶۹۷، جامع الفصولین ج ۲ ص ۱۱۳، بدائع صانع ج ۶ ص ۲۱۵ والنظمین الهندیة ولا فرق بین ان تكون العاریة موقتة نصا او دلالة حتی قیل ان من استعار قدوما لیکسر خطبا فکسره وامسک حتی هلکت عنده ضمن هکذا فی الفتاوی العتابیة اور اگر اس صورت میں احمد نے خود نہ پیا ہو تب بھی یہی حکم ہے البتہ یہ شرط ہے کہ بخشیا نے رمضان کو احمد سے حقہ لینے کی اجازت نہ دی ہو اور سوال سے ظاہر بلکہ اظہر یہی ہے کہ اگر پڑا اور لے گیا ہوگا) احتمالی الفاظ استعمال کرتا ہے تو چونکہ رمضان نے بلا اجازت لیا ہے لہذا اسے بھی ضمانت پڑتی ہے تو مالک حقہ مختار ہے جس ایک سے چاہے وصول کر سکتا ہے، احمد سے وصول کرے تو احمد رمضان سے وصول کر سکتا ہے اور اگر بخشیا براہ راست رمضان سے وصول کرے تو احمد بری ہو جائیگا۔

بدائع ج ۶ ص ۲۱۸ میں ہے فصارت العین فی یدہ کالمغصوب فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۶۵۳ میں ہے فللمالك ان یضمن الاول والثانی فان ضمن المالك الغاصب الاول یرجع الاول علی الثانی بما ضمن وان ضمن الثانی لا یرجع علی الاول الخ

۳ : بخشایانے رات بھر کے لئے دیا ہوا اور یہ ان کا عرف ہو تو پھر بھی وہی حکم ہو گا کہ احمد نے حقہ کی حفاظت نہ کی، رمضان بلا اجازت دوسرے کھیت میں لے گیا اور اگر اسی کھیت میں رکھنا مشروط نہ ہوتا بھی وہی حکم ہے کہ گو اس صورت میں احمد مستعار دے سکتا تھا بشرطیکہ خود نہ پی چکا ہو مگر لایا ہوا اور میں لایا ہوں حقہ پڑا ہے، استعارہ اور اعارہ کے لفظ نہیں حالانکہ اعارہ میں لفظ ایجاب لازم ہے۔

شامی ج ۲ ص ۶۹۱، عالمگیری ج ۳ ص ۲۷۸، بحر الرائق ج ۷ ص ۲۸۰، فتاویٰ قاضی خان ص ۷۶۶ والنظم ان الاعارة لا تثبت بالسکوت اور جب اعارہ نہ بنا تو اس کا چپ رہنا اسے خان بنا رہا ہے وذا ظاہر جدا۔

۵ : بخشایانے لے جاؤ اور پیو سے جمعی معنی مراد لیا ہوا اور ان کی عادت کے لحاظ سے تیسرے کھیت والے میزبان اور رمضان مہمان بھی عموم میں داخل ہوں مگر یہ منظر عرفاً اور عادت ہو کہ جلدی واپس کر جائیں تو پھر صرف رمضان کو دینا پڑے گا کہ جب وہ لے گیا اور واپس نہ کیا تو وہی مجرم ہوا اور اگر اسی عمومی صورت میں رات بھر رکھنے کی اجازت عادت تھی تو مالک کسی سے بھی وصول نہیں کر سکتا کہ کھیتوں میں پکس سونا بھی حفاظت شمار کیا جاتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۲۸۲ میں ہے نام قاعد او مضطجعا والمستعار تحت رأس او موضوعا بین یدیه وبحوالیه بعد حفاظا کذا فی الوجیزا لکردری نیز ص ۲۸۰ و ۲۸۱ میں ہے اذا وضع المستعیر المستعار بین یدیه ونام قاعد الاضمان علیہ وان نام مضطجعا و هو فی المصر یضمن والا فلا کذا فی خزائن المفتین۔



کتاب الزیارات

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
وصحبہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البوالمحیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۷ھ

الاستفتاء



بخدمت اقدس حضرت مولانا علامہ مرجع الفتاویٰ والمفتین شیخ الاسلام
مسلمین قبلہ فقیہ عظیم دامت برکاتہم العالیہ بیہوش
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج ہمالیوں۔

معروض آنکہ فقیر موضع ساہو کا تھا نہ تحصیل بوریا الہ ضلع دہاڑی میں خطیب ہے
گذشتہ جمعۃ المبارک کے موقع پر بنا بریں مضمون ایک رقعہ پیش ہوا کہ موضع ہندالہ بستی بنگلہ
میں سے مسٹے شان محمد کھل اپنی مسجد کی بیٹری برائے چارج کرلے موضع ساہو کا میں مسجد
بیت الرحمن میں حافظ محمد منشا صاحب جو کہ نابینا ہیں اور پردیسی (غریب الدیار) ہونے کی
وجہ سے مسجد میں رہائش پذیر ہیں، کے پاس لایا، حافظ صاحب نے دوسرے دن عصر کا
وعدہ فرمایا لیکن صوفی شان محمد مذکور کسی کام کی رکاوٹ کے بسبب نہ آسکا اور اس نے
دوسرے آدمی کو بیٹری لینے بھیج دیا جو اپنی بیٹری نہ پہچانتا تھا۔ حافظ صاحب جو بیٹری
دی وہ کسی دوسری سے تبدیل ہو گئی تھی۔ گاؤں جانے پر نمازیوں نے شور برپا کر دیا

کہ ہماری بیٹری تو بڑی تھی یہ چھوٹی ہے۔ تب شان محمد مذکور وہ چھوٹی بیٹری لیکر واپس حافظ صاحب کے پاس آیا تو حافظ صاحب نے کہا کہ تمہاری بیٹری کم ہو گئی ہے لہذا یہ بیٹری اور مبلغ ۲۰/- روپے لے جاؤ جس پر شان محمد مذکور راضی نہ ہوا تو حافظ صاحب نے کہا کہ اس کے علاوہ پھر شرعی فیصلہ یہی کوئی قدم اٹھایا جاسکتا ہے یعنی شرعاً جو حکم ہو میں تعمیل کروں گا۔

السائل

سیّد عبد الغفار شاہ غفرلہ متعلم دارالعلوم ہذا
مستقل سکونت مقام ساہو کا ضلع دہاڑی بقلم خود



یہ مسئلہ اجیر مشترک کا ہے وہ حافظ صاحب اجیر خاص نہیں بلکہ اجیر مشترک ہے کیونکہ وہ سب کی بیٹریاں جو کہ آتے ہیں بھرتے ہیں حالانکہ اجیر مشترک کے ہاتھ میں جو بیٹری آئے وہ امانت ہے لہذا حافظ صاحب کو ضمانت نہیں پڑتی۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۵۵۵ اور قدوری ص ۹۱ میں ہے واللفظ من الہندیۃ وحکم الاجیر المشترك ان هلك في يده من غير صفة فلا ضمان عليه في قول ابي حنيفة رضي الله عنه۔



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کتاب الدعوات

ہاں اگر حافظ صاحب پر یہ شبہ ہو کہ دیدہ دانستہ کسی اور کو دے دی ہے تو صفائی
کی قسم اٹھوا سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى اللہ
على حبیب الاکرم والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

ارذی القعدۃ الحرام ۱۴۲۸ھ ۸-۹-۱۰



<http://t.me/Tehqiqat>



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بَابُ ثُبُوتِ النَّسَبِ

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک شخص ایک لڑکے کو جو اس کی منکوحہ بیوی کے لطن سے ہے، اپنا بیٹا کہتا رہا ہے اور ڈمی سی، اسے ڈمی سی کی عدالت میں بیان دیتا رہا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے جس کی اٹھارہ بیس نقول محکمہ نقول سے حاصل ہو سکتی ہیں اور فنانشل کمشنر سے لے کر پٹواری تک کاغذات میں بیٹا درج ہے اور وہ شخص اس لڑکے کا بیٹا ہونے کا اقرار کرتا رہا ہے۔ اب دس بارہ سال کے بعد وہ شخص اس لڑکے سے خفا ہو کر اپنا بیٹا ہونے سے انکار کرتا ہے۔ آیا اس کا یہ انکار بروئے شریعت صحیح ہوگا اور وہ لڑکا محروم عن الارث ہوگا؟

بروئے فقہ حنفی جواب تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ والسلام

السائل

فدوی نور احسن کوٹ دیوال ضلع مظفری

بمعرفت

حاجی سید محمد اسحاق شاہ صاحب جن چوک مظفری



جب منکوحہ کے پیٹ سے بعد از نکاح پورے چھ ماہ یا زائد زمانہ گزرنے پر بچہ پیدا ہو تو اس کی نسب نامہ سے ثابت ہو جاتی ہے اقرار کرے یا سکوت۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۹ میں ہے وان جاءت به لستة اشهر فصاعد ايثبت نسب من اعترف به الزوج او سكت اور جبکہ صورت مسئلہ میں دس بارہ سال تک اقراری رہا ہے تو نسب صراحتہً ثابت ہو چکی بشرطیکہ بعد از نکاح والی شرط مذکور پائی گئی ہو، اب اسکا انکار محض لغو اور بے کار ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۱ میں ہے اذا اقرب بالولد صریحا او دلالة لا یصح النفی بعد ذلك اور جب لڑکا ہی رہا تو وارث ہوگا۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

صوفی الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

ہر ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ

الاستفہ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہدایت اللہ کی شادی کے وقت اسکے والد میاں رحیم بخش نے معتبر گواہاں کے روبرو یہ کہا کہ ہدایت اللہ میرا حقیقی بیٹا ہے۔

۲۔ یہ کہ میرا نکاح ہدایت اللہ کی والدہ کے ساتھ فلاں فلاں گواہاں کے روبرو ہوا تھا یہاں یہ امر قابل ذکر ہو گا کہ بیان بالادیتے وقت گواہان موقع نکاح کا انتقال ہو چکا ہوا تھا۔

۳۔ یہ کہ میاں رحیم بخش نے اپنی زندگی میں اپنی جائداد ہدایت اللہ اور ہدایت اللہ کے بیٹے کے نام رجسٹری کرتے ہوئے ہدایت اللہ کو بیٹا اور اس کے بیٹے کو اپنا پوتا ظاہر کیا ہے۔

اب مفتیان شرع مبین سے یہ سوال کہ کیا میاں رحیم بخش کا اقرار نکاح ہدایت اللہ کے ثبوت نسب کے لئے کفایت کر سکے گا؟

سائل : راشد قریشی سسر مرکزی دارالتجوید والقرارت رجسٹرڈ
چوک شاہ عالم گیٹ اندرون ڈاڈا آزاد پاکستان گسٹس اسپتال لاہور



میاں رحیم بخش کا معتد گواہوں کے سامنے صرف یہ کہنا کہ ہدایت اللہ میرا حقیقی بیٹا ہے، ثبوت نسب کے لئے کافی ہے بشرطیکہ :

۱۔ ان کی عمروں میں اتنا تفاوت ہو کہ ہدایت اللہ کا ہم عمر رحیم بخش کا بیٹا بن سکتا ہو۔

۲۔ اور ہدایت اللہ کسی اور شخص کا ثابت النسب بیٹا نہ ہو۔

۳۔ اور ہدایت اللہ بھی تصدیق کرتا ہو۔

اور جب ہدایت اللہ رحیم بخش کا بیٹا بن گیا تو لامحالہ اس کا بیٹا رحیم بخش کا پوتا بنے گا۔
کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۷ ص ۲۵۵، تبیین الحقائق ج ۵ ص ۲۷، فتاویٰ سرسبزیہ ص ۱۲۳، بدائع صناع
ج ۷ ص ۲۲۸، ہدایہ، کفایہ، عنایہ ج ۷ ص ۳۶۶، تنویر الابصار، در المختار، رد المختار ج ۲ ص ۶۲۲،
طغی الابحار، مجمع الانهر، در المنتقى ج ۲ ص ۳۰۲، فتاویٰ عالمگیر ج ۳ ص ۳۹۸ میں ہے (والنظم
من الهندية) يصح اقرار الرجل بالولد بشرط ان يكون المقر له
بحال يولد مثله مثله وان لا يكون المقر له ثابت النسب من غيره
وان يصدق المقر له المقر في اقراره اذا كانت له عبارة صحيحة
نیز اسی میں ہے حتی ان اذا اقرب الابن مثلاً فالابن المقر له يرث
مع سائر ورثة المقر وان جحد سائر الورثة نسباً۔



کتاب الدعوات

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآل

واصحابه وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مشرع متین اندر یہ مسئلہ کہ محمد حنیف ولد محمد رمضان چکھڑے
یہ کہتا ہے کہ جب میری شادی ہوئی تو میری عمر اس وقت آٹھ سال تھی اور شادی کے بعد سات ماہ
میں لڑکا پیدا ہو گیا اور میں نے اس لڑکے کا اسی وقت انکار کر دیا کہ یہ میرا لڑکا نہیں بلکہ حرام زادہ ہے
اور اب بھی میں انکار کر رہا ہوں کہ یہ میرا لڑکا نہیں کیا وہ لڑکا میری وراثت کا مالک بن سکتا
ہے یا نہیں؟

نشان انگوٹھ محمد حنیف ولد محمد رمضان چکھڑے



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو وہ لڑکا محمد حنیف کا لڑکا نہیں بن سکتا، وارث بھی نہیں بن سکتا، آٹھ سالہ بچہ کا باپ بننا ممکن نہیں تو نسب کیسے ثابت ہو، مبسوط ج ۶ ص ۵۳ میں ہے
انہ لا یصلح ان یکون والد یعنی بچہ باپ بننے کے قابل نہیں۔ فتح القدیر ج ۲ ص ۱۲۹
میں ہے ولا یمکن ثبوتہ فی الولد اور ص ۱۵۱ میں ہے لان الصبی لا ماء لہ
فلا یتصور منہ العلوق (وہذا من الہدایۃ) یعنی خاوند بچہ ہو تو ثبوت
نسب ممکن نہیں کہ بچے کے لئے پانی (مادہ منویہ) نہیں ہے اس سے حاملہ ہونا مقصود ہی نہیں اور یونہی
تبیین الحقائق ج ۳ ص ۱۳ وغیرہ میں ہے لہذا مبسوط عامۃ أسفار مذہب مذہب میں مخرج ہے
ان النسب لا یثبت منہ یعنی بلاشبہ بچے سے نسب ثابت نہیں ہوتی۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب
والہ وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ زید نے مرض الموت



میں اپنے بالغ لڑکے بکر جو ہند زوجہ اولیٰ کے لطن سے ہے، کے متعلق زینب زوجہ ثانیہ یا کسی اور کے درغلانے سے وصیہ لکھ دیا کہ یہ میرا لڑکا نہیں، حرام زادہ ہے اور تیسرے دن مر گیا تو آیا بکر مذکور وراثت زید سے محروم رہے گا یا وارث ہوگا؟ بینو اما جو رہیں من رب العلمین۔



سوال سے پڑتا ہے کہ ہند منکوحہ زید بنکاح صحیح ہے اور بکر انعقاد نکاح سے چھٹے ماہ یا اس کے بعد پیدا ہوا اور زید اسے اپنا لڑکا سمجھتا رہا تو نفی مذکور سے نسب بکر ہرگز ہرگز منتفی نہیں ہو سکتی، بدستور زید کا لڑکا ہے، حدیث شریف میں ہے الولد للفراش۔ ہدایہ، فتح القدر عنایہ ج ۲ مصری، ص ۱۲۵، ۱۲۶۔ درالمختار، ردالمختار ج ۲، ص ۸۱۳، فتاویٰ عالمگیری مجیدی ج ۲ ص ۱۳۱ والنظم من الهندیة واذ انفى الرجل ولدا امرأت عقیب الولادة او فی الحال التی یقبل التهنئة ویبتاع التالودة صح نفی ولا عن بـ وان نفاه بعد ذلک لاعن ویثبت النسب ولو کان غائب عن امرأت ولم یعلم بالولادة حتی قدم له النفی عند ایحیفة رحمہ اللہ تعالیٰ فی مقداس ما تقبل التهنئة۔ نیز ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۱ میں ہے اذا

اقر بالولد صریحاً و دلالتاً لا یصح النفی بعد ذلك سواء كان بحضرة
الولادة او بعدها والصریح ان یقول الولد منی او یقول هذا ولدی
والدلالة ان یسکت اذا هنیئ لکنه یلاعن کذا فی غایة البیان۔ بلکہ
منکوہہ کا بچہ صرف نفی کے کسی صورت میں بھی منتفی النسب نہیں ہو سکتا، اگرچہ عقیب الولادة ہی ہو کہ اس میں
بھی لعان و تفریق و قطع قاضی شرط ہے۔ بحر الرائق ج ۲ ص ۱۱۹، رد المحتار ج ۲ ص ۸۱۱، عالمگیری ج ۲
ص ۱۳۲ میں ہے والنظم منها و اذا فرق القاضی بینہما بعد اللعان
یلزم الولد امہ و روی بشر عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ان
لا یدان یقول القاضی فرقت بینکما و قطعت نسب هذا الولد
منہ حتی لو لم یقل ذلك لا ینتفی النسب عنہ و هذا صحیح کذا
فی المبسوط و هكذا فی النہایۃ شمرین فی القاضی نسب الولد و
یلحقہ بامہ وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ان القاضی یفرق و
یقول الزمت امہ و اخرجت من نسب الولد حتی لو لم یقل
ذلك لا ینتفی النسب کذا فی الکافی و فی المبسوط هذا هو الصحیح
کذا فی شرح مجمع البحرین لابن الملک نیز اسی میں ہے (ج ۲ ص ۱۳۹)
قال اصحابنا لثبوت النسب ثلاث مراتب الاولى النکاح الصحیح و
ما هو فی معناه من النکاح الفاسد و الحكم فی ان یشتب النسب
من غیر دعوة و لا ینتفی بمجرد النفی و انما ینتفی باللعان فان کانا
ممن لا لعان بینہما لا ینتفی نسب الولد کذا فی المحيط۔ خصوصاً من الموت

لہ و کذا لک اذا کان من اهل اللعان فلم یلاعنہ فانہ لا ینتفی النسب کذا فی شرح
الطحاوی و لون فی ولید و وجتہ الحرة فصدقته فلاحد و لا لعان و هو انہما لا یصدقان
على نفیہ کذا فی الاختیار شرح المختار ۱۲ ہندیۃ ج ۲ ص ۱۳۱۔ من غفر



کتاب النکاح

تو ایسی حالت ہے کہ اگر اس میں عورت کو طلاق مغلط دے اور اس کی عدت میں فوت ہو تو وارث ہوتی ہے چہ جائیکہ بکر ثابت القسب، بالجملہ بکر ضرور وارث زید ہے کہ زید کالٹر کا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان والا ہے للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقریبون وللنساء نصيب مما ترك الوالدان والاقریبون مما قل من اوكثر نصيبا مفروضاً نیز فرمان والا شان ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین الیہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

صلوٰۃ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ



<http://t.me/Tehqiqat>

قیامین
(حضرت الولد)

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بِأَحْضَانِ تَرَائِلِ وَلَدِكَ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ایک شخص مسلمان محمد لیسین نے اپنی بیوی مسماۃ بشیرا کو طلاق دی جبکہ بشیرا کے بطن سے محمد لیسین کی لڑکی بچھڑ چھ سات ماہ تھی، وہ بچی بشیرا کے پاس رہی اور اب ۱۳ سال کے لگ بھگ اس کی عمر ہے۔ اب محمد لیسین وہ لڑکی بشیرا سے لینا چاہتا ہے۔ بشیرا نے دوسری جگہ عقد کر لیا ہے اور محمد لیسین نے بھی دوسری شادی کر لی ہے۔ بشیرا کے والدین بقید حیات ہیں جو کہ اس بچی کے سگے نانا و نانی ہیں۔ محمد لیسین کے والدین بھی بقید حیات موجود ہیں جو کہ اس بچی کے سگے دادا دادی ہیں۔ اس وقت بچی کی عمر تقریباً تین چار سال ہے۔

شرعاً حکم تو یہ فرمائیں کہ لڑکی کی تربیت کے لئے زیادہ مناسب و حقدار
نانا و نانی ہیں یا دادا و دادی جبکہ بچی کے لئے دونوں فریق بھند ہیں نیز دواڑھائی سال
کے عرصہ کا خرچہ جس میں اس کی پرورش و تنہیل نے کی ہے، وہ لینے کے اڑے شرع
مستحق ہیں یا نہیں؟ بیوا تو جسروا۔



مسماة بشیراں کے نکاح کے بعد شیراں کی ماں جو کہ لڑکی کی نانی ہے وہ زیادہ
حقدار ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ج ۲ ص ۱۴۱ والام والجدۃ احق بالجاریۃ
حتی تحيض اور جو بچی کی پرورش پر خرچ ہوا جب پہلے کچھ مقرر نہیں ہوا تھا تو اب خرچ
وصول نہیں کر سکتے۔ ہاں آئندہ کے لئے باقاعدہ مقرر ہو جائے تو وہ وصول کر سکتے ہیں اور یہ
حق بچی کے جوان ہونے تک ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد
و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین و باریک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور الشدانعمی غفرلہ

۱۶ جادے الاخرے ۱۴۰۲ھ ۱۱ اپریل ۱۹۸۲ء



الاستفء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اندر اس مسئلہ کہ ہندہ نامی ایک عورت کا زید کے ساتھ نکاح ہوا۔ ہندہ کے لطن سے زید کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی اور زید فوت ہو گیا۔ ہندہ بد چلن تھی وہ زید کے گھر سے چلی گئی اور لڑکے کو اپنے ساتھ لے گئی اور لڑکی جس کی عمر تقریباً چار سال تھی اسے چھوڑ گئی۔ بعد ازاں زید بھی مر گیا اور وہ لڑکی بالکل بے سہارا ہو گئی۔

بعد ازاں اس لڑکی کی سوتیلی بہن کے خاوند نے جو ایک اجنبی شخص تھا اس نے اس لڑکی کی پرورش کی، اب وہ لڑکی جوان ہے اور اس کا حقیقی بھائی جس کو ماں اپنے ساتھ لے گئی تھی وہ بھی جوان ہے۔ اب ان دونوں نے یعنی لڑکی کی ماں اور اس کے بھائی نے اپنا استحقاق جتا کر لڑکی کو لینے کی کوشش کی ہے، لڑکے پرورش کنندہ نے عرصہ بیس سال کا خرچہ مانگا ہے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا پرورش کنندہ خرچہ لینے کا شرعاً مجاز ہے یا نہیں؟

اگر ہے تو کتنے عرصہ کا خرچہ لے سکتا ہے؟ کیا لڑکی بالغ ہونے کے بعد خرچہ لے سکے گا؟ یاد رہے کہ لڑکی بالغ ہونے کے بعد اپنے سوتیلی بہنوئی کے گھر رہتے وقت دیہاتی ماحول کے مطابق کچھ کام کاج یا ان کی کوئی خدمت بھی کرتی رہی ہوگی تو اس مدت



کا بھی خرچہ ورثہ پر لازم ہوگا۔ واضح ہو کہ ہندہ اور اس کا لڑکا خرچہ ادا کرنے پر رضا مند ہیں۔
سائل: میاں فاضل سرگاندہ، دولت آباد ضلع وہاڑی ۸۱-۴-۱۶



شرعاً اس سوتیلی ہمیشہ کے خاوند کا نابالغہ بچی کو پرورش کرنا تبرع تھا یعنی
اپنی مرضی سے نیک کام کرتا تھا لہذا اس کا معاوضہ نہیں لے سکتا۔ شامی ج ۲ ص ۹۰۶
میں ہے وَالنَّظْمُ لِلتَّنْوِيرِ وَالنَّفَقَةُ لَا تَصِيرُ دِينَ الْإِبَالِ الْقَضَاءِ
أَوِ الرِّضَا أَوْ رَأْسَ صَوْرَةٍ مِمَّنْ نَهَى قَاضِيٌّ عَنْ حَكْمٍ دِيَا أَوْ رَأْسَ رَضَائِهِ وَالِدِينَ عَنْ خَرْجٍ هُوَ
تَوْطَأُ لَبِّهِمْ كَرَسَكْتِ هَا أَوْ رَأْسَ رَضَائِهِ أَوْ رَأْسَ رَضَائِهِ كَچھ دینا چاہیں تو ہو سکتا ہے۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى حَبِيبِهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حزرة الفقير البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الرحمہ اللہ ۸۱-۴-۱۶



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے ایک عورت نوجوانی کے عالم میں



بیوہ ہو گئی، بیوہ ہونے کے وقت اس کے دونوں نابالغ بچے ایک لڑکی بعمر پانچ سال اور ایک لڑکا بعمر چار ماہ کا رہ گیا، اب لڑکی کی عمر تقریباً نو سال اور لڑکے کی عمر تقریباً پانچ سال ہے غاونہ کی موت کے بعد عورت مذکورہ نے ایک غیر شخص کے ساتھ اپنے تعلقات استوار کر لئے اور بغیر نکاح کے اس کے ساتھ رہنا سہنا شروع کر دیا۔ عورت کے لواحقین نے اسے سمجھایا کہ وہ اس مرد کی شادی کر لے لیکن وہ شادی کے لئے بھی تیار نہیں اور اس مرد کے تعلقات منقطع کرنے پر بھی رضامند نہیں۔ عورت مذکورہ کے موجودہ کردار کے باعث اس کے دونوں نابالغ بچوں پر اخلاقی لحاظ سے سخت برا اثر پڑ رہا ہے خصوصاً چھوٹا بچہ اپنی کم عمری اور معصومیت کے باعث اپنی ماں اور اسی کے آشنا کا ذکر دیگر لوگوں سے کرتا ہے، ساتھ ہی عورت مذکورہ دونوں یتیم بچوں کی جائداد کی آمدن پر اسے آدمیوں کو کھلا کر خرید برد کر رہی ہے از روئے شرع محمدی موجودہ صورت حالات میں جو احکام دینی ہوں صادر فرمائے جائیں۔

البتس

مجتبیٰ احمد معرفت لفٹیننٹ کرنل مشتاق احمد جنرل ہیڈ کوارٹر اولیپنڈی
جنرل اسٹاف برانچ انفنٹری ڈائریکٹریٹ



اگر یہ سوال صحیح اور واقعی ہے تو لازم کہ ان یتیم بچوں کے مال کی حفاظت کی جائے



کہ ایسی ظالم ماں بیچاروں کی جائداد ضائع نہ کر دے، شرعاً جب متوفی کی اولاد ہو تو بیوی ایک یا زیادہ کا آٹھواں حصہ ہے تو اگر وہ عورت مالیت جائداد کا آٹھواں حصہ ضائع یا وصول کر چکی ہے تو اس کا کوئی حق نہیں رہا ورنہ اس کا حق اس کے سپرد کر کے بچوں کی جائداد سے الگ کر دیا جائے پھر ایسی ماں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ بچوں کو جبراً اپنے پاس رکھے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۱ میں ہے الا ان تكون مرتدة او فاجرة غير مأمونة كذا في الكافي شامی ج ۲ ص ۸۷۲ میں ہے والحاصل ان الحاضنة ان كانت فاسقة فسقايلا من من ضياع الولد عند هاسقط حقها و زيجوں کی پرورش ایسا رشتہ دار مڑ ہو یا عورت جو نیک نیتی سے کر سکے، کرے۔

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيب و آله و
صحابه و بارك و سلم

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱-۱۱-۶۳



<http://t.me/Tehqiqat>

وَصَايَا

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



كتب عليكم اذا حضر احدكم
الموت ان تترك خيرا الوصية
(البقره : ١٨٠)

”تمہارے اوپر فرض کیا گیا ہے، جب تم میں سے کسی
کو موت آنے لگے، اگر وہ کچھ مال چھوڑے تو وصیت
کرے“



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لا وصية لوارث

- (مشكوة ، باب الوصايا ، الفصل الثانی)

”وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں“



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تعارف

کتاب الوصایا

وصیت کے لغوی معنی ہیں : اتصال الشئ یعنی ایک شئی کا دوسرے تک متصل ہونا (پہنچنا، ملنا، ملا دینا) و سمیت وصیتہ لاتصالها بامر المیت (تاج العروس، جلد : 15، صفحہ : 394) وصیت کو بھی وصیت اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ میت کے معاملات سے متعلق و متصل ہوتی ہے۔

شرعاً کسی کو کسی چیز کے بلا عوض (تبرعاً) مالک بنا دینے کو وصیت کہتے

ہیں۔

وصیت کرنے والے کو ”موصی“ جس کے حق میں وصیت کی جائے اسے

”موصیٰ لہ“ اور جس چیز کے بارے میں وصیت کی جائے اسے ”موصیٰ بہ“ کہا جاتا ہے۔

ابتدائے اسلام میں قریب الموت شخص کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنے

والدین، قریبی رشتہ داروں اور عزیزوں کے لئے وصیت کر جائے۔ بعد ازاں

جب احکام میراث نازل ہوئے تو ان میں تمام قریبی رشتہ داروں کے حصص کی تفصیل بیان کر دی گئی۔۔۔ اور وصیت کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ البتہ اپنی نوعیت اور حیثیت کے اعتبار سے اب بھی اس (کے جواز یا عدم جواز) کی کئی صورتیں ہیں:

1___ واجب: حقوق اللہ (مثلاً زکوٰۃ، حج، قضا نمازیں، روزے وغیرہ) اور حقوق العباد (امانت، قرض وغیرہ) میں سے جو حق اس کے ذمہ ہو اور وہ اسے ادا نہ کر سکا ہو اس کی ادائیگی کی وصیت فرض یا واجب ہوگی۔

2___ مستحب: کسی کار خیر مثلاً دینی مدارس، دینی طلبہ، غریب رشتہ داروں کے لئے یا دیگر امور خیر کی وصیت کرنا۔

3___ مباح: کسی جائز کام مثلاً امیر رشتہ داروں یا دنیا داروں کے لئے مال کی وصیت کرنا۔

4___ مکروہ: کسی نامناسب امر مثلاً فاسق و فاجر کے حق میں وصیت کرنا۔

جس درجہ کا ناپسندیدہ امر ہوگا کراہت بھی اسی اعتبار سے ہوگی بعض صورتوں میں تنزیہی، بعض میں تحریمی، جبکہ مطلقاً حرام کام کی وصیت، ظاہر ہے، حرام و معصیت قرار پائے گی۔

وصیت کے سلسلہ میں حدیث پاک کی رو سے یہ پابندی عائد کر دی گئی ہے کہ یہ ایک تنائی سے زائد نہ ہو۔ اسی طرح ورثاء کے حصے چونکہ قرآن کریم میں متعین کر دیئے گئے ہیں اس لئے ان کے حق میں وصیت ممنوع ہے۔ اگر وارث کے حق میں یا ایک تنائی سے زائد کی وصیت کرے گا تو وہ



کتاب الوصایا

نافذ العمل نہیں ہو گی۔ البتہ عاقل بالغ ورثاء اپنی رضا مندی سے چاہیں تو
عمل درآمد کر سکتے ہیں۔
کتاب الوصایا میں چار فتوے ہیں جن کے ضمن میں متعدد جزئیات آگئی
ہیں۔

(مرتب)



<http://t.me/Tehqiqat>



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کتاب الوصایا



الاستفتاء

مستفتی مراد جو کہ اہل سنت جماعت سے تعلق رکھتا تھا، فوت ہوا ہے جس کے چار لڑکے نور محمد، رجاہ، بیگ، سراج الدین تھے اور تین لڑکیاں تھیں، اس کی فوتگی کے وقت دو لڑکے نور محمد، رجاہ اور لڑکی گوماں اس کی موجودگی میں فوت ہو چکے تھے نور محمد کے چار لڑکے ہیں احمد، رمضان، سوہنا، ماماں۔

بیگ اور سراج الدین اور دیگر معززین علاقہ بیان کرتے ہیں کہ متوفی نے بوقت فوتگی زبانی وصیت کی تھی کہ نور محمد پسر کی اولاد کو حصہ دیا جاوے۔ اس نے اپنی موجودگی میں ان کے حصہ کے برابر زمین تقسیم کر دی تھی، قبضہ احمد وغیرہ کا ہے، دو لڑکیاں

مسماۃ سیداں و جنت اپنا حصہ دینے کو تیار نہیں جواب دیا جاو کہ آیا احمد وغیرہ کو مراد کے شرع سے دیا جاو
یا نہیں؟



یہ وصیت شرعاً جائز ہے، قرآن کریم میں ہے من بعد وصیۃ یوصی بہا
او دین۔ پھر اس صورت میں تو متوفی نے زمین تقسیم کر کے تیسرے حصہ پر احمد وغیرہ کو قبضہ
بھی دے دیا اور وہ باقاعدہ قبول بھی کر چکے ہیں تو وہ باقاعدہ شرعاً مالک بن چکے ہیں فتاویٰ
عالمگیری ج ۲ ص ۲۲۳ میں ہے والموصی لہ یملک بالقبول تو ان کا وہ حصہ
بحال رکھا جائے اور ان کے نام انتقال کیا جائے، سیداں اور جنت کو کوئی حق اعتراض
قطعاً نہیں۔



واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
واصحابہ وبارک وسلم۔

صوۃ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ زید کا انتقال ہوا حالانکہ اس کا وارث صرف ایک اعیانی بھائی ہی ہے اور مرض الموت میں اس نے وصیت کی کہ میرا کل مال خیرات کیا جائے اور جو نقد ہے وہ قبر پر لگایا جائے اور حقیقی بھائی کا تقاضا یہ ہے کہ سامان اور نقدی سے مجھے بھی کچھ پہنچتا ہے یا نہیں اور یہ بھی تقاضا ہے کہ قبر پر میں خود اپنے انتظام سے خرچ کروں تو کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

نوٹ: زید کا ایک سوتیلہ بھائی بھی ہے، کیا اس کو بھی کوئی حق پہنچتا ہے یا نہیں؟
السائل: عبد الحفیظ
عبد الحفیظ بقلم خود ۷۶-۱-۷۷



حقیقی بھائی کے ہوتے ہوئے سوتیلہ بھائی وارث نہیں کما فی السراجیۃ
اور وصیت صرف تیسرے حصہ تک نافذ کی جائے کما فی السراجیۃ و منصوص فی

الاحادیث المرفوعة الصحيحة لهذا التمهيز تکفین سے بچے ہوئے کل مال کا تیسرا حصہ خیرات کیا جائے اور دوسرے حقیقی بھائی کے ہیں اور حقیقی بھائی ہی قبر بنائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ

واسحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ ۱/۶

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ سمنہ اور ثا ذیل کی موجودگی میں فوت ہوا :-

سمنہ

بیوی والدہ اخ اخ اخت اخت

ساماں صوباں ماچھیا نورا زینب نٹاں

مگر مال تقسیم نہ ہوا اور رواج کے مطابق بیوی کے قبضہ میں ہی رہا، اب وہ بھی فوت ہو گئی اور یہ وصیت کر گئی کہ یہ کل مال مسجد کو دیا جائے تو کیا سمنہ کے دوسرے ورثاء اپنے حقوق سے محروم ہیں یا اپنا اپنا حق لے سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل: ماچھیا موچی از قادر پور منشاں



قرآن کریم نے حصّہ مال وراثت کو نصیباً مفر و صاف فرمایا ہے تو وہ رواج وغیرہ سے ساقط نہیں ہو سکتا لہذا سمنداکے ورثہ اپنے حصّے لے سکتے ہیں اور وصیت صرف بیوی کے اپنے حصّے سے (جو کل مال کی چوتھائی ہے) نافذ ہوگی اور اس کا بھی صرف تیسرا حصّہ مسجد کا حق بنے گا کہ والثلث کثیر ہاں اگر وارث بالغ اپنی خوشی سے اپنے اپنے حصّے مسجد میں لگا دیں تو جائز ہے مگر کسی نابالغ کا حصّہ بلا رضا بالغ کا حصّہ لگانا جائز نہیں کہ مسجد پر مال طیب ہی لگایا جاسکتا ہے اور مال سمنداکا مسئلہ بوجہ اختلاف رابع سدس بارہ سے آئے گا مگر چونکہ بن بھائیوں پر باقی بعد الفرائض بلا کسر تقسیم نہیں ہو سکتا لہذا حسب ذیل قاعدہ بارہ کو چھ میں ضرب دی جائیگی اور ۷۲ سے حسب ذیل تقسیم درست ہو جائیگی :

سمند مسئلہ از ۱۲ تصحیح از ۷۲

| بیوی | والدہ | ماچھیاخ | نور اخ | زینب اخت | سنا اخت |
|-----------------|-----------------|-----------------|-----------------|----------------|----------------|
| $\frac{18}{42}$ | $\frac{12}{42}$ | $\frac{12}{42}$ | $\frac{12}{42}$ | $\frac{6}{42}$ | $\frac{6}{42}$ |

کذا فی السراجیۃ وغیرہا من اسفار المذهب المہذب -

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب محمد

والہ وصحبہ وبارک وسلم -

عزہ الفقیر البکر محمد نور العلوم النعمی غفرلہ

الاستفتاء

- ۱۔ وصیت اور مہر میں از روئے شرع کیا فرق ہے؟
- ۲۔ کیا والد اپنی نرینہ اولاد میں سے صرف ایک کے نام جائیداد کا کچھ حصہ مہر کر سکتا ہے جبکہ اس کے دو اور وارث موجود ہوں اور ان کو اس نے عاک نہ کیا ہو؟
- ۳۔ اگر لڑکا اپنے والد کی زندگی میں فوت ہو جائے تو متوفی لڑکے کی نرینہ اولاد اپنے دادا کی جائیداد کی وارث ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو اس کی شرح کیا ہوگی جبکہ والد کی اولاد صرف تین لڑکوں پر مشتمل ہو۔
- ۴۔ کسی شخص کے مرنے پر اس کی جائیداد کی تقسیم کیسے ہوگی جبکہ اس کی دو بیویاں صرف دو لڑکیاں (ایک بیوی سے) اور ایک بھائی زندہ ہو اور ایک فوت ہو گیا ہو مگر اس کی اولاد زندہ ہو۔

السائل ہسٹر عبد الحکیم سٹنٹ سٹیشن ہسٹر سمبڑیاں ضلع سیالکوٹ



- ۱۔ وصیت شرعاً کسی چیز کا بلا عوض دوسرے کو اپنی موت کے بعد مالک بنادینا اور مہر

سہ سائل نے یوں ہی لکھا ہے، صحیح "عاق" ہے۔ (مرتب)

کسی چیز کا دوسرے کو بلا عوض مالک بنادینا اسی حال میں ہے تو وصیت میں ثبوت ملک موت کے بعد ہوگا اور ہبہ میں موت سے پہلے اور اگر ہبہ کر نیوالا فوت ہو جائے قبل از قبضہ موہوب لہ تو ہبہ باطل ہو جاتا ہے۔ ایک فرق تو یہ ہے قبل الموت اور بعد الموت کا، دوسرا یہ ہے کہ ہبہ وارث کو بھی کر سکتا ہے اور وصیت وارث کے لئے نہیں کر سکتا اور اگر کرے تو شرعاً بالکل باطل ہے اور بھی بہت سے فرق ہیں مگر امید کہ سائل کے لئے یہ دو ہی کافی ہونگے۔

۲۔ اگر ایک کو دوسروں پر دینی فضیلت ہے مثلاً عالم ہے کہ خدمتِ علم دین میں مصروف ہے یا عبادت و مجاہدہ میں مشغول ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر بلا فضیلت دینیہ ایسا کرے تو ہبہ ہو جائے گا اور دوسروں کا اس صورت میں بھی کوئی اعتراض یا مطالبہ نہیں ہو سکتا مگر مکروہ ہے اور گنہگار ہوگا۔ بحر الرائق ص ۲۸۸

۳۔ بوقت وفات والد ایک یا زیادہ لڑکے زندہ ہوں تو کسی لڑکے زندہ یا متوفی کی کوئی اولاد زوادی وارث نہیں ہو سکتی البتہ اس صورت میں دادا ان کے لئے وصیت کر سکتا ہے اور ایسے ہی مرض الموت سے پہلے ہبہ سے بھی ان کے لئے انتظامِ معاش کر سکتا ہے ان کی یتیمی کی وجہ سے۔

۴۔ کل ترکہ کے ۴۸ حصے کئے جائیں گے اور حسب تفصیل ذیل ہوں گے، متوفی بھائی کی اولاد اس صورت میں وارث نہیں، دونوں لڑکیوں کو سولہ، سولہ اور بیویوں کو تین تین باقی دس زندہ بھائی کے اور بیویوں کا حق برابر ہے ہکذا:

سہ کافی معتبرات المذہب المہذب ۱۲
للعدہ اور ایسے ہی اگر دائمی مریض یا اگر کسی وجہ سے محتج ہو تو جائز ہے۔ یہ فتح الباری میں حضرت امام احمد سے مروی ہے قواعدنا لا تآباہ بل توید ۱۲۵ من غفرلہ صہ سراجیہ وغیرہ ۱۲ من دامت برکاتہ

زید اصل سند من ۲۲ تصحیح من ۲۸ سراجیہ وغیرہ

سیت لڑکی لڑکی بیوی بیوی بھائی

واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ جل مجدہ اتحدوا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وسلم

الفقیہ ابو النجیر محمد نور اللہ الخفای القادری الاثری النعمی غفرلہ

۲۲ محرم الحرام شریف ۱۳۶۹ھ

اقول هذا هو الحق والحق بالاتباع الحق

ابوالضیاء محمد باقر القادری النعمی النوری عفی عنہ



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

<http://t.me/Tehqiqat>

فرض
(قانون وراثت)

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

للرجال نصيب مما ترك الوالدان و
الاقربون و للنساء نصيب مما ترك
الوالدان و الاقربون مما قل منه او
كثر نصيبا مفروضا

(النساء : ٧)

”مردوں کے لئے اس (مال) میں حصہ ہے‘ جو چھوڑ
گئے ماں باپ اور قرابت والے۔ اور عورتوں کے لئے (بھی)
حصہ ہے اس (مال) سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت
والے (خواہ) تھوڑا ہو یا بہت۔۔۔۔۔ حصہ مقرر کیا ہوا“



تعلّموا الفرائض و علموها الناس

شعب الايمان، جلد : ۲ ، صفحہ : ۲۵۵

حدیث ۱۶۶۸

”علم فرائض سیکھو اور سکھاؤ“



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تعارف

کتاب الفرائض

فرائض، فریضہ کی جمع ہے، جو فرض سے مشتق ہے۔۔۔۔۔ فرض کا لفظ مقرر کرنے، واضح طور پر بیان کرنے، بلاعوض مال ملنے، اور بعض دیگر معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ علم الفرائض کا تعلق میراث سے ہے، چونکہ ورثاء کے حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر و متعین ہیں اور وضاحت سے انہیں بیان کر دیا گیا ہے، اس لئے اس علم کو علم الفرائض اور علم المیراث کہتے ہیں۔

اصطلاح شریعت میں علم الفرائض ایسا علم ہے جس کے ذریعے میت کے ترکہ میں سے اس کے ہر ہر وارث کا حصہ معلوم کیا جاسکے۔

میت کے مال سے متعلق بالترتیب چار حقوق ہیں:

(1) تجہیز و تکفین

(2) ادائے دین (قرضہ)

(3) نفاذ وصیت (ایک تہائی تک)

(4) ان تینوں امور کے بعد بقیہ ترکہ شریعت مطہرہ کے احکام کے مطابق میت کے ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔ درج ذیل افراد بالترتیب مستحق وراثت ہوں گے:

1---- ذوی الفروض

وہ ورثاء جن کے حصے قرآن کریم میں مقرر کر دیئے گئے ہیں۔۔۔۔۔
یہ بارہ اشخاص ہیں۔۔۔۔۔ چار مرد اور آٹھ عورتیں، جو کہ حسب ذیل ہیں:

- 1_____ میت کا باپ
 - 2_____ میت کا دادا (جد صحیح)
 - 3_____ میت کا اخیانی بھائی (ماں شریک)
 - 4_____ میت کا خاوند
 - 5_____ میت کی بیوی
 - 6_____ میت کی بیٹی
 - 7_____ میت کی پوتی
 - 8_____ میت کی سگی بہن
 - 9_____ میت کی علاقائی بہن (باپ شریک)
 - 10_____ میت کی اخیانی بہن (ماں شریک)
 - 11_____ میت کی ماں
 - 12_____ میت کی دادی (جدہ صحیحہ)
- ان (ذوی الفروض) کے لئے چھ حصے مقرر ہیں:



- 2—عصبات

میت کے اصول (باپ، دادا)

میت کے فروع (بیٹا، پوتا)

میت کے باپ کے فروع (بھائی، بھتیجا)

میت کے دادا کے فروع (چچا، چچا کا بیٹا) جبکہ یہ مذکر ہوں، البتہ میت کی بیٹی، پوتی، حقیقی اور علاقائی بہن اپنے بھائیوں کے ساتھ اور یہ حقیقی اور علاقائی بہنیں میت کی بیٹی اور پوتی کے ساتھ بھی عصبہ ہو جاتی ہیں۔

3— روی ذوی القروض

عصبات نہ ہونے کی صورت میں بقایا مال دوبارہ ذوی الفروض پر تقسیم کیا جائے گا۔



4---- ذوی الارحام

میت کے وہ قرابت دار جو نہ ذوی الفروض میں سے ہوں اور نہ ہی
عصبات میں سے، جیسے ماموں، نانا، خالہ وغیرہ

نوٹ:---

- قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دور کا رشتہ دار محروم ہو گا (جیسے باپ کی موجودگی میں دادا محروم)
- قوی قرابت دار ضعیف قرابت دار کو محروم کرتا ہے (جیسے حقیقی بھائی کی موجودگی میں علاقائی بھائی محروم ہو گا)

5---- مولیٰ الموالاة

وہ شخص جس سے میت نے زندگی میں معاہدہ کر لیا ہو کہ ہم میں سے جو پہلے فوت ہو دوسرا اس کے مال کا مستحق ہو گا۔

6---- مقررہ بالنسب

متوفی نے اپنی زندگی میں کسی مجہول النسب شخص کے بارے میں نسب کا اقرار کر رکھا ہو۔

7---- موصیٰ له بجميع المال

جس شخص کے لئے میت نے تمام مال کی وصیت کی ہو۔



8۔ بیت المال

درج بالا مستحقین میں کوئی بھی موجود نہ ہو تو میت کا تمام ترکہ بیت المال (سرکاری خزانہ) کی ملکیت ہو گا تاکہ تمام مسلمانوں کے کام آ سکے۔

موانع میراث

وراثت سے رکاوٹ کے اسباب درج ذیل چار امور ہیں:

(1) غلامی (یہ صورت اس وقت مفقود ہے)

(2) وارث اپنے مورث کو ناحق قتل کر دے۔۔۔۔۔ (اس میں قتل بالسبب کے علاوہ باقی تمام اقسام قتل شامل ہیں، مزید تفصیل کے لئے ”کتاب الدیۃ والقصاص“ کا تعارف ملاحظہ کریں)

(3) اختلاف مذاہب۔۔۔۔۔ البتہ مرتد کے زمانہ ارتداد سے پہلے کی جائیداد سے مسلمان وارث کو میراث ملے گی۔

(4) اختلاف دار۔۔۔۔۔ غیر مسلم وارث و مورث میں مملکت کا اختلاف مانع وراثت ہے۔ یعنی ایک دارالاسلام کی حدود میں اس کا شہری ہو اور دوسرا دارا کفر کا رہنے والا ہو، جیسے حربی و ذمی اور مستامن اور ذمی کہ ان میں سے ایک دارالاسلام کا شہری ہو اور دوسرا دارا کفر کا، ان کو ایک دوسرے کی میراث نہیں ملے گی۔۔۔۔۔ البتہ اگر مسلمان دارا کفر میں جا کر فوت ہو یا دارالاسلام میں فوت ہو اور اس کے مسلمان وارث دارا کفر میں مقیم ہوں تو اختلاف دار کے باوجود حق وراثت سے محروم نہیں ہوں گے۔۔۔۔۔ (درالمختار / ردالمحتار، جلد 5: 73-672)



فتاویٰ نوریہ کی کتاب الفرائض کافی مفصل ہے۔ اس میں درج ذیل ابواب شامل ہیں۔

1۔ باب ذوی الفروض

ذوی الفروض، جن کے حصص قرآن کریم میں مقرر کر دیئے گئے ہیں، تفصیل اسی مضمون میں پہلے بیان کر دی گئی ہے۔

2۔ باب العصبات

عصبات کی تفصیل بھی اسی مضمون کے گزشتہ صفحات میں درج ہے۔

3۔ باب ذوی الارحام

ان کی تشریح بھی پہلے بیان ہو چکی ہے۔

4۔ باب العول

ذوی الفروض کے حصص کی تعداد زیادہ اور مخرج ادائے فرض سے کم رہے تو مخرج کے اجزاء میں حسابی زیادتی پیدا کرنے کے عمل کو ”عول“ کہتے ہیں

5۔ باب الرد

عول کے برعکس ذوی الفروض کے حصص کم اور مخرج زیادہ ہو تو بقیہ ذوی الفروض پر لوٹا کر ان کے حصص میں اضافہ کرنے کو ”رد“ کہتے ہیں



6— باب التصحيح

وارثوں کے کسی گروہ کا حصہ پورے طور پر نہ بٹ سکے تو ضرب وغیرہ دے کر ایسی صورت کی جائے جس سے وہ حصہ پورا تقسیم ہو جائے اسے ”تصحیح“ کہتے ہیں

7 — باب المناسخہ

میت کی میراث ابھی تقسیم نہ ہوئی تھی کہ بعض وارث فوت ہو جائیں تو مورث اعلیٰ کی میراث ان مرنے والے ورثاء کی طرف منتقل کر دینا ”مناسخہ“ کہلاتا ہے

8 — باب مسائل الشتی

اس باب میں ترکہ، مفقود الخبر شخص اور دیگر متفرق امور کے بارے استفتاءات شامل ہیں

مجموعی طور پر کتاب الفرائض میں (154) استفتاءات شامل ہیں۔

(مرتب)



<http://t.me/Tehqiqat>

ذوی القُربى

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کتاب الفرائض

الاستفتاء



خلاصہ سوال یہ کہ جمال متوفی نے ایک عورت منکوحہ اور ایک لڑکی چھوڑی ہے علاوہ انہیں اس نے ایک عورت جو اغوار کر کے لایا تھا جس کا نکاح کسی اور کے ساتھ ہے اسکو بھی چھوڑا ہے اور عورت منکوحہ تقریباً سات سال سے اس کے پاس نہیں رہی بلکہ اپنے میکے رہی تو شرعاً اس کی وراثت کا حق کس کو ہے؟ — نیز حاملہ قتمیہ نے بیان کیا کہ متوفی جمال کی تین ہمیشہ ہیں، دو حقیقی اور ایک متبلی اور ان دو حقیقی بہنوں میں سے ایک نے دین اسلام چھوڑ کر الگ ہو گئی اور متوفی کا باپ اور مائی اور بھائی موجود نہیں۔



از روئے شریعتِ مطہرہ جمال متوفی کے وارث اس کی منکوحہ عورت اور لڑکی اور سگی بہن ہیں۔ کل مال متروک وضع اخراجات کفن و دفن و قرض و وصیت کے بعد میں سے اٹھواں حصہ عورتِ منکوحہ کا حق ہے اور نصف لڑکی کا حق ہے اور باقی بھتیقی بہن کا اور آپس کے نزاع یا عورت کے میچے چلے جانے سے اس کا حق سلب نہیں ہو سکتا جب تک طلاق کا صحیح ثبوت نہ ملے اور عورت کے اس کہنے سے کہ جمال نے مجھے ماں بہن کہا تھا کچھ نہیں ہوتا، بدستور عورت عورت کا حق پاسکتی ہے اور دوسری عورت اغوار کردہ کا قطعاً یقیناً کوئی کسی قسم کا حق نہیں ہے اور سوتیلی بہن اور دینِ اسلام سے الگ ہونے والی بہن ان دونوں کا بھی کوئی حق نہیں۔ یہ احکام شریعتِ مطہرہ، قرآنِ کریم اور حدیث شریف اور کتبِ مذہب میں مراحۃً بلا شک و شبہ موجود ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على حبيب والہ واصحابہ وسلم۔



عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں صورت کہ مسمیٰ محمد اسحاق فوت ہو گیا ہے اور اس کے ورثہ میں سے ماں، سگی بہن، لڑکی، بیوی اور دو چچے ہیں تو اس کی وراثت کا کیا حکم ہے جبکہ بیوی نے حق مہر بھی وصول نہیں کیا ہو انیز متوفی کی ماں چاہتی ہے کہ متوفی کی لڑکی اپنے پاس رکھے حالانکہ لڑکی بالکل کم عمر ہے صرف پونے دو سال کی ہے اور متوفی کی ماں بہت ضعیف ہے اور کمزور نظر والی محتاج ہے، لڑکی کی پرورش اور نگرانی نہیں کر سکتی، تو کیا وہ لڑکی لے سکتی ہے یا متوفی کی بیوی لڑکی کے غیر محرم سے نکاح کرے تو پھر لے سکتی ہے یا کیا حکم ہے؟ حق حضانت والی عورتوں میں سے صرف متوفی کی ماں اور بیوی اور بہن ہے جو لڑکی کے غیر محرم کے نکاح میں ہے اور مردوں میں سے متوفی کے صرف دو چچے ہیں جن سے ایک لڑکی کا ناما ہے بینواتوجرا۔

السائل: محمد دین، از دلیکے مہار ۹ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۶۶ھ



حسب دستور شرع مطہر تجہیز و تکفین کے بعد دیون اور حق مہر جو داخل دیون ہے،



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ادا کئے جائیں، بعد ازاں وصایا ثلث مال سے اور باقی مال کا چھٹا حصہ والدہ اور آٹھواں بیوی اور آدھا لڑکی کو دیا جائے اور باقی بہن کو، چچوں کو کچھ نہ دیا جائے کہ بہن لڑکی کی وجہ سے عصبہ بن گئی ہے تو یہ مسئلہ بسبب اختلاف ثمن و سدس چوبیس^{۲۲} سے آئیگا :

محمد اسحق سہرازی^{۲۲}

م زوجہ بنت اختلاب وام عمان
۲ ۳ ۱۲ ۵ x

قرآن کریم کا ارشاد مبین ہے من بعد وصیة یوصی بہا او دین اور تقسیم
بروصیت بحکم حدیث شریف ہے اور عطف متقاضی ترتیب نہیں، نیز قرآن کریم کا ارشاد ہے ولا یویہ
لکل واحد منہما السدس، نیز ارشاد ہے فلم یمن الثمن ماسترکتہ، نیز فرمان
والاشان ہے وان کانت واحدة فلہا النصف۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۴، شامی ج
ص ۶۶۶، سرجمی ص ۱۰، ۱۱ میں ہے والنظم من السراجیة ولهن الباقي مع البنات
او بنات الابن لقولہ علیہ السلام اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ
فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۵ میں ہے اذا اجتمعت العصبات بعضها عصبۃ بنفسها
وبعضها عصبۃ بغيرها وبعضها عصبۃ مع غیرها فالترجیح منہا بالقرب الخ
حق حیثانت سب سے اول و اقدم ماں کے لئے ثابت ہے اور غیر محرم سے نکاح کی صورت میں گو وہ
حق نہیں رہتا مگر جب اس کے سوا کوئی دوسرا لڑکی کے لئے خاطر خواہ انتظام نہ کر سکے تو اس کا حق بن سکتا
ہے، اگر یہ انتظام کر سکتے ہوں اور کمزور دادی نانی وغیرہ جو بچے کی حفاظت و پرورش کر سکے، حق دار نہیں
بن سکتی تو غیر محرم سے نکاح کرنے کے بعد پرورش کا حق متوفی کے اس چچے کا ہے جو لڑکی کا نانا بھی ہے
حق الام تو کتب شریعیہ سے اظہر من الشمس ہے اور شامی ج ۲ ص ۸۷۱ میں ہے قال الرملی

سہ کنز العمال ج ۸ ص ۳۲۰ - (مرتب)

کتاب الفرائض

و يشترط في الحاضنة ان تكون حرة بالغة عاقلة امينة قادرة و
ان تخلو من زوج اجنبي، نیز قیدِ قادیانہ کے فوائد میں فرمایا ہے يعلم منه حكم
ما اذا كانت مريضة او كبيرة عاجزة نیز شامی ج ۲ ض ۱۱ میں ہے فینبغی للمفتی
ان يكون ذا بصيرة ليراعى الاصلح للولد فان قد يكون له قريب
مبغض له يتمنى موته و يكون زوج امه مشفقا عليه يعز عليه
فراقه فيريد قريبه اخذه منها ليؤذي و يؤذيها او لياكل
من نفقته او نحو ذلك و قد يكون له زوجة تؤذي به اضعاف
ما يؤذي زوج امه الاجنبي و قد يكون له اولاد يخشى على ابنت
منهم الفتنة لسكناهامعهم فاذا علم المفتي او القاضي شيئا من
ذلك لا يحل له نزع من امه لان مدار امر الحضانة على نفع
الولد الخ و حكم العصبية ايضا واضح۔

والله تعالى اعلم و علمه جل مجده اتم و احكم و صلى الله
تعالى على حبيب و آل و صحبه و بارك و سلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۹ ذی الحجۃ المبارک ۱۳۶۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر یہ صورت کہ زید فوت ہو گیا ہے اور



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دولہ کے اور ایک عورت چھوڑ گیا ہے، عورت کو ترکہ میں سے از روئے وراثت کتنا حصہ ملے گا؟
بینو اما جودین من رب العلمین۔



اقول بتوفیق اللہ تعالیٰ و عون عورت کو ترکہ میں سے از روئے وراثت
اٹھواں حصہ ملتا ہے جس طرح کہ قرآن مجید میں موجود ہے قولہ تعالیٰ فان کان لکم ولد
فلهن النصف مما ترکتم من بعد وصیة توصلون بہا و دین (سورة النساء)
یعنی اگر تمہارے اولاد ہے تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے اٹھواں حصہ ہے جو وصیت تم کر جاؤ اور دین
نکال کر برابر ہے کہ ایک بیوی ہے یا زیادہ ہوں۔ واللہ اعلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ

الاستفتاء

نقل استفتاء و فتویٰ مولوی بحر العلوم علیہ کبارہ لفظ و عبارت



کیا فرماتے ہیں علمائے دین فقہائے شریعتین اس مسئلہ میں ایک شخص امیر کبیر اس کا صرف ایک لڑکا، دونوں قصائے الہی سے فوت ہو جاتے ہیں اور امیر کبیر کی بیوہ اور لڑکی شادی شدہ اور اس کی ایک پوتی تبع والدہ ماجدہ حیات میں، وراثت کا انتقال متوفی لڑکے کے نام نہیں ہوا اس امیر کی تمام جائیداد جدی وراثت نہیں تھی، کچھ حصہ اپنے ماموں کی جائیداد سے ہبہ کچھ حصہ اپنی خالہ سے جو کہ اہل ہنود کے پاس فروخت ہو چکا تھا، بروئے حق شفعہ حاصل کیا، متوفی امیر کے جدی وارث تقریباً پانچ پشت پر ملتے ہیں۔

جواب

اس صورت مسئلہ میں لڑکی تمام میراث کی مستحق ہوگی جیسا کہ درالمختار ج ۴ ص ۱۲۱ میں ہے
ان القربى تحجب البعدى
یعنی قریبی وارث دور والوں کو محروم کر دیتا ہے یعنی بیٹی کے ہوتے ہوئے پوتی کو از روئے فتوے محروم کیا جائے گا جیسا کہ فتاویٰ شامی ج ۵ ص ۵۵۱ میں ہے
ام الام ترث ومع الام وكذا حجت بنت الابن مع بنت الواحد الصلبية
یعنی ماں محروم کر دیتی ہے نانی کو اور اس طرح پوتی محروم ہوتی ہے بسبب بیٹی کے جو بسبب متوفی سے پیدا ہوئی ہو۔

اس عبارت سے صاف ظاہر معلوم ہوا کہ قرابت قریبی کے سبب دوری والے محروم رہیں گے۔ یہ فقہ کا مسئلہ بڑی کتابوں میں ہے، مبسوط، جامع صغیر اور محیط وغیرہ میں اس صورت میں لڑکی نصف میراث سے کل کی طرف لوٹے گی، نصف میراث کی اور صورت ہے یہ نہیں، علماء کو دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ شامی کی عبارت میں نے پیش کی ہے اور یہ موت متوفی کے بعد واپس ہبہ کر نیوالے کی طرف نہ پھرے گا بلکہ متوفی امیر کبیر کی اولاد کو ملے گا، اسی پر فتوے ہے اور شفعہ کے سبب متوفی امیر کبیر نے جو جائیداد لی ہے وہ پچھلے وارثوں کی طرف از روئے میراث نہ لوٹے گی جیسا کہ ہبہ یعنی ہبہ

کی اولاد کو نہ ملے گا بلکہ جو موجود ہو، لڑکی اولاد کو ملے گا یعنی جس کو ہبہ ہوا، اس کے بعد اس کی اولاد کو ملے گا، اسی طرح شفعہ شفیع کی اولاد کو ملے گا یعنی اس کو جسے شفعہ کا حق ملا ہے اور پھلوں کو میراث نہ ملے گی۔ اسی طرح درالمختار ج ۲ ص ۳۵ میں ہے الشفعة لا تورث یعنی شفعہ میراث نہیں بنتا اور پھلے وارث جنہوں نے وہ جائیداد اپنی اہل ہنود کے پاس فروخت کی تھی اب وہ شفیع کی میراث سے حق نہیں پاسکتا، بیٹی کا حق از روئے شریعت حدیث بخاری شریف پارہ ۱۱ ص ۳۸۳ سے ثابت ہے کہ بیٹی کی جائیداد بھی لے سکتا ہے جیسا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور وارثوں کے ہوتے ہوئے بیٹی اور عورت میں وراثت تقسیم کیا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا تھا اور آپ نے اجازت دی تھی وہ بخاری کی حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں ولحمیکن لہ یومئذ الا ابنتہ یعنی سعد بن ابی وقاص کے نزدیک وراثت میراث کا کوئی حق نہ تھا بغیر بیٹی کے حالانکہ اور وراثت موجود تھی مگر صحابی متوفی نے بغیر اپنی بیٹی اور بیوی کے کسی کو میراث نہ دی، اسی عینی شرح بخاری میں مرقوم ہے اور بخاری شریف کے حاشیہ پر بعدینم یہ الفاظ موجود ہیں اور فتویٰ شامی ج ۲ ص ۳۵۲ میں ہے کہ مال ایک میت کا اقرب وارث گھیر لیتا ہے جیسا کہ بیٹی مذکور تمام کو محروم کر دیا اور خود اس نے تمام جائیداد پوری گھیر لی۔

دوسری صورت شامی میں لکھی ہے کہ اگر وراثت جائیداد کا صغیر ہو تو اس کا مال ساتھ والے کو سپرد کرینگے جیسا کہ بیٹی صغیر ہونے کے سبب اس کی ماں تمام جائیداد گھیر لے گی اور امانت رکھے گی اور اس کی حفاظت اس کے سبب سے سرانجام دے گی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جائیداد مذکورہ سے دوسرے ورثہ مدعی محروم مگر بیوی اور لڑکی دونوں میراث لیں گی اور تمام جائیداد پر قابض ہوں گی۔



زید میت مسدّد تصحیح ۲۲

زوجه بنت زید میت
۳ ۲۱

زوجه بنت

۱ حصہ ۷ حصہ

حرره علامہ بحر العلوم مولوی عبد الجبار بحری پوری بونگوی، مدرس کتب عربی
۱۲ جمادی الاول ۱۳۶۸ھ



یہ فتویٰ فتویٰ نہیں بلکہ فقہ اور شرع مطہر پر محض اقرار ہے، چند عبارات فقہیہ و حدیثیہ کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جس سے قرآن کریم اور حدیث شریف و فقہ منیف کے احکام منصوصہ اٹھ نہیں سکتے قرآن کریم میں صاف موجود ہے فان كانت واحدة فلهما النصف یعنی ایک بٹی ہو تو اس کے لئے نصف ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ لڑکی کے لئے نصف اور پوتی کے لئے سداً تکملہ ثلثین کا ہے رواہ البخاری ج ۲ ص ۹۹۷ وغیرہ من الائمہ۔ تمام فقہاء کرام نے اس پر فتویٰ دیا ہے، در المختار کی پہلی نقل کردہ عبارت کے ساتھ متصل ہی بیان

فرمایا ہے اور ایسے ہی شامی میں ہے۔ تفسیرت احمدیہ وغیرہ میں اس پر اجماع نقل فرمایا۔ قرآن کریم میں صریح ارشاد ہے للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقریبون وللنساء نصيب مما ترك الوالدان والاقریبون مما قل منہا وکثر نصيباً مفروضاً یعنی مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ تو ہوا بہت ہے۔ اندازہ باندھا ہوا۔ اس آیت سے صاف طور پر عصبیات وغیرہ رشتہ داروں کا حق ثابت ہو رہا ہے۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۹ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقررہ حصے ہزاروں کو دے دو اور جو بچے تو سب سے قریبی مرد کے لئے ہے ورواہ الاتیمۃ وغیرہ ایضاً عن ابن عباس ونصب الحقوا الفرائض باہلہا فما ترکت الفرائض فلا ولی رجل ذکر مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۳ میں ہے انظر وا اکبر رجل من خزاۃ۔



بہر حال آیت مذکورہ بالا واحدات سے جو حق ثابت ہو رہا ہے اس میں یہ نہیں کہ پانچویں پشت میں عین نوحی ثابت نہیں ہوتا بلکہ علی العموم ثابت فرما دیا اور ایسے ہی کتب فقہ و تفسیر سے ثابت ہے اور مما ترک جو آیت و حدیث میں وارد ہوا جائیداد جدی اور بہبہ و شفعہ سے حاصل کی ہوئی کو علی العموم شامل ہے۔

رہے مولوی صاحب کے استدلال تو اجمالاً یہ کہ ان القربی تحجب البعدی جہات یعنی دادیوں نانیوں کے حق میں ہے، لڑکی اور پوتی کی صورت میں قطعاً

۱۔ بلکہ در المختار، عالمگیری، تشریفہ شرح سراجیہ، تفسیر معالم التنزیل، خازن وغیرہ میں صریح جزمیہ موجود کہ عم الجد و ابنہ وان سفلاً کی تفریح ہے۔
۲۔ ۵۷ ص ۶۶



نہیں بلکہ متصلاً ہی درالمختار میں ہے والسدس لبنت الابن فاكثر مع البنت الواحدة تكملة للثلثین یعنی چھٹا حصہ ایک پوتی یا زیادہ کا ہے، ایک لڑکی کے ساتھ ثلثین کا تکرار اور شامی کی عبارت میں حجب حرمان نہیں بلکہ حجب نقصان کا بیان ہے یعنی ایک لڑکی کے ہوتے ہوئے پوتی کو نصف نہیں ملے گا بلکہ سدس ملے گا۔ ص ۵۳ ص ۸۳ میں ہے قوله وبنت الابن تحجب مع الصلیبة من النصف الى السدس اور ایسے ہی مہیٹو ج ۲۹ ص ۱۲۱ میں ہے بلکہ جمیع کتب مذہبیہ میں یہی ہے کہ منصوص قرآن و حدیث اجماع ہے کما مر اور منصوص کا خلاف تو مسائل قیاسیہ میں بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ مسائل فرائض کما مر میں تو قیاس کو بالکل دخل ہی نہیں کما صرح بہ العلامة فی الدرر الشاہی فی حاشیہ وغیرہما فی غیر ہما اور ظلم بظلم یہ کہ جب لڑکی تمام میراث کی مستحق ہے اور نصف سے کل کی طرف لوٹی تو بیوی کے لئے ثمن کہاں سے آگیا؟ یہ تناقض عجیب ہے اور اسی طرح عدم رجوع فی السب سے استدلال نہایت ہی مضحکہ خیز ہے، وراثت کو کون دیوانہ رجوع قرار دیتا ہے۔

شامی وغیرہ نے تصریح فرمادی کہ موت سے ملک وراثت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے شامی کے لفظ یہ ہیں لا انتقال الملك للوارث اور وراثت کو اولاد میں منھر کرنا، یہ مولوی صاحب ہی کا کام ہے اور عدم وراثت شفعہ سے استدلال وراثت اولاد کے لئے عقل و انصاف کو الٹی پھری سے ذبح کرنا ہے کہ اس عدم وراثت سے عدم وراثت اولاد وغیرہ ورثہ ہی مراد ہیں اور پھر لفظ شفعہ سے حاصل کی ہوئی جائیداد بذریعہ شفعہ مراد لینا، یہ مولوی صاحب کا ہی منصب اجتہاد ہے افسوس!

در المختار و شامی کا بیان کردہ معنی شفعہ بھی یاد نہ رہا اور حدیث بخاری سے استدلال کرتے ہوتے تو حدیث دانی کی انتہا ہی کر دی، اجمال میں تو دعویٰ یہ کہ حدیث بخاری سے ثابت کہ بیٹی کل جائیداد لے سکتی ہے اور تفصیل میں بیوی کو بھی حصہ دار بنا دیا، پھر یہ کہنا کہ حضرت سعد نے ورثہ تقسیم کیا تھا، یہ بھی موضوع ہے، تقسیم ورثہ کا اس حدیث میں ذکر ہی نہیں بلکہ یہ بھی نہیں کہ حضرت سعد اس مرض میں فوت ہوئے، بلکہ اسی حدیث سے ثابت کہ تندرست ہو کر کافی مدت تک زندہ رہتے فتح الباری اور عینی میں ہے کہ چالیس سال سے بھی زیادہ زندہ رہے، تاریخ شاہد ہے کہ بعد فاتح فارس بنے، اور پھر اسی تقسیم کی اجازت حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا سخت جرات ہے، اس حدیث میں تو وصیت ہی کی اجازت کا ذکر ہے۔

معاذ اللہ! یہ کیونکر ممکن کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق تلفی اور ظلم کی اجازت دیں بلکہ مرفوع کلمات مبارکہ میں رعایت جمیع ورثہ کی ہدایت فرمائی اور پانچ وجہ سے بیان فرمایا کہ وارث زیادہ ہیں تو راوی کے قول لمحیکن لہ یومئذ الا ابنتہ کا وہ غیر محقق معنی جو مولوی صاحب نے بیان کیا اگر واقعی ہوتا تب بھی باطل ہو جاتا چہ جائیکہ حاشیہ میں صحیح معنی مندرج ہے جسے بدلنے کی سعی لاحاصل کی گئی پھر قول شامی سے استدلال وہی ادعائے بے دلیل و تناقض ہے اور امانت کے طور پر صغیر کا مال سپرد کرنا صغیر کے حق کو ثابت کرتا ہے مگر اس کا کیا علاج کہ دلیل محرومی بنا رہے ہیں اور اخیر میں فرائض دانی پر یوں مہر تصدیق ثبت کر دی کہ تصحیح ۲۲ سے کر رہے ہیں حالانکہ پوتی کو ثلث نہ دیا جائے تو تصحیح بالکل بے جا و مہمل جاتی ہے، شاید یہی خیال آیا کہ تقسیم ثانی ۸ پر کی مگر یہ بھی تناقض مذکور کی وجہ سے باطل ہے، واقعی کسی نے صحیح فرمایا ہے

گر ہمیں مستیان و ایں فتوے دخت و مادر حلال خواہد شد

کتاب الفرائض

الحاصل صرف لڑکی یا فقط لڑکی اور بیوی کا وارث ہونا باطل بلکہ اور بھی مستحق ہیں جن کا تفصیلی بیان میرے پہلے فتوے میں ہو چکا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

مدرسہ الفقیر الیہ الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۳۰ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں، دو بھائی تحقیقی ہیں اور ایک
ان کی والدہ حقیقی اور دونوں شادی شدہ بے اولاد، چند دن کے بعد چھوٹا بھائی فوت ہو گیا۔ اب
متوفی کی بیوی اور اس کا بڑا بھائی اور اس کی بیوی اور والدہ یعنی کل چہار اشخاص ہوئے، اب مابین
ان کے ارض تقسیم کریں۔ بیٹنوا توجہوا۔



اگر صورت مسئلہ واقعہ اور صحیح ہے تو ماں کا تیسرا حصہ اور متوفی کی بیوی کا چوتھا،



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

باقی سب بھائی کا ہے اور بھائی کی بیوی کا کچھ حصہ نہیں، قرآن کریم میں ہے فلامن الثلث، فلامن الربع، للرجال نصیب الایۃ حدیث شریف میں ہے فلامن رجل ذکر (متفق علیہ) اور یہی تمام کتب مذہب مہذب حنفیہ میں مصرح و مشرح ہے اور چونکہ مسئلہ میں ثلث اور ربع آگیا ہے لہذا بارہ سے آئے گا ہکذا :

میت زیر مسئلہ از ۱۲ کذا فی الہندیۃ والسراجیۃ وغیرہا

| | | | |
|-----------|---------------|------------|---------------|
| ماں | بیوی متوفی کی | بھائی | بیوی بھائی کی |
| تیسرا حصہ | چوتھا حصہ | باقی از ۱۲ | × |

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ
وبارک وسلم

عزیز الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۷۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ مسمیٰ و ریام فوت ہوا اور اس کی اولاد نہیں،
کچھ بہن بھائی اور ایک بیوی سماء صباہاں باقی ہیں تو از روئے قانون وراثت شرعیہ سماء صباہاں
کا وریام کی کل جائیداد باقی سے کیا حق ہے؟ بینوا توجروا۔
السائل: عبدالغفور ساکن بارنپور تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری





قرآن کریم میں بیوی کے لئے چوتھا حصہ مقرر فرمایا ہے دین وغیرہ کے بعد ولہن
الرابع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ
وصحبہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۱۳ ذی الحجۃ المبارک ۱۴۲۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ مسمیٰ محمد علی فوت ہوا
اور اس کے پسماندگان حسب ذیل ہیں :

۱۔ بیوی مسماۃ گاماں ۲۔ حقیقی بہن مسماۃ نشاں ۳۔ حقیقی بہن مسماۃ جوانی

۴۔ بھتیجی مسماۃ سزاراں ۵۔ احمد دین حقیقی چچے کا لڑکا
تو شرعاً اس کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی، قرض اور وصیت نہیں، کفن و دفن ہو چکا ہے
بینوا تو جروا۔

سائل : احمد دین، موضع چک نمبر ۳



شرعاً بیوی کا حق کل ترکہ میں چوتھائی اور بہنوں کا دو تہائی، باقی حقیقی چچے کے
لڑکے کا ہے اور اختلاط ربع و ثلثان کے سبب سہ ۱۲ سے آتے گا ہکذا،
محمد علی مسد از ۱۲

بیوی گاماں ۳ بہن نشاں ۴ بہن جوانی ۱ عم زاد احمد الدین ۲ بھتیجی سزاراں ۴

قرآن کریم میں ہے و لهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد
نیز قرآن کریم میں ہے فان کانت اثنتین فلہما الثلثن مما ترک
حدیث شریف میں ہے ما ابقت الفرائض فلا ولی ساجل ذکر، اور
اسی سے ثابت ہے کہ بھتیجی محض محروم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ



وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الیہ الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ، مسمیٰ جیل فوت ہوا اور تین پوتے مسمیان شیرا، شریف، محمد زبیر اور پوتی مسماۃ نور الہی اور بیوی مسماۃ عظمت چھوڑ گیا، ان کے علاوہ اس کے بھتیجے بھی موجود ہیں البتہ لڑکا یا لڑکی نہیں تو شرعاً اسکے وارث کون کون ہیں، کفن دفن ہو چکا ہے وصیت اور قرض نہیں۔ سائل محمد ربیعہ ساکن باقی پور تحصیل دیپالپور ۲۶ صفر المظفر



صورت مذکورہ میں وراثت کے مستحق صرف بیوی اور پوتے ہی ہیں کہ اس صورت میں پوتے اور پوتی لڑکوں اور لڑکیوں کے حکم میں ہیں کہ وہ بھی اولاد میں جن کا کوئی حاجب نہیں البتہ اگر متوفی کا لڑکا زندہ ہوتا تو یہ مستحق نہ ہوتے، تو اس صورت میں بیوی کا آٹھواں حصہ ہے،

باقی کل پوتی اور پوتے یوں تقسیم کر لیں کہ ایک ایک پوتے کے دو دو حصے اور ایک پوتی کا ایک
بوجہ ثمن مسئلہ ۸ سے آئے گا جو صحیح طور پر تقسیم ہو جائیگا، حسب ذیل ہے :

میتا
جیل مسئلہ ۸

بیوی مسماۃ عظمت پوتہ شیرا شریف پوتی مسماۃ نور الہی

۱ ۲ ۲ ۲ ۱

قرآن کریم میں ہے فان كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم یوصیکم
اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ

حبیبہ والہ وصحبہ اجمعین۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسمیٰ شیرا کی حاصل کردہ
جائیداد اس کے دونوں لڑکوں مسمیان ہستا و ہستا کے نام انتقال ہوئی انگریزی دور میں اور
دونوں بھائیوں کی ہمیشہ مسماۃ دولاب بی بی جواب تک زندہ رہے جب مسماۃ فوت ہوا تو اسکی
ایک بیوی اور تین لڑکیاں اور ایک بھائی ہستا موجود تھے تو انگریزی قانون کے مطابق اس کی

کل متروکہ جائیداد مسٹی ہوتا ہے نام منتقل ہوتی۔ اب ہوتا بھی فوت ہو چکا ہے اور اس کی ایک لڑکی مسماۃ غلام فاطمہ زندہ ہے اور مستی کی تین لڑکیاں مسماۃ مریم و شرفاں و کرم بھری بھی موجود ہیں مسٹی شیرا کے حقیقی بھائی مسٹی اد میرہ کی اولاد سے مسیان رمضان و غلام زندہ ہیں تو اب شرع شریف کی رو سے اس کی جائیداد کس طرح تقسیم کی جائیگی؟ نیز مسٹی ہوتے اپنے جائیداد کی وصیت باقاعدہ اپنی لڑکی مسماۃ غلام مسی کے نام تحریر کر دی تھی، اس کا کچھ اعتبار شرعاً ہے یا نہیں؟

سائل: رمضان و غلام پسراں اد میرہ از چک نمبر ۱۲، ایس پی۔ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ



شرعاً مسٹی مستی کے وارث لڑکیاں، بیوی، بھائی اور بہن تھے، لڑکیوں کی دہائیاں اور بیوی کا آٹھواں حصہ اور باقی بھائی اور بہن کے لئے تھا، بھائی کا بہن سے دگنا حق ہے، گو انتقال انگریزی دور میں ہو چکا مگر کسی طریق سے حقداروں کو اگر حق مل سکے تو نہایت ہی ضروری و موزون ہے اور مسٹی ہوتا کے وارث صرف لڑکی غلام فاطمہ اور بہن دو لاں ہی ہیں، رمضان وغیرہ کو کچھ نہیں مل سکتا کہ بہن لڑکی کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے اگر وصیت کا بھائی نہ ہو تو، لہذا یہ دونوں اندریں صورت نصف نصف کی مستحق ہیں۔ قرآن کریم میں ہے وان کانت واحدة فلہا النصف، سراجیہ میں ہے ولہن الباقی مع البنات اوبنات الابن لقولہ علیہ السلام اجعلوا لالاخوات مع البنات عصبۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ

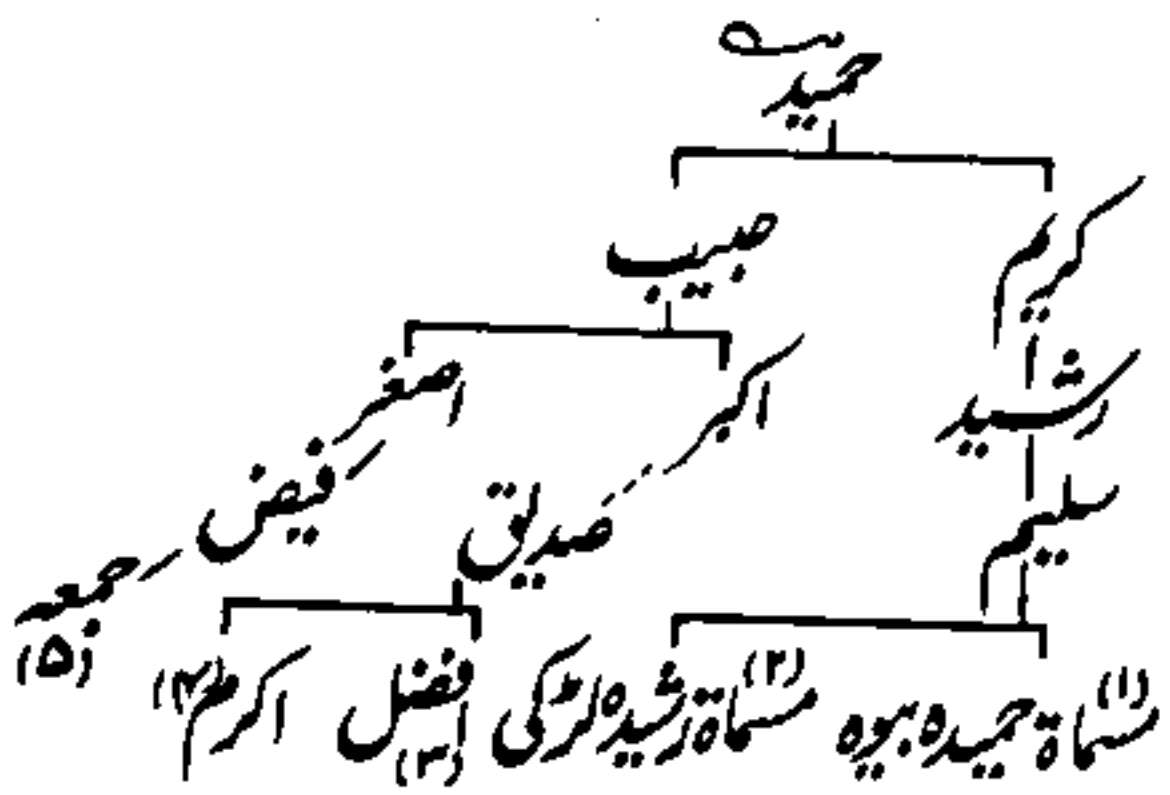
وبآہک وسلم۔

(نوٹ) یہ سوال قبل ازیں مورخہ یکم ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ کو مسٹی غلام ازبک حیات کی طرف سے آیا مگر اس میں بہن مسماۃ دولہا اور ایسے ہی مستکی بیوی کا بھی ذکر نہیں تھا تو جواب اور دیا گیا، اگر وہ صحیح ہے تو جواب بھی وہی ہے اور اگر یہ سوال درست تو جواب یہی ہے واللہ اعلم بالصواب اور وصیت مذکورہ کا اعتبار نہیں۔

حضرہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ

الاستفتاء



سہ بعینہ اس طرح ایک سوال آیا مگر نام اور حقے لہذا انداز

نہ کیا گیا کہ جواب ایک ہی ہے مع تغیر الاسماء فقط۔

البواخیر غفرلہ

سلیم فوت ہو جاتا ہے، مندرجہ ذیل آدمی وارث بننے کی کوشش کرتے ہیں ۱۔ مسماۃ حمیدہ ۲۔ مسماۃ رشیدہ لڑکی ۳۔ افضل ۴۔ اکرم ۵۔ جمعہ۔ ان کے حصص بموجب شریعت کیسے ہونے چاہئے۔ سلیم متوفی اہل سنت سے تعلق رکھتا تھا۔ سلیم کے فوت ہونے سے پہلے ان کے والدین اور صدیق فیض، اکبر اور اصغر فوت ہو چکے تھے، اب صرف ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ حیات ہیں۔



بیوی کا $\frac{1}{8}$ لڑکی کا $\frac{1}{8}$ افضل کا $\frac{1}{8}$ اکرم کا $\frac{1}{8}$ جمعہ کا $\frac{1}{8}$ حصہ ہے، مسئلہ آٹھ سے آئیگا،

مسئلہ از ۸
سیدنا پیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
سیدنا پیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

حسب ذیل :

سلیم

| حمیدہ بیوی | رشیدہ لڑکی | افضل | اکرم | جمعہ |
|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|
| $\frac{1}{8}$ | $\frac{2}{8}$ | $\frac{1}{8}$ | $\frac{1}{8}$ | $\frac{1}{8}$ |

کما فی القرآن الکریم والاحادیث الصحیحة والفقہ الحنفیة
الملیفة - واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ
وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

یکم ذی الحجۃ المبارکہ ۱۴۳۷ھ

الاستفتاء

سائل منظر کہ مسیتے گوماں فوت ہوا اور ایک لڑکی کا شیراں اور حقیقی بہن مسماۃ صیداں
اور چچا زاد تین بھائی چھوڑ گیا تو شرعاً اس کا ترکہ کس طور پر تقسیم ہوگا اور تمام مال کی وصیت لڑکی کے لئے کر گیا ہے
قرض وغیرہ کچھ نہیں، کفن دفن ہو چکا۔
سائل: رمضان پر ایسے از نوریکے



شرعیہ وصیت بحکم حدیث شریف لا وصیت لوارث باطل ہے اور لڑکی کا حق
بحکم قرآن کریم نصف ہے وان كانت واحدة فلها النصف اور باقی سب بہن کا ہے بحکم
حدیث شریف اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وسلم۔

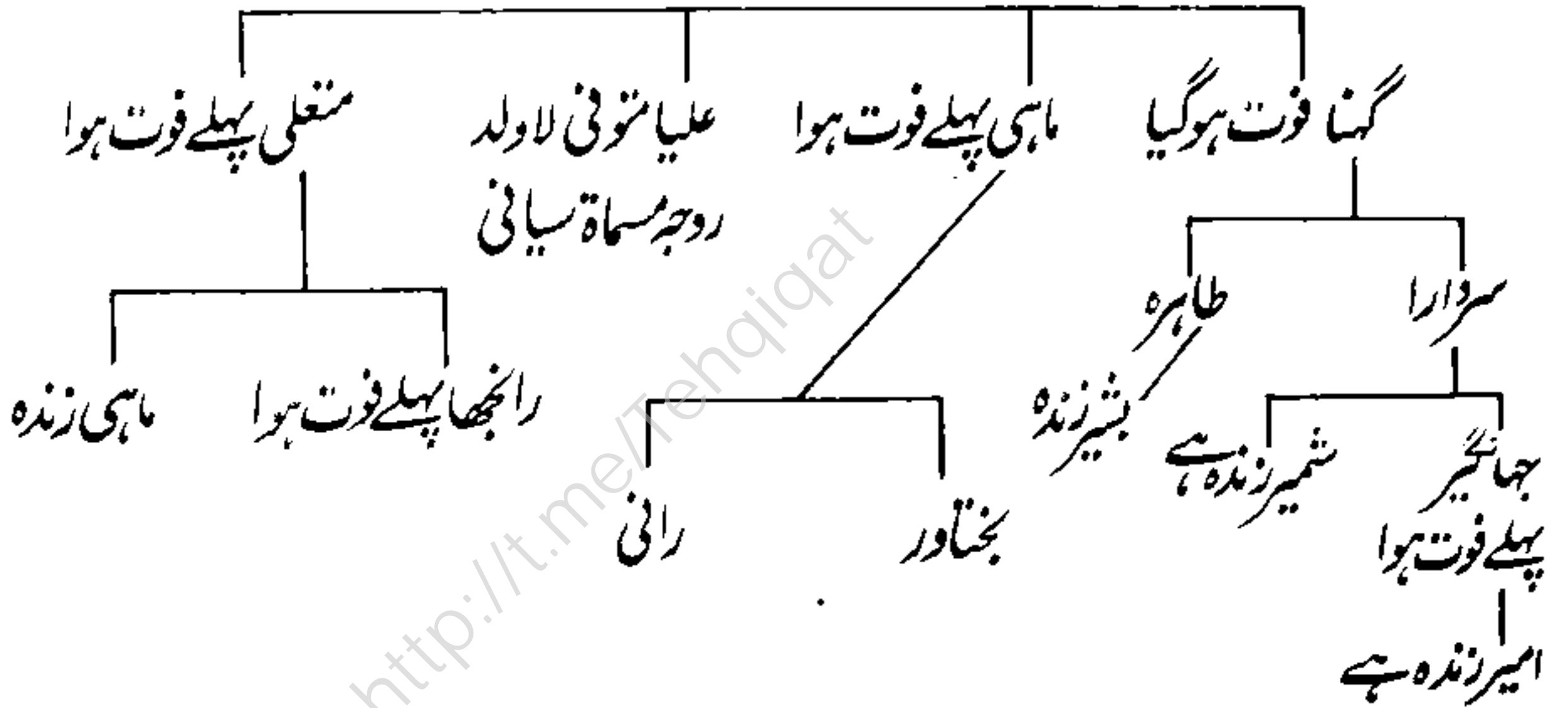
صدر الفقیر البواخی محمد نور الشدائی نعمی غفرلہ

۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسہ علیا فوت ہوا، اس کے پسماندگان مسماۃ سیانہ زوجہ اور ماہی ولد متعلیٰ اور امیر، شمیر، بشیر، گہنا برادر علیا کے پوتے ہیں تو شرعاً اس کی جائیداد کے مستحق کون کون ہیں اور تقسیم کس طرح ہوگی، شجرہ نسب حسب ذیل ہے:

باکڑ



نوٹ: علیا متوفی اور اس کے تینوں بھائی حقیقی بھائی ہیں۔

السائل: ماہی ولد متعلیٰ از مالی مہار تحصیل دیپال پور ضلع منٹگری



مسماۃ سیانی زوجہ کا ۱/۴ حصہ ہے باقی کل سہ ماہی بھتیجا کا ہے، امیر وغیرہ محروم ہیں کہ بھتیجے



کے ہوتے ہوئے بھتیجے کے لڑکے وارث نہیں ہو سکتے، مسئلہ چار سے آئیگا حسب ذیل :
علیا مسئلہ ۴۴

مسماۃ سیانی زوجہ ماہی برادرزادہ امیر شمیر بشیر بھتیجوں کے لڑکے
 $\frac{1}{4}$ $\frac{3}{4}$ x x x

کذا فی السراجیۃ وغیرہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی
حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

شجرۂ نسب

الہی بخش

امان علی

خدا بخش

ندان

نصیر

ملکھی خاں اپنے والد کی حیا میں فوت ہو گیا تھا
اب ملکھی کی ایک لڑکی بیان ہوتی ہے۔

ہانگھی، اللہ دتہ، بھولا، مولا بخش بھولا
صدو

غلام نبی بقلم خود

۵۳-۱۲-۲۹



ملکھی کی لڑکی کے متعلق تصدیق کیا جائے، اگر ثابت ہو جائے تو نصف اس کا اور باقی نصف نذران کے عصبات مانگھی وغیرہ (جو بوقت وفات نذران زندہ تھے) کا کہ سائل نے زبانی بیان کیا، نصیر نذران سے پہلے فوت ہو گیا تھا اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نذران کی کوئی پوتی بھی نہیں تو مانگھی وغیرہ کل جائیداد کے وارث ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و صحبہ وسلم۔

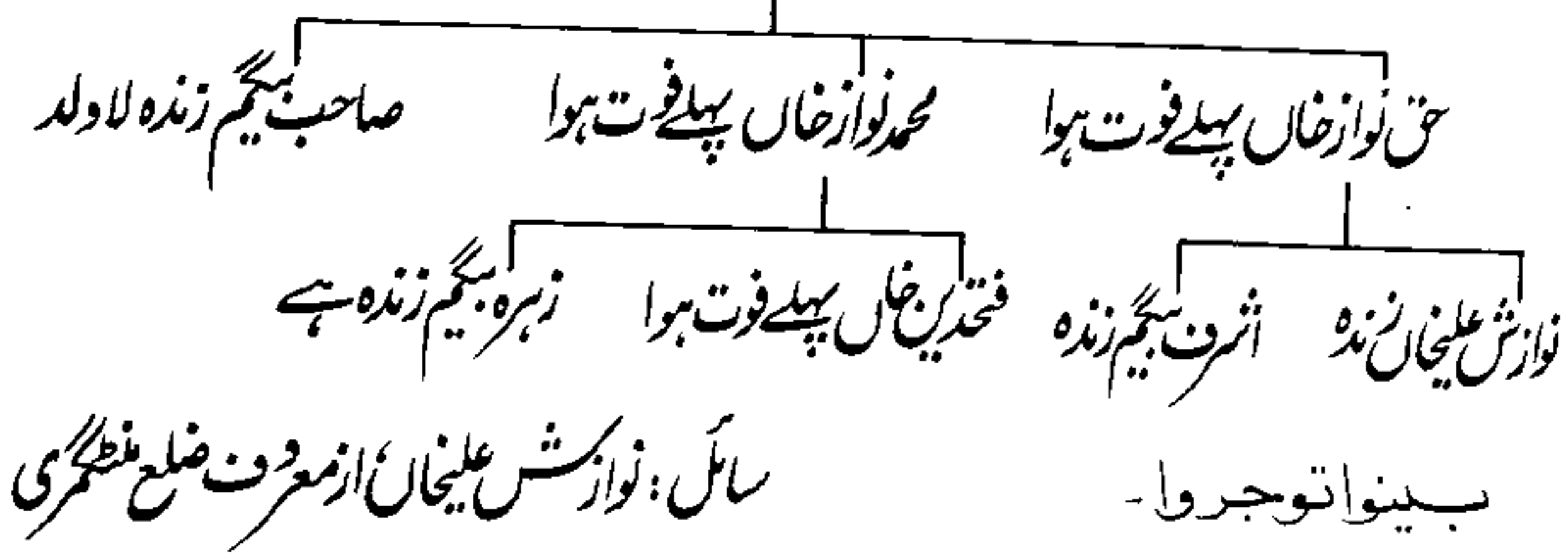
عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسمیٰ غلام محمد خاں حسب ذیل وارثوں سے فوت ہوا تو اس کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

شجرہ نسب
غلام محمد خاں متوفی



مسماة صاحب بیگم لڑکی کا حصہ ۱/۸ ہے، قرآن کریم میں ہے وان كانت واحدة
فلها النصف، سراجیہ میں ۸ میں ہے النصف للواحدة، مسمیٰ نوازش علیجاں پوتے کا
۱/۸ اور مسماة اشرف بیگم پوتی کا ۱/۸ اور زہرہ بیگم پوتی کا بھی ۱/۸ ہے، قرآن کریم میں ہے یوصیکم
اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (پ ۱۳۶)، سراجیہ میں ہے
والباقی بینہم للذکر مثل حظ الانثیین۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں محمد عبداللہ ومحمد یعقوب عبدالغفار وعبدالجبار پسران میاں رحم الدین ہیں، محمد عبداللہ پہلے فوت ہو چکا ہے جس کا ایک لڑکا عبدالعزیز ہے بعد ازاں محمد یعقوب بھی فوت ہوا۔ عرصہ ۳۵/۴۰ سال ہوا ہے اس کی کوئی اولاد نہیں، اس کی ایک بیوی مسماۃ روشن بی بی ہے اور عبدالغفار وعبدالجبار دوجہائی اور بھتیجا عبدالعزیز موجود ہے، محمد یعقوب کا سالم حصہ زمین مسماۃ روشن بی بی کے نام بطور قانون انگریزی ہے اور وہ عبدالغفار وعبدالعزیز کو ہبہ یا پٹہ کی صورت میں کل زمین دینا چاہتی ہے اور عبدالجبار کا حق تلف کرنا چاہتی ہے۔ کیا وہ اس طرح ہبہ یا پٹہ کی صورت میں دے سکتی ہے اور ایک کی حق تلفی کر سکتی ہے؟ حق حق بیان کریں تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

سائل : عبدالجبار موضع ڈولہ پختہ، ارشوال المکرم ۱۳۸۳ھ



مسماۃ روشن بی بی کل زمین ہبہ یا پٹہ پر نہیں دے سکتی کہ اس کا حق کل جائیداد میں



صرف ۱۲ ہے، باقی ۱۲ عبد الغفار و عبد الجبار کا ہے کہ متوفی محمد یعقوب کے عصبہ و ربھائی ایک درجہ کے ہیں اور عبد الغفر نیز بھتیجے کا حق نہیں۔ سراجی میں ہے اما للزوجات فحالاتان الرابع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد و ولد الابن وان سفلوا ص ۷ و ۸ نیز ص ۱۲ میں ہے ثم جزاء بی ای الاخوة ثم بنوهم وان سفلوا نوروشن بی بی اپنا حصہ ۱۲ بعد از تقسیم ہے یا پڑ پر دے سکتی ہے۔

نوٹ : یہ جواب سوال کی واقعیت پر مبنی ہے اگر سوال میں فرق ہو مثلاً ایک بھائی حقیقی دوسرا سوتیلایا ہم درجہ یا قریب تر بہن ہو تو جواب بھی بدل جائے گا۔

ابوالخیر غفرلہ ۶ اشوال المکرم ۱۳۷۷ھ

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ

و اصحابہ و سلمہ

حزب الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

جناب عالی ! عرض ہے کہ میری ہمشیر بنام بیگاں کے نام ۱۸ ایکڑ زمین عطیہ خود اس کو ملا ہوا ہے اور خاوند اس کا بنام شیر پیلے گزر گیا ہوا تھا اور شیر کے نام آگے زمین ملکیت کی قریب ۴ کنال بقی اور شیر خاوند مائی کا پہلے زمین ملنے سے ۱۲-۱۵ سال کا فوت ہو یا ہوا تھا، دو اسکی لڑکی تھیں، ایک لڑکی فوت ہو گئی اور ایک زندگی ہے، اس کے نام تو نصف ۹ ایکڑ زمین انتقال ہو گئی



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہے اور دوسرے ۹ ایکڑ کا حصہ سے فتویٰ تحریر کرتا ہے صحیح جو پاکستان اور حدیث شریف اور
کلام پاک میں جو حکم ہو۔

زمین مائی نے خود پیدا کی ہوئی ہے، انشاء اللہ اس میں کوئی غلطی نہ ہوگی۔
الراقم: بندہ توکل الدین چک نمبر ۵/۵ تحصیل دیپال پور



اگر سوال درست ہے کہ اراضی خاص مسماۃ بیگیاں کو عطیہ ہوئی ہے اور بیگیاں ہی
اس کی مالک تھیں تو اس اراضی کے وارث بیگیاں کے وارث ہی ہوں گے حدیث شریف
میں آیا ہے من ترک مالا فلورثتہ (متفق علیہ) تو دوسرے ۹ ایکڑ کے مستحق اس کے
دوسرے بھائی ہوں گے جو سائل نے زبانی زندہ بیان کئے۔ حدیث متفق علیہ میں ہے، فہو
لاولی رجل ذکر قرآن کریم میں ہے والا قربون۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ
و بارک وسلم۔

عزہ الغفیر البرا کخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

نوٹ: سائل وہی سوال سابق ترمیم شدہ دوبارہ لایا جو درج ذیل ہے۔

۲۵ جنوری ۱۹۹۹ء، مسلم ۲۵، ۲۵ جنوری ۱۹۹۹ء، مسلم ۲۵ (مرتب)



الاستفتاء

جناب عالی! عرض ہے کہ مسماۃ بیگیاں بیوہ شیر مہار فوت ہو گئی ہے اور اسکا خاوند قبل ۳۶ سال سے فوت ہوا ہوا ہے، خاوند کی موت کے بعد مسماۃ بیگیاں کو گورنمنٹ کی طرف سے زمین بطور عطیہ دی گئی تھی، مائی بیگیاں کی دو لڑکیاں بی بی اور ستاں تھیں جن میں سے ستاں فوت ہو چکی ہے، اب صرف بی بی زندہ ہے۔ مرحوم ستاں کے دو پسرافضل اور نجات اور بھی زندہ ہیں۔ مسماۃ بیگیاں کے خاوند کے دو بھتیجے سادنا اور سید بھی زندہ ہیں۔ ہم مسماۃ بیگیاں کے حقیقی بھائی ہدایت اور توکل الدین بھی زندہ ہیں۔ برائے مہربانی فتوے حقیقی اور نزدیک وارثان کو دیا جاوے۔
سائل: توکل الدین ولد خوشحال جٹ مہار، چک ۵۵ تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری
۲۴ ذی قعدۃ المبارک ۱۳۷۲ھ



سائل نے زبانی بیان کیا کہ مسماۃ ستاں دختر بیگیاں بیگیاں سے پہلے فوت ہوئی ہے تو شرعاً متوفیہ بیگیاں کے وارث مسماۃ بی بی دخترش اور ستمیان ہدایت اور توکل الدین حقیقی بھائی



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہیں بی بی کا نصف اور ہدایت و توکل الدین کا باقی نصف نصف و نصف ہے، قرآن کریم میں ہے و ان كانت واحدة فلها النصف اور حدیث متفق علیہ میں ہے فہو لاولی رجل ذکر تو یہ سہ چار صحیح ہو گا ہلکذا :

| بیگیاں مسد از ۲ تصحیح از ۲ | | |
|----------------------------|---------------|------------------|
| میت | بی بی بیٹی | ہدایت بھائی |
| | $\frac{2}{4}$ | $\frac{1}{4}$ |
| | | توکل الدین بھائی |
| | | $\frac{1}{4}$ |

فاضل و بختا و رپرین ستاں اور سادنا و سید لپرین برادر زوج بیگیاں محروم ہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ وسلم۔

عزہ الغفر البواخیر محمد نور اللہ العیسیٰ غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین پیچ اس مسئلہ کے کہ ایک شخص کو نہال کی طرف سے یعنی نانا کی جائیداد غیر منقولہ (اراضی) بذریعہ ہبہ ملی تھی، کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص فوت ہو گیا، اسکی یہ ملکیت اراضی کا $\frac{5}{8}$ حصہ اسکے والد اور $\frac{1}{8}$ حصہ اسکی والدہ کے انتقال ہو گیا۔ اب اس کے دس سال کے بعد اسکی والدہ بھی فوت ہو گئی، اب اسکی والدہ کے مذکورہ $\frac{1}{8}$ حصہ جو اس کے بیٹے کی طرف سے انتقال ہوا تھا کون حقدار ہے جبکہ متوفیہ مذکورہ کا کوئی حقیقی باپ، بھائی، بہن، بیٹا وغیرہ کوئی نہیں ہے البتہ اس کا خاوند زندہ ہے اور اس کے خاوند کے تین لڑکے دوسری بیوی سے موجود ہیں۔

سائل نے زبانی بیان کیا کہ متوفیہ کے جدی رشتہ دار جو پرداد میں ملتے ہیں موجود ہیں
بمعرفت مولانا محمد صدیق صاحب حجرہ شریف



متوفیہ کا خاوند ۱۲ حصہ کا مستحق ہے، قرآن کریم میں ہے ولکم نصف ما ترک
ازواجکم ان لم یکن لهن ولد، سراجیہ علیہ ص ۱۷ میں ہے النصف عند عدم
الولد اور باقی ۱۲ جدی مردوں کے لئے ہے جو عصبات ہیں، حدیث شریف میں ہے الحقوا
الفرائض باہلہا فما بقی فهو لاولی رجل ذکر (متفق علیہ)۔ مشکوٰۃ
صح مطابع ص ۲۶۳، سراجیہ ص ۲۲ میں ہے ثم بالعصبات من جهة النسب
ص ۱۵ میں ہے ثم فی اعمام ابیہ ثم فی اعمام جدہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآله
و اصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ سیداد ہم شاہ



ولد شاد دین شاہ سکھ محبوب شاہ تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری کے اولادِ نرینہ نہ ہونے کی وجہ اس نے اپنی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ برائے وصیت اپنی بیوی مسماۃ زہرہ بی بی کو وارث قرار دیا۔ مسماۃ زہرہ بی بی کی وفات کے بعد جائیداد کا وارث و قائم مقام دونوں لڑکیوں مسماۃ گاماں بی بی و شفاں بی بی کو قرار دیا۔ مسماۃ شفاں بی بی بحالتِ ناکتخانی میں ہی فوت ہو گئی۔ مسماۃ زہرہ بی بی نے اپنی جائیداد اپنی وصیت مسماۃ گاماں بی بی کو مورخہ ۲ فروری ۱۹۲۳ء قائم مقام مقرر و تسلیم کیا۔ مسماۃ گاماں بی بی کی شادی مسمیٰ جمال شاہ نمبردار سکھ محبوب شاہ سے ہوئی۔ عرصہ ۱۲، ۱۳ سال کے بعد جدالِ شام نے ایک اور شادی کر لی۔ مسماۃ گاماں بی بی کی والدہ مذکورہ کے فوت ہونے پر وارثانِ بازگشت اس جائیداد کے حقدار بننے کا جھگڑا کیا، زرعی جائیداد کا انتقال پانچواں حصہ مسماۃ گاماں بی بی کو دیا گیا اور چار حصے وارثانِ بازگشت نے تقسیم کر لیا جس کے بعد مسماۃ گاماں بی بی نے وصیت بذریعہ رجسٹری اپنے سوتیلے لڑکے مسمیٰ منظر حسین شاہ کے حق میں ۵ مارچ ۱۹۲۶ء میں کی اور جس میں درج کرایا کہ وارثان نے مجھ سے دھوکہ کیا تھا، اب میں بارضامندی منظر حسین شاہ کو وارث قائم مقام قرار دیتی ہوں۔ اب مسماۃ گاماں بی بی ماہ نومبر ۱۹۵۶ء کو فوت ہو گئی ہے جس کی جائیداد اب کس طرح تقسیم ہونی ہے بذریعہ شریعت، فتویٰ دیا جائے۔

نوٹ: مسماۃ گاماں بی بی لاولد فوت ہوئی ہے اور اس کے سوتیلے بہن بھائی بھی نہیں اور عصبیات ہیں۔

سائل: سید جمال شاہ ولد سید غلام قادر شاہ نمبردار

سکھ محبوب شاہ تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری

۹ ارجادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ





مسماة گاماں بی بی کی کل جائداد جو کفن دفن اور قرض ادا کرنے کے بعد بچی اسکاتیسرا
حضرت حسین شاہ کو دیا جائے اور باقی کا نصف جمال شاہ خاوند کا ہے اور باقی ماندہ عصبہ کا ہے ہاں اگر جمال شاہ خاوند
اور وارث عصبہ اجازت دے دیں تو باقی دونوں حصے بھی حضرت حسین شاہ کو دے جائیں اور اگر
سب اجازت نہ دیں اور بعض دیں تو اجازت دینے والوں کے حصے دے جائیں اور باقی اپنا
اپنے لیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے شتم تنفذ وصایاہ من ثلث ما یبقی بعد الکفن و
الدین الا ان تجین العورۃ اکثر من الثلث ثم یقسم الباقی بین العورۃ
علی اسہام المیراث۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم و صلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ بچہ نے اپنی بیوی کو طلاق



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دی اور اس بیوی سے ایک لڑکا ہے پھر بچہ نے دوسری شادی کر لی ہے جس سے تاحال کوئی اولاد نہیں سستے کہ بکثرت ہو گیا۔ اب مسئلہ درپیش ہے کہ متوفی کی وراثت کا حقدار کون ہے۔ بیوا تو حبرا۔



سائل نے زبانی بیان کیا کہ مطلقہ کی عدت قبل وفات پوری ہو چکی تھی اور متوفی کے والدین اور دادا دادی، نانا نانی زندہ نہیں تھے تو اندریں صورت اکٹھا حصہ بیوی کے ہے اور باقی کل لڑکے کا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم وعلی اللہ تعا
علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البوا کحیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۷ ارجب المرجب ۱۳۸۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ زید انگریزی دور میں فوت ہوا، ایک



لڑکی، دو بیویاں اور کچھ اور عصبے زندہ تھے مگر انگریزی قانون کے مطابق نصف جائداد بطور گزارہ ایک بیوی کے نام منتقل ہوئی اور دوسرا نصف دوسری بیوی کے نام، بعد ازاں ایک بیوی اور لڑکی جو اُسی کے پیٹ سے تھی، فوت ہو گئیں اور اس متوفیہ بیوی کی جائداد وارثوں میں تقسیم ہو گئی، اب دوسری بیوی فوت ہوئی ہے اور اس کے دو حقیقی بھتیجے اور دو بھتیجے کے لڑکے موجود ہیں اور متوفی زید کے عصبات اور ایک نواسہ بھی موجود ہیں تو اندریں صورت اس متوفیہ کے بھتیجوں اور بھتیجے کے لڑکوں کو اس نصف جائداد سے شرعاً کچھ مل سکتا ہے یا نہیں؟

بینوا اتوجروا

نوٹ : اس دوسری بیوی کے والدین اور بھین، بھائی اور خاوند زندہ نہیں۔



اس نصف جائداد میں اس بیوی کا حصہ زید خاوند سے اٹھواں تھا تو وہ اٹھواں حصہ اس کے دونوں بھتیجوں کا حق ہے اور باقی چھ حصے دستور شرع زید کے ورثہ کے ہیں قرآن کریم میں ہے للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقرابون، حدیث پاک میں ہے فلا ولی رجل ذکر (متفق علیہ) فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے فاقرب العصبات (الی ان قالوا) ابن الاخ تو بیوی کے بھتیجوں کے ہوتے ہوئے بھتیجے



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے لڑکوں کو کچھ نہیں ملتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتموا حکم و صلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲ شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ بروز مہربہ بوقت ۱۱/۲

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفقہان شرع متین اندریں مسئلہ کہ متوفی سنی حنفی کی ایک
لڑکی اور تین حنفی بھائی اور ایک ہمشیرہ اور ایک بیوی باقی ہیں تو کیا لڑکی کو ثمن نکال کر باقی کا نصف
ملے گا یا کل ترکہ کا نصف اور ہمشیرہ بھی حصہ پائے گی یا نہیں؟
مستفتی: حاجی شاہ نوری، ساکن چک ٹھیکو نوالہ نزد عارفوالہ ضلع منٹھمری



ایک لڑکی کے لئے کل ترکہ کا نصف ہے، قرآن کریم میں ہے وان كانت



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

واحدة فلهما النصف اور فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۴۰۳، سرسجیہ ص ۸ وغیرہ میں ہے
النصف للواحدة یعنی اکیلی لڑکی کے لئے نصف ترکہ ہے اور من نکال کر باقی کا نصف ترکہ
کا نصف نہیں بن سکتا بلکہ وہ تو باقی کا نصف ہے جس کا ذکر نہ قرآن پاک میں ہے اور نہ ہی کسی
یث شریف میں ہے اور کسی کتاب فقہ میں بھی نہیں لکھا، جس نے یوں کہا اس نے محض
افتراء کیا اور حقیقی بہن بھی بھائیوں کے ساتھ ضرور حصہ دار ہے، قرآن کریم میں ہے وان كانوا
اخوة رجالا ونساء فللذكر مثل حظ الانثیین یعنی اگر بھائی بہن ہوں تو مرد کا
حصہ دو عورتوں کے برابر ہے اور یہی فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۴۰۴ اور سرسجیہ ص ۱۰ میں ہے ومع
الاخ لآب وام للذكر مثل حظ الانثیین تو روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ بہن
حصہ دار ضرور ہے گو اس کا حصہ بھائی کے برابر نہیں بلکہ اس سے آدھا ہے کسی کا یہ کہنا کہ ایسی
صورت میں حقیقی بہن حصہ نہیں پاتی قطعاً قابل اعتبار نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى
على حبيبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ ۲۸-۱۰-۵۹

الاستفتاء

قبلہ مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب مدظلہ

آداب کے بعد عرض ہے کہ فدوی کو مندرجہ ذیل مسئلہ کا حل دریافت کرنا مطلوب ہے



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کتاب الفرائض

میری ہمیشہ صاحبہ جس کو میرے والد صاحب مرحوم کے ترکہ میں سے حصہ وراثت پہنچا ہے، اب وہ فوت ہو چکی ہے، اس کا خاوند حیات ہے اور اس سے کوئی اولاد نہیں ہے لہذا اس کا کل ترکہ کس نسبت سے تقسیم کیا جائے، اس کی والدہ صاحبہ اور بندہ برادر حقیقی حیات ہے۔
سائل: محمد ایوب خاں ولد یعقوب خاں ۶۰-۱-۳۰



خاوند کا نصف کل ترکہ ہے، قرآن کریم میں ہے ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد اور والدہ کا ثلث یعنی کل ترکہ کا ۱/۳ اور باقی سب برادر حقیقی کا ہے۔ سراجیہ میں ہے وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذکورین اور قرآن کریم میں ہے فلامۃ الثلث مسئلہ ۶ سے صحیح ہے حسب ذیل :

مرحوم مسئلہ از ۶

| | | |
|-------|-------|-------------|
| خاوند | والدہ | برادر حقیقی |
| ۳ | ۲ | ۱ |

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ

واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر اس مسئلہ کہ ایک خاتون جسے باپ کے ترکہ سے حصہ ملا
لاولدفوت ہوئی اور اس کا خاوند اور والدہ اور برادر حقیقی زندہ ہیں اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟
سائل: محمد الوب خاں ولد محمد یعقوب خاں



خاوند کا حصہ ۱/۲ ہے، قرآن کریم میں ہے وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ
ان لم یکن لهن ولد۔ سراجیہ میں ہے النصف عند عدم الولد الخ اور والدہ کا
۱/۲ ہے۔ قرآن کریم میں ہے فَلَامَ الثَّلَاثِ اور سراجیہ میں ہے وَثُلُثُ الْكُلِّ عند عدم
ہو لاء اور باقی برادر حقیقی کا ہے۔ حدیث متفق علیہ میں ہے فلا ولی سرجل ذکر اور سراجیہ میں
ہے ثم جزء ابی ای الاخوة مسئلہ ۶ سے صحیح ہے حسب ذیل :



کتاب الفرائض

میت خاتون مسئلہ از ۶
خاوند والدہ برادرِ حقیقی
۳ ۲ ۱

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ

واصحابہ وبارک وسلم۔

عمرہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

شب ۳ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ایک شخص فوت ہوا حالانکہ اس کی ایک لڑکی ایک بیوی اور ایک بھائی زندہ ہیں، ان کے سوا کوئی اور قریبی وارث نہیں تو شرعاً اس مرنے والے کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے؟
سائل



میت کے کفن و دفن اور قرض و وصیت سے جو بچے، اس کا نصف لڑکی کا حق ہے

اور اٹھواں حصہ بیوی کا ہے، باقی سب بھائی کا ہے۔ یہ سہ ۸ سے صحیح ہوگا، حسب ذیل :

| سہ از ۸ | | |
|---------------|---------------|---------------|
| بیوی | لڑکی | بھائی |
| $\frac{1}{8}$ | $\frac{2}{8}$ | $\frac{3}{8}$ |

قرآن کریم میں ہے من بعد وصیۃ یوصیٰ بہا و دین نیز قرآن کریم میں ہے فان کان لکم ولد فلہن الثمن نیز ہے وان کانت واحدة فلہا النصف نیز ارشادِ احادیث شریفہ ہے ما ابقیت اصحاب الفرائض فلا ولی رجل ذکر۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحبہ
و باریک وسلم۔

حزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

مورخہ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ ۲۳-۶-۲۰

الاستفتاء

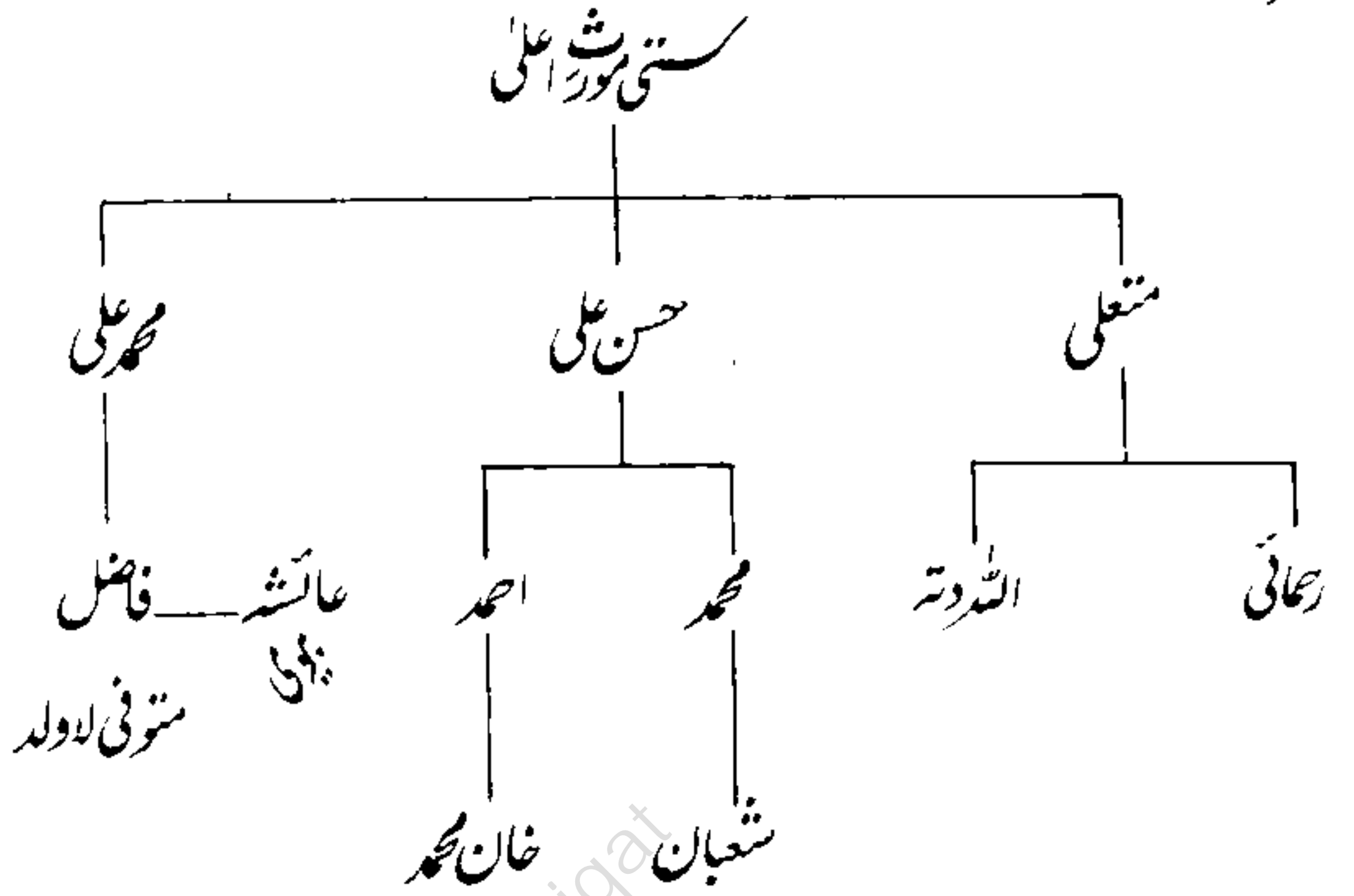
کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ سہمی فاضل ولد محمد علی لا ولد فوت ہوا ہے اس کے والدین اور اس کے دونوں تائے اور تائے کے لڑکے پہلے فوت ہو چکے ہیں البتہ اس کے ایک تائے کا لڑکا سہمی اللہ و تہ اور تائے کی لڑکی سہما رحمانی



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اور مسٹے شعبان، مسٹی خان محمد دوسرے تائے کے پوتے اور مسماۃ عائشہ بیوی موجود ہیں
شجرۂ نسب حسب ذیل ہے :



تواذروئے شرع مطہر فاضل کی وراثت کس طرح تقسیم ہو۔ بینواتوجروا۔

سائل: مسٹی الشردتہ ولد متعلی کھوکھر چک ۴۸ تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری نشان انگوٹھا



صوت مندرجہ بالا میں بیوی کا چوتھا حصہ ہے، سراجی ص ۷ میں ہے السوابع
للواحدة فصاعداً اور باقی سب مسٹی الشردتہ کا ہے کہ وہ محصبہ اقرب ہے، سراجی ص ۱۲
میں ہے شجرۂ جزء جدہ ای الاعمام شربنوہم اور شعبان اور خان محمد چونکہ
دور ہیں لہذا محروم ہیں، سراجی میں ہے الاقرب فالاقرب یورجحون بقرب الدرجة

اور مسماۃ رضائی بھی محروم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ

و اصحابہ و بارک وسلم۔

عزیز الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۰ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ ۲۹-۱۲-۲۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت لا ولد
رضائے الہی سے فوت ہو گئی جس کے والدین اور خاوند زندہ ہیں، اسکی جائد کس طرح تقسیم کرنی چاہئے؟
السال : نیاز علی شاہ از فادر آباد



خاوند کا حق کل ترکہ کا نصف ہے۔ قرآن کریم میں ہے وَلِکُم نَصْفُ مَا تَرَکَ



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کتاب الفرائض

ازواجکم ان لحدیکن لهن ولد اور باقی سب والدین کا ہے، اس کے دو حصے باپ کے
اور تیسرا حصہ ماں کا ہے، قرآن کریم میں ہے فان لحدیکن لہ ولد و ورثہ ابواہ
فلامہ الثلث۔ سراجیہ میں ہے وثلث ما بقی بعد فرض احد الزوجین
وذلك فی مسئلتین نروج و ابویین الخ

حسب القواعد یہ سلسلہ چھپ سے آئے گا، حسب ذیل :

عورت سلسلہ ازچھپ

| خاوند | باپ | ماں |
|---------------|---------------|---------------|
| $\frac{3}{4}$ | $\frac{2}{4}$ | $\frac{1}{4}$ |

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و

آلہ و بارک وسلم۔

عزیز الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳-۷-۶۱

الاستفتاء

از صبیحہ پور ۳۰/۱۲ بحمدت اقدس الحاج قبلہ فقیر اعظم مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتی شریعت متین دریں سلسلہ کے بارے میں کہ زید اور



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بکر دونوں بھائی ہیں، زید بڑا بھائی ہے اور بکر چھوٹا بھائی ہے، دونوں بھائی شادی شدہ ہیں، زید کے ہاں تین لڑکیاں ہیں، دو شادی شدہ ہیں اور ایک کنواری ہے، زید کا بھائی بکر فوت ہو گیا ہے، بکر کی بیوی صرف اکیلی ہے، بکر کا کوئی لڑکا لڑکی نہیں ہے (اگے ایسے واقعات کا ذکر ہے جو استفسار کے لئے ضروری نہیں لہذا راجح نہیں کئے)

السائل : امراؤ خاں میو حصہ دار جیٹھ پور

۳۰-۱۲-۶۲



شرعاً بکر کی بیوی کا چوتھا حصہ ہے، قرآن کریم میں ہے وَلَهُنَّ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكَمَ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ یعنی بیویوں کے لئے چوتھا حصہ ہے اگر میت کا کوئی بچہ نہ ہو تو اور باقی تمام زید کا حق ہے، قرآن کریم میں ہے لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُونَ یعنی مردوں کا حصہ ہے اس مال سے جو ماں باپ چھوڑ کر فوت ہوں اور زیادہ قرابت والے تو چونکہ بھائی زیادہ قرابت والا ہے لہذا اس کو حصہ ملے گا جس کی تشریح حدیث پاک نے کی فما ابقت الفرائض فلا ولی سرجل ذکر یعنی جو مقررہ کردہ حصوں سے بچے وہ تمام ایسے مرد کا حق ہے جو سب سے زیادہ نزدیک ہو تو اس صورت میں چونکہ مقرر کردہ حصہ صرف چوتھائی ہے جو بیوی کا حق ہے تو باقی تمام یکم قرآن کریم اور حدیث پاک "زید" کا حق ہے جو



بھائی ہے اور یہی سرسبزیا اور فتاویٰ عالمگیر اور دوسری تمام کتب فقہیہ میں ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ
و اصحابہ و باریک وسلم۔
نوٹ : یہ حکم اس صورت میں ہے کہ زید اور بکر دونوں حقیقی بھائی ہوں یا سوتیلے
مگر باپ ایک ہی ہو۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳-۱-۶۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسمیٰ نور الدین
متوفی کے وارث حسب ذیل ہیں۔ دو بیویاں مریم بی بی و جنت بی بی اور دو لڑکے محمد حنیف
خلیل احمد اور چار لڑکیاں سرداراں، مریم بی بی، فیض الہی و زینب بی بی زندہ ہیں اور ایک
لڑکے مسمیٰ محمد رمضان جو نور الدین کے حین حیات میں ہی فوت ہو چکا ہے، کی لڑکی مسماۃ رحمان بی بی
بھی موجود ہے، کیا شرعاً مسماۃ رحمان بی بی بھی نور الدین کی وارث ہے یا نہیں؟
سائل : محمد حنیف ولد نور الدین مرحوم از لدھیوال تحصیل دیپال پور ضلع مظفر گڑھ

۲۹/۶/۳۲





شرعاً لڑکوں اور لڑکیوں کی موجودگی میں پوتی وارت نہیں بن سکتی کما فی
السراجیۃ والہندیۃ وغیرہا۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ
اصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۲۶ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ فضل الدین ولد سفری سلم شیخ
کی بیوہ ہے، میرے خاوند کے فوت ہونے کے بعد میرے سوتیلے لڑکوں نے مجھے مار پیٹ کر
گھر سے نکال دیا اور گھر کے تمام اثاثہ سے محروم کر دیا ہے۔ میرے خاوند کی فوتیگی کے بعد



حسب ذیل مویشی اور زیورات میری تحویل میں تھے جو مجھے گھر سے نکالتے وقت چھین لئے گئے ہیں، کیا ان اشیاء میں سے میرا کسی شے پر حق شرعی حکم سے ہے یا نہیں؟

- ۱۔ نام رکھاں سنہری وزنی ۲ تولہ
- ۲۔ تیلیا سنہری وزنی ۳ تولہ
- ۳۔ نتیاں سنہری وزنی ۱ تولہ
- ۴۔ تختی خورد ۱ تولہ کل وزن ۳ تولہ
- ۵۔ حس چاندی وزنی ۲ تولہ
- ۶۔ کنگن دو جوڑے وزنی ۳ تولہ
- ۷۔ چوڑا مچھکنگ وزنی ۲ تولہ
- ۸۔ کڑیاں دو جوڑے وزنی ۶ تولہ
- ۹۔ پٹری رنگین قیمت -/۵ روپے
- ۱۰۔ پلنگ رنگین قیمتی ۳ روپے
- ۱۱۔ چھٹا کانس قیمت -/۸ روپے
- ۱۲۔ مقال کانس قیمت -/۱۰ روپے
- ۱۳۔ بستر ۲ عدد قیمت -/۵۰ روپے
- ۱۴۔ کروا پتل قیمت -/۱۲ روپے
- ۱۵۔ گدھی دو لگام قیمت -/۳۰ روپے
- ۱۶۔ صندوق ٹین ۲ عدد -/۲۰ روپے
- ۱۷۔ پرات پتل قیمت -/۲۰ روپے
- ۱۸۔ کچی قیمت -/۸۰ روپے
- ۱۹۔ بھٹری چالیس کان قیمت -/۲۰۰ روپے
- ۲۰۔ بکریاں دوکان قیمت -/۲۵۰ روپے
- ۲۱۔ چار پائیاں ۲ عدد قیمت -/۳۲ روپے
- ۲۲۔ نقد روپیہ -/۵۰ روپے

نوٹ : نامہ اشیاء فدویہ کے والدین نے مجھے میری شادی کے وقت دی تھیں، علاوہ ان گھریلو چھوٹی بڑی اور بھی کئی اشیاء تھیں۔

سائلہ : فدویہ ام بی بی بیوہ فضل الدین ساکن بھانہ صاحبہ، تھانہ منڈی ہیر سنگھ

ضلع ساہیوال

۵/۶





وہ چیزیں جو سائلہ کے والدین نے سائلہ کو دیں وہ سائلہ کی ہی ہیں اور باقی سب مال جو سنی فضل الدین کی تجہیز و تکفین اور دوسرے امور سے بچا اس کا اٹھواں حصہ بھی سائلہ کا ہے، یہ حکم قرآن کریم اور حدیث پاک کا ہے جو فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں مفصل مذکور ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و محبوبنا الاعظم
مولانا محمد والہ واصحابہ وبارک و سلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۲۲ صفر المظفر ۱۳۸۹ھ

۱۱-۵-۶۹



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو حسب دستور یکے بعد دیگرے ایک ایک طلاق کے تین نوٹس اپنی صحت اور ہوش و



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حواں سے بھجے بعد ازاں بیمار ہو کر فوت ہو گیا تو کیا وہ عورت اس کی وارث ہو سکتی ہے یا نہیں؟
سائل محمد انور ولد ماجھی سہدار بصیر لور پشرف
محمد انور بقلم خود ۷۷



اگر وہ شخص مطلقہ کی عدت پوری ہونے کے بعد فوت ہوا تو وارث نہیں ہوگی،
فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰۵ ولو انقضت عدتها شحمات لم تترث۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و
علی آلہ واصحابہ اجمعین و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۷ھ ۷-۸-۷

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو ایک طلاق رجعی دی

اور اس کے بعد اس نے پھر رجوع کر لیا اور طلاق واپس لے لی کیا وہ اس کی جائداد کے
حقدار ہے یا نہیں اور وہ فوت ہو گیا ہے۔
۲۔ اسی طرح اس کی لڑکی بھی ہے اور بھائی بھی ہیں، کیا وہ بھی جائداد کے حقدار ہیں
یا کہ نہیں؟ کیا لڑکی کتنے حصہ کی مالک ہے؟

فتویٰ کی طالبہ

جنت بی بی



اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو وہ عورت بوقت وفات اس شخص کی باقاعدہ بیوی
ہے جو حکیم قرآن کریم اس کی جائداد کے اٹھویں حصے کی وارث ہے اور جب اس کی صرف ایک
لڑکی ہے تو وہ لڑکی نصف جائداد کی وارث ہے اور باقی ماندہ جائداد بھائیوں کی ہے بحسب
حکم القرآن الحکیم والمذہب المہذب الخنفی۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وعلى آله



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

واصحابہ وبارک وسلم۔

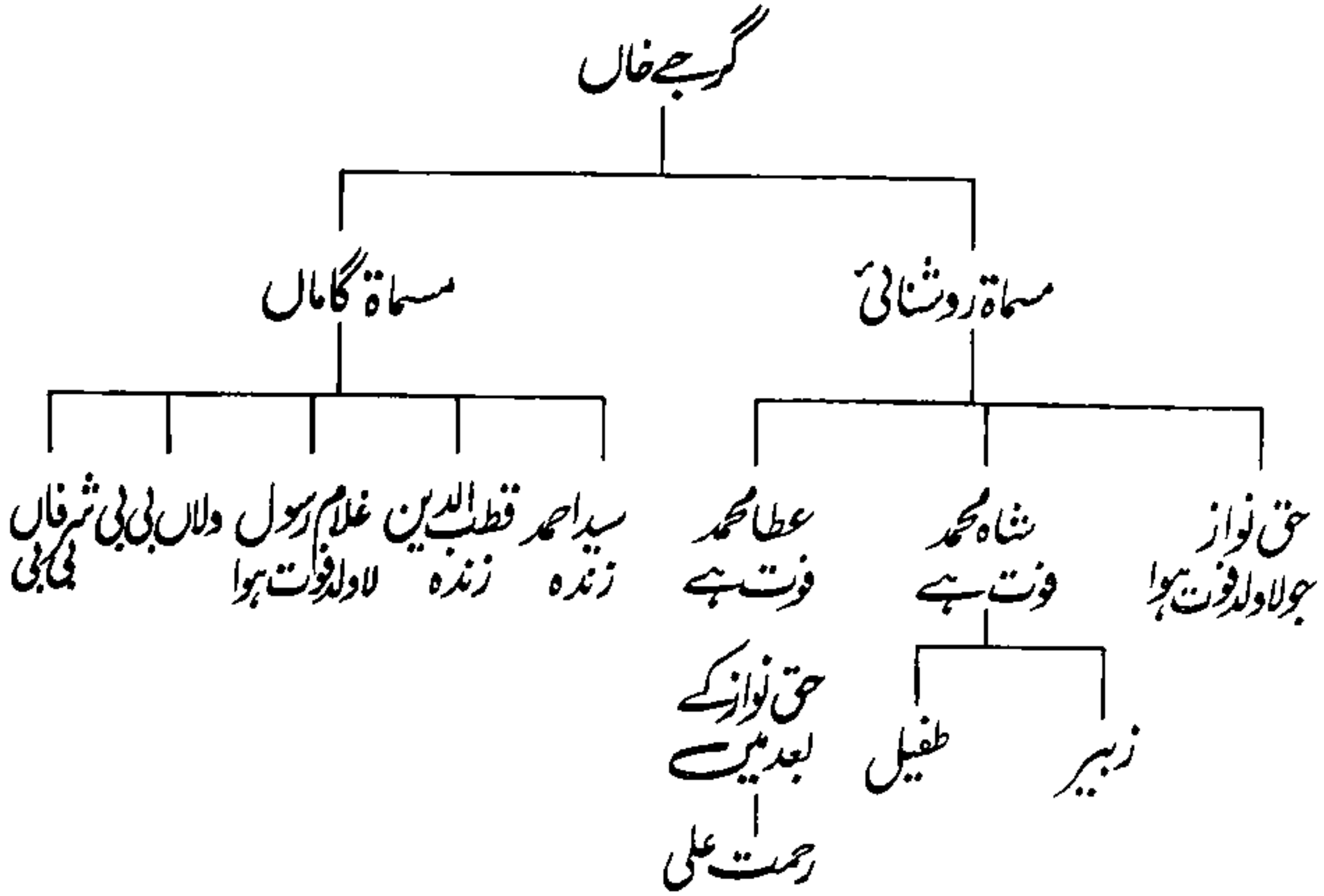
عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۹ رجب المرجب ۱۳۹۰ھ ۱۱-۹-۷۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اندریں صورت کہ متوفی گرجے خاں قوم وٹو راجپوت کے درشہ میں سے صرف اس کی دو بیویاں مسماۃ روشنائی اور مسماۃ گاماں موجود تھیں پہلی بیوی روشنائی میں سے تین لڑکے حق نواز شاہ محمد عطا محمد اور دوسری بیوی گاماں میں سے تین لڑکے سید احمد قطب الدین غلام رسول اور دو ہمیشہ گان ولاں بی بی اور شرفاں بی بی موجود تھیں جو کہ گرجے خاں چھوڑ کر فوت ہوا تو ہند میں اس کے وراثت کے انتقال ہو گئے تھے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب پہلی بیوی روشنائی میں سے حق نواز لا ولد فوت ہوتا ہے تو اس وقت اس کا سگہ بھائی عطا محمد موجود تھا اور گاماں میں سے سید احمد قطب الدین اور ان کی دو ہمیشہ گان موجود تھیں اور اسی طرح جب گاماں میں سے غلام رسول لا ولد فوت ہوتا ہے تو اس کے سگے بھائی سید احمد قطب الدین اس کی والدہ اور دو ہمیشہ گان موجود تھیں اور روشنائی میں سے حق نواز شاہ محمد اور عطا محمد موجود تھے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ متوفی حق نواز اور غلام رسول کی وراثت کے کون کون حقدار ہیں؟



متوفی حق نواز لاولد سکے بھائی عطا محمد اور مسماة گاماں میں سے سید احمد قطب الدین
ولاں بی بی، شرفاں بی بی اور ان کی والدہ
متوفی غلام رسول لاولد، سکے بھائی سید احمد قطب الدین ولاں بی بی شرفاں بی بی اور
ان کی والدہ اور روشنائی میں سے حق نواز، شاہ محمد اور عطا محمد۔
اسئل : رحمت علی ولد عطا محمد قوم ٹو، موضع پنجرہ پور تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال
رحمت علی وٹو بقلم خود ۱۳۵۵ھ



غلام رسول کے وارث صرف اس کے حقیقی بھائی اور والدہ اور ہم شیرگان ہی ہیں
اور اس کے سوتیلی بھائی وارث نہیں ہو سکتے اور یونہی حق نواز فوت ہوا تو اس کا وارث صرف

کتاب الفرائض

حقیقی بھائی عطا محمد ہی ہے اور سوتیلے بہن بھائی وارث نہیں کیونکہ قرآن کریم میں ہے ممتا
ترك الوالدان والاقربون (سورة النساء)۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد و
آله واصحابه وبارك وسلم۔

عزیز الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۵ شوال المکرم ۱۳۹۰ھ ۵-۱۲-۴۰



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ مسٹی نبی بخش ولد فتح الدین قوم چھپرہ اہلس
سکنہ بصیر لوہر جب فوت ہوا تو اس وقت اس کی لڑکی مسماۃ خان بی بی اور بیوی جنت بی بی اور والدہ
مسماۃ طالع بی بی اور دیگر عصبات جدی زندہ تھے بعد ازاں مسماۃ طالع بی بی فوت ہوئی تو اس کی پتی
مسماۃ خان بی بی زندہ تھی بعد ازاں مسماۃ جنت بی بی والدہ مسماۃ خان بی بی فوت ہوئی تو اس کے
وارث لڑکی خان بی بی اور بہن صالح بی بی فوت ہوئی تو اس کا صرف ایک لڑکا مسٹی اللہ بخش موجود تھا
تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسٹی اللہ بخش کو نبی بخش کی وراثت سے کیا ملتا ہے؟

سائل: اللہ بخش از بصیر لوہر

۱۶-۶-۴۱



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



مستی اللہ بخش کو نبی بخش کی جائیداد سے سولہواں حصہ ملتا ہے کیونکہ مسما قبضت بی بی زوجہ نبی بخش کا حق آٹھواں حصہ ملتا ہے اور جنت بی بی فوت ہوئی تو اس آٹھویں حصے کا نصف جو سولہواں حصہ ہے مسما صراح بی بی کا حق تھا جو اس کی وفات کے بعد اس کے لڑکے اللہ بخش کا حق ہے، قرآن کریم میں ہے فان كان لکم ولد فلہن الثمن اور سراجی میں ہے والثن مع الولد یعنی خاوند کی اولاد ہو تو بیوی کا حق وراثت آٹھواں حصہ ہے صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۸ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے النصف للابنة والنصف للاخت۔ سراجی ص ۱۰ میں ہے ولہن الباقی مع البنات یعنی میت کی ایک لڑکی اور ایک بہن ہو تو بہن کا نصف حصہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و
آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

صروہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

۱۹-۶-۱۱



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الاستفتاء

علمائے دین و شرع متین کیا فرماتے ہیں بیچ اس مسئلہ کے کہ مجھ سے میرا بڑا بھائی
میتا جس کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی، اس کو فوت ہوئے چار سال گزر گئے ہیں، اس کے بعد اسکی
صرف بیوی تھی، میں نے اپنے بھائی کی جائیداد کا کوئی مطالبہ نہیں کیا کہ یہ بیوہ ہے مگر آج پندرہ دن
ہو چکے ہیں کہ میرے بھائی کی بیوی فوت ہو گئی۔ میرے بھائی کی جائیداد نقدی زیور مال مویشی
باقی ہیں جو کہ میری بھانجہ کا بھائی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں حقدار ہوں اور آپ حقدار نہیں لہذا
میرے حق کے متعلق شرعی ثبوت فرمایا جاوے۔

میرے باپ اور ماں فوت ہو چکے ہیں۔ میرے سوانہ اور بھائی ہے اور
نہ بہن ہے۔

العبد : سردار علی ولد نور محمد قوم مہار، ساکن جلیٹھ پور ۳-۱۲-۹



سائل نے زبانی بیان کیا کہ ہمارے ماں باپ بھائی سے بہت پہلے فوت ہو چکے

ہیں اور ہمارا کوئی بہن بھائی اُسے ہو ہی نہیں تو اگر یہ سوال صحیح اور واقعی ہے تو اس متوفی کے وارث اس کی بیوی اور سائل دونوں ہیں، بیوی کا حصہ ایک چوتھائی ہے اور باقی تین چوتھائی سائل کے ہیں جو بھائی ہے حسب القرآن الکریم ومذہب الحنفی بل جمیع المذاہب علیٰ هذا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ

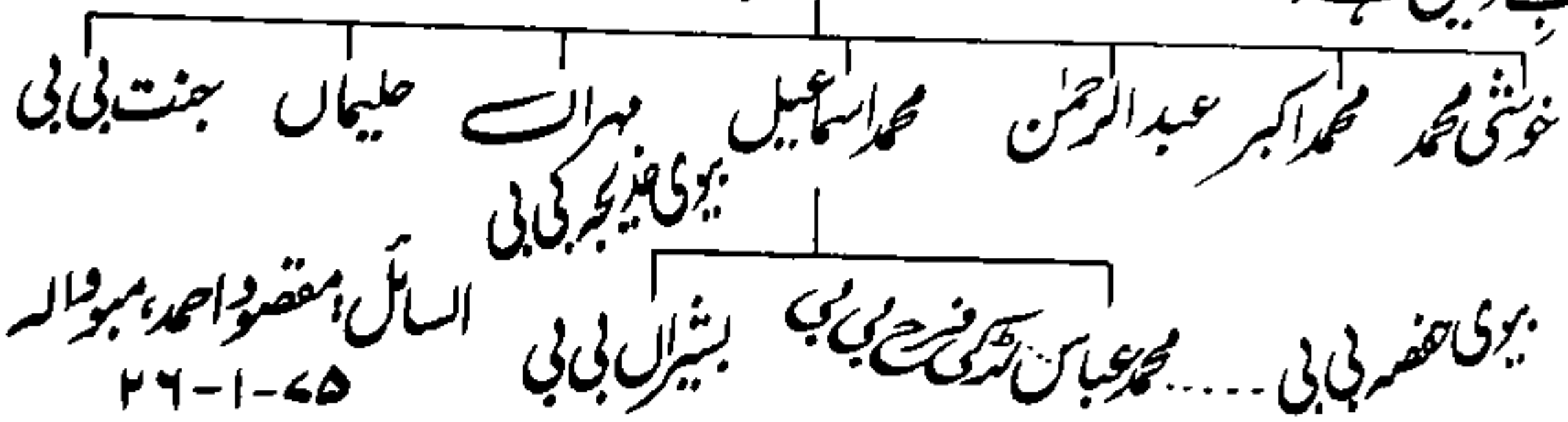
و بارک وسلم۔

حضرہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۳ رذی القعدۃ المبارکۃ ۱۳۹۳ھ ۱۲/۹

الاستفتاء

کیفایتہ ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عباس نامی شخص فوت ہوا اب اس کے وارث صرف اس کی والدہ مسماۃ خدیجہ بی بی، اس کی بیوی مسماۃ حفصہ بی بی اسکی لڑکی فرح بی بی، اس کی بہن بشیرا بی بی اور چچا کنش مسلمان خوشی محمد، محمد اکبر، عبدالرحمن ہیں، اب متوفی مذکور کی وراثت ان وارثان میں فقہ سنی کے مطابق کس نسبت سے تقسیم ہوگی۔ شجرہ حسب ذیل ہے :





والدہ کا سدس، بیوی کا ثمن، لڑکی کا نصف اور باقی بہن کا ہے اور بیچے وغیرہم
سب محروم ہیں۔ یہ مسئلہ حسب القواعد چوبیس سے ہے حسب ذیل :

عکس و لدا ساعیل مسئلہ از ۲۲

خدیجہ والدہ فرح لڑکی بشیراں بہن خضہ و بہ خوشی محمد چچا وغیرہم محروم

$\frac{2}{22}$ $\frac{12}{22}$ $\frac{5}{22}$ $\frac{3}{22}$ \times \times

کما فی القرآن الکریم والاحادیث الشریفہ والسراجیۃ وغیرہا
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيبنا العظيم وعلى

آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر للہ الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

الاستفتاء

ایک عورت کا خاوند قضائے الہی سے وفات پا گیا ہے، اس کے خاوند کی وفات



کو ابھی سات روز ہی گزرے تھے کہ عورت کے سسر نے جو عورت کا چچا بھی تھا عورت کو بچوکیا کہ وہ اپنے مرحوم خاوند کے چھوٹے بھائی سے نکاح کر لے لیکن عورت نے خاوند کے ہلم سے قبل نکاح کرنے سے انکار کر دیا اور کہا دو ماہ کے بعد اگر میری مرضی ہوئی تو نکاح کر لوں گی۔ عورت مذکورہ کے سسر نے نکاح سے انکار کرنے پر عورت کو گھر سے نکل جانے کا حکم دیا چنانچہ عورت مذکورہ اپنے خاوند کے گھر سے دو جانور ایک گھڑا پ اور ایک گدھی اور چند من گندم لے کر کسی دوسری جگہ چلی گئی۔

اب عورت مذکورہ نے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا ہے اور اس کے سابقہ خاوند مذکور کے بھائی اور سسر نے مذکور بالا جائیداد کی واپسی کا مطالبہ کیا ہے جناب برائے شریعت محمدی فتویٰ جاری فرمایا جاوے کہ عورت مذکور کا مرحوم خاوند کی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ میں حصہ ہے یا نہیں؟

یاد رہے کہ عورت مذکور کے مرحوم خاوند اور اس کے چھوٹے بھائی کی جائیداد مشترک ہے اور اس جائیداد میں سے سات جانور، گندم اور مکان وغیرہ پر مرحوم خاوند کا چھوٹا بھائی قابض ہے نیز عورت مذکور کے لطن سے کوئی اولاد نہ ہے۔



سائل نے زبانی بتایا کہ خاوند ستونی کی اولاد ہے ہی نہیں تو عورت کا شرعاً



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

خاوند کی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد سے چوتھا حصہ حق ہے۔ قرآن کریم میں ہے ولھن
الرابع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد (سورۃ النساء پک ۴۷)۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه وسلم

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۵-۱۲-۷۰

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دو بھائی
جن میں سے ایک بھائی فوت ہو چکا ہے جس کی بیوی بی بی من گندم اور ایک گدھی و ایک
بھینس اور کچھ زیورات لے کر کسی اور آدمی کے عقد میں آچکی ہے، اب دوسرے بھائی
کو جو کہ غیر شادی شدہ ہے اس کو اس مال سے کتنا حصہ آتا ہے؟

نوٹ: وہ دونوں بھائی ایک ساتھ اکٹھے رہتے تھے اور ان کے باپ کا اکٹھا مال تھا
اور دونوں اکٹھا ہی کام کرتے رہے اور ان کا کوئی اور بھائی نہیں صرف ایک ماں تھی جو کہ
فوت ہو چکی ہے اور ایک شادی شدہ بہن ہے۔

السائل: محمد دین و علی محمد قوم ڈٹو

سکنہ موسیٰ ال نزد چک نمبر ۳۹ شریف



اگر وہ مال ان کی وراثت کا باپ سے ملا ہے اور اس پر دونوں بھائی بھسیاوی کام کرتے رہے اور اپنی بہن کا حق دے دیا ہے تو نصف حصہ اس کے بھائی کا ہے اور باقی نصف حصہ سے اس کی بیوی کا چوتھا حصہ ہے اور باقی تین حصوں سے ایک بہن کا اور دو بھائی کے صورت ہند :-

ایک بھائی مسئلہ از ۴ و تصحیح بھی از ۴

ایک بھائی ایک بہن اور ایک بیوی
 $\frac{2}{4}$ $\frac{1}{4}$ $\frac{1}{4}$

اور اگر بہن کا حق پہلے نہیں دیا تو اس کا حق دے کر اسی تفصیل سے تقسیم کریں کما فی القمان
الکریم والسراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وعلى الہ

واصلحہم وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۶-۱۲-۶۶



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الاستفتاء

بِسْمِ اللَّهِ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ میری بیوی کا زیور بھالی یعنی ڈیڑھ تولہ سونا چالیس تولہ چاندی تھی اور اس کی ملکیت میں ایک مکان بھی تھا، وہ میرے گھر سے تقریباً سولہ سال آباد رہی، اس کے لطن سے تین بچے پیدا ہوئے، دو لڑکے ایک لڑکی، اس کے بعد وہ رضائے الہی سے فوت ہو گئی ہے، زیور مذکور اور مکان کے کاغذات فوتیگی سے پہلے ہی میرے سرال کے گھر تھے۔ اب میرے سرال والے کہتے ہیں کہ زیور اور مکان کا تو حقدار نہیں ہے صرف تیری اولاد حقدار ہے جب وہ بالغ ہوں گے تو بھرہم ان کو زیور اور مکان دیں گے، تینوں بچے میرے پاس ہیں اور میں ان کی پرورش کر رہا ہوں لہذا شرعی طور پر وضاحت فرمائی جاوے کہ آیا واقعی میں زیور اور مکان کا حقدار نہیں ہوں یا حقدار ہوں۔

السائل : رشید احمد ولد محمد رمضان قوم تھیم، بصیر پور پشرف
محلہ احاطہ الدین

رشید احمد بقلم خود

مورخہ ۲۸/۸





وہ جھوٹے ہیں بلکہ رشید احمد حسبِ قرآنِ کریم چوتھائی کا مالک و حقدار ہے اور باقی کے لڑکے اور لڑکی وارث ہیں اور اگر اس متوفیہ کے والدین سے کوئی زندہ ہے تو وہ بھی حقدار ہیں چھٹے حصہ کے ورنہ نہیں اور چونکہ رشید احمد اپنی اولاد کا جائز وارث اور نگران ہے تو وہ اپنی اولاد کے حصے بھی طلب کر سکتا ہے کما فی القرآن الکریم و کتب المذہب۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و علی آلہ و
صحابہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۸۰ - ۱۱ - ۲۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ رشید احمد کی شادی رحم کی لڑکی سے ہوئی تو رحم نے اپنی لڑکی کو جو زیور الاجیز دیا تھا اس میں ہے رشید احمد نے ۱۲ اتولہ سونا اور ۳۰ تولے چاندی اپنے ہاتھ سے مجھے دے دی ہے اور ۹ ما



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سونا حاجی غلام محمد صاحب کے مشورہ سے ۹۵۰/.. میں فروخت کر کے سب رستم اپنے پاس رکھ لی ہے۔

۲۔ جو زیور رشید احمد کے والد محمد رمضان کے لڑکی شریفاں بیگم کو شادی کے موقع پر پایا تھا اور اس کے ملک کر دیا تھا وہ زیور تقریباً ۱۱/۲ اور چاندی تقریباً ۵۰ تولہ میں وہ بھی رشید احمد کے پاس موجود ہے اور شریفاں بی بی کے لطن سے ۲ لڑکے اور ایک لڑکی موجود ہے۔

۳۔ اور شریفاں بی بی کا حق مہربغ ۱۵۰۰/.. روپے ہیں جو کہ ادا نہیں کئے گئے۔ اس مال کے کون کون وارث ہیں؟

۴۔ مکان لڑکی کی طرف رہائش کے لئے ہم نے اپنی گرہ سے خرید کر دیا تھا جو ہمارے ملک ہے اور اس کے اسٹامپ بھی ہمارے ہی نام ہیں اور ہمارے پاس ہیں تو کیا لڑکی کی وفات کے بعد رشید احمد کا حق ہمارے مکان میں بھی ہے اور شریفاں بی بی کے وارث کون کون ہیں جبکہ شریفاں کی وفات کے وقت اس کا والد رحم اور والدہ اور دو لڑکے اور ایک لڑکی اور خاوند موجود تھے۔ بیٹو! توجروا۔

مہربان علی ولد رحم الدین بقلم خود



اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو رشید احمد کا حصہ شریفاں بی بی کے ترکہ

سے ایک چوتھائی ہے اور اس کے ماں باپ کا چھٹا چھٹا ہے کل ترکہ سے اور جو بچے اس کے پانچ حصے بنائے جائیں، لڑکی کا ایک اور دونوں لڑکوں کے دو دو حصے ہیں تو حسب القاعدہ یہ مسئلہ ۱۲ سے صحیح ہوگا یعنی کل ترکہ کے بارہ حصے مساوی بنا کر تقسیم کیا جائے گا صورت:

شرعیاں بی بی مسئلہ از بارہ

رحم باپ ماں خاوند رشید احمد لڑکا لڑکا لڑکی
 $\frac{2}{12}$ $\frac{2}{12}$ $\frac{2}{12}$ $\frac{3}{12}$ $\frac{2}{12}$ $\frac{1}{12}$

قرآن کریم اور سراجی، عالمگیری وغیرہ۔ واللہ اعلم وصلى الله على حبيبنا و آله واصحابه
اجمعين وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۵ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ ۸۰-۱۲-۱۲



نوٹ: اس مسئلہ کا ایک استفادہ قبل ازیں بھی آیا ہے مگر اس کی اور صورت تھی۔ اور اس سوال کی صورت اور ہے تو پیرمین صاحب تحقیق کر لیں اگر یہ سوال صحیح ہے تو یہ جواب حق اور صحیح ہے اور اگر حقیقت میں اول صحیح ہو تو جواب وہی ہے تحقیق کر لیں اور مبلغ پندرہ صدق ہر اگر ادا نہیں کیا گیا تو وہ بھی ترکہ میں داخل ہے اور وہی حقدار ہیں جن کا بیان ہو چکا ہے کیونکہ وہ بھی شرعیاں بی بی کا مال ہے۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۵ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ ۸۰-۱۲-۱۲



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک آدمی بیمار تھا اور اس نے بیماری کی حالت میں اپنی عورت کو طلاق دے دی اس نیت کی بنا پر کہ عورت کو وراثت سے محروم رکھا جائے حالانکہ اس کی عورت نے طلاق طلب نہیں کی، عورت کی عدت میں ہی یعنی ابھی پندرہ دن ہوئے تھے طلاق کو کہ وہ آدمی قصائے الہی سے فوت ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون! کیا اس عورت کو زوج کے ورثہ سے کوئی حصہ ملے گا یا کہ نہیں؟ اور متوفی کی کوئی اولاد نہیں، شرع کی رو سے بیان فرمائیے، آپ حضور کی عین نوازش ہوگی۔

السائل: محمد عیسیٰ ساکن جھنگیاں رحموں ڈاکخانہ راجوال تحصیل پالپو ضلع ساہیوال



اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو یہ طلاق رجعی ہے جس میں عدت پوری ہونے تک نکاح ثابت رہتا ہے تو وہ عورت اپنے خاوند کے ترکہ میں باقاعدہ حق رکھتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری



ج ۲ ص ۱۰۵ اور ہدایہ ج ۲ ص ۳۹۴ میں ہے و النظم من الهندية الرجل اذا طلق امرأت طلاقا رجعيا في حال صحته او في حال مرضه برضاها او بغير رضاها شتمات وهي في العدة فانهما يتوارثان بالاجماع - بہر حال وہ عورت وارث ہے۔

والله تعالى اعلم وصلى الله على حبيب سيدنا محمد
والہ واصحبہ وبارک وسلم۔

مدرسہ الفقیر الہدایہ النورانیہ
۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ ۸۱-۳-۱۷

الاستفتاء

- ۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اس کے مال سے شرعی لحاظ سے اس کو کتنا حصہ مل سکتا ہے؟
 - ۲۔ اگر خاوند اپنی صحت میں اسے کچھ ہبہ کر چکا ہو جسے اس نے قبول کر لیا ہو اور اس کے وارثوں کو بھی اس کا علم ہو، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟
 - ۳۔ شادی کے وقت عورت کے والدین نے اس کو جو مال دیا ہو، اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟
- نوٹ: خاوند کی دوسری بیوی سے اولاد بھی ہے اور وہ اپنے خاوند سے پہلے

فوت ہو چکی ہے۔

السائلہ : فدویہ ام بی بی زوجہ فضل دین مرحوم



۱۔ خاوند کا وہ مال جو کفن و دفن اور قرض و وصیت سے بچا، اُس کا اس میں آٹھواں حصہ ہے۔

۲۔ وہ عورت کا حق اور ملک ہے۔

۳۔ وہ بھی عورت کا ہی ملک ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ علیٰ حبیبہ الاعظم

و علیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حضرہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ ۱۰۷۹-۷۹-۱۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ہیں مسئلہ کہ شجرہ مذکورہ ذیل میں بیجاں بی بی مرحوم کا اس کے



Click For More

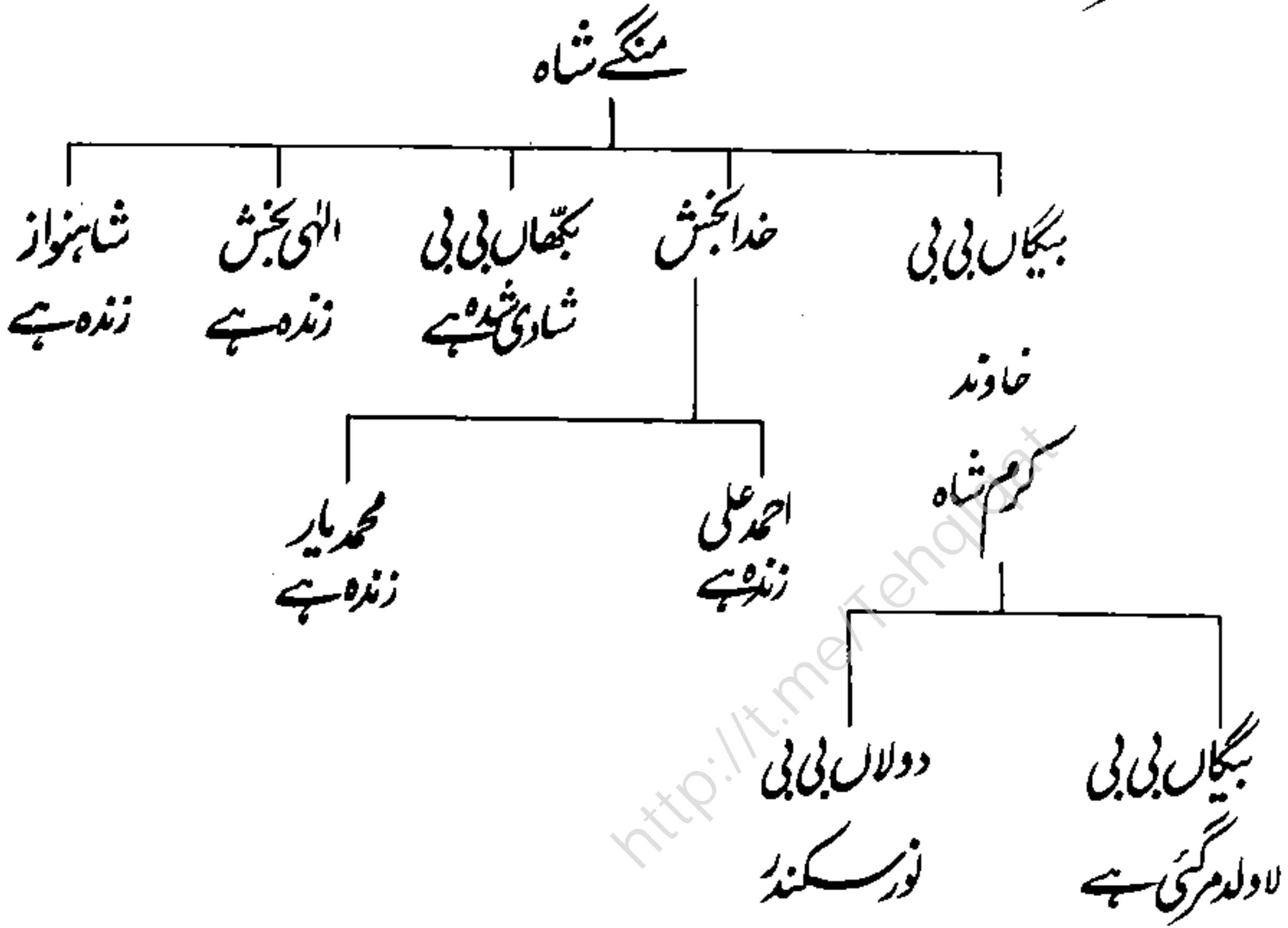
<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بھائیوں کو کیا حصہ ملے گا جب کہ اسے اس کے خاوند کی جائیداد سے نصف حصہ ملا تھا۔

بہینواتو جروا۔

الملکف : حاجی شاہنواز، دیپال پور

شجرہ نسب



نوٹ: سائل سے درج ذیل امور کے بارے میں حجت مانگی گئی۔

۱۔ خدا بخش کب فوت ہوا ہے

۲۔ کرم شاہ کب فوت ہوا اور دولاں بی بی

۳۔ بیگیاں بیوی کو کرم شاہ کی کل جائیداد سے کتنا حصہ ملا



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تو سائل نے یہ جواب دیا :-

۱۔ خدا بخش سلسلہ میں فوت ہوا ہے۔

۲۔ کرم شاہ سلسلہ میں فوت ہوا ہے اور دولاں بی بی سلسلہ میں فوت ہوئی تھی۔

۳۔ بیگیاں بی بی کو کرم شاہ کی کل جائیداد سے نصف حصہ ملا تھا۔

۴۔ بیگیاں بی بی لا ولد مرنی اور عید الضحیٰ سلسلہ کے وفاتیدگی ہوئی ۲۱ ستمبر ۱۹۵۳ء۔

سائل : حاجی شاہنواز، دیپال پور



شرعاً بیگیاں بی بی کا حق کرم شاہ خاوند کی جائیداد میں آٹھواں حصہ ہے اور جب لا ولد فوت ہو گئی تو وہ حصہ آٹھواں بگھاں بی بی، الہی بخش، شاہنواز بہن بھائیوں کا ہے اور چونکہ خدا بخش پہلے فوت ہو چکا لہذا احمد علی، محمد یار کا کوئی حق وراثت نہیں اور یہ سلسلہ پانچ سے آئے گا اگر بہن بھائی حقیقی ہیں تو ورنہ حکم اور ہوگا۔

بیگیاں بی بی سلسلہ از ۵

| الہی بخش | شاہنواز | بگھاں بی بی | احمد علی | محمد یار |
|---------------|---------------|---------------|----------|----------|
| $\frac{2}{5}$ | $\frac{2}{5}$ | $\frac{1}{5}$ | x | x |

اور اگر احمد علی محمد یار کے لئے وصیت ہو تو تیسرے حصے تک حسب وصیت لے سکتے ہیں

وذا ظاہر جہد الا یخفی علی من عنده علم الفقہ والفتاویٰ۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجده اتم واحکم وصلى الله تعالى على حبيبہ الاعظم
والہ وصحبہ وبارک وسلم۔
حزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

<http://t.me/Tehqiqat>



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

<http://t.me/Tehqiqat>

غضب

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بابُ الْعَصَبَات

الاستفتاء



مکرم و محترم جناب مولانا نور اللہ صاحب دالم قبائے
السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ مندرجہ ذیل شجرہ نسب کا ملاحظہ فرما کر تحریر فرمادیں کہ انتقال
تصدیق ہو سکے۔

روشن۔ [بوٹا] فوت ہوا
بیوہ بوٹا زندہ ہے
خدا بخش باپ کی زندگی میں فوت ہوا
سلیمان زندہ ہے۔

اب انتقال پیش ہوا اور تحصیلدار صاحب نے بروئے شریعت محمدی تصفیہ کرنے کی
خاطر عالموں کو بلایا، انہوں نے کہا کہ متوفی کے پوتے سلیمان کے نام جائیداد کا اندراج نہیں ہو چکا
اور روشن اسکی بیوہ کے نام انتقال کا آٹھواں حصہ ہوگا،

اب تحریر فرمادیں کہ اس انتقال کا اندراج کس طرح ہوگا، آیا پوتا اپنے دادا کی
جائیداد ارہنی لے سکتا ہے یا کہ نہیں؟ مکمل تحریر فرمادیں، از حد مہربانی ہوگی کیونکہ عالموں کا ایسے

تنازعہ ہے۔

خادم : الدین پٹواری، سولی



شریعتِ غرار کے رُو سے پوتے کو لڑکے کا حکم ہے اگر میت کا لڑکا موجود نہ ہو تو، صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۹۹، صحیح مسلم شریف ج ۲ ص ۳۲، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۳۸ وغیرہ کتب حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحقوا الفرائض باہلہا فمابقی فہو لاولی رجل ذکر۔ بخاری و بیہقی وغیرہ محققین نے اس حدیث شریف کو مسئلہ مذکورہ کی دلیل قرار دیا اور بخاری نے حضرت زید صحابی سے اور بیہقی نے انہی حضرت زید اور حضرت مولا علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل فرمایا ج ۶ ص ۲۳۸ میں ہے وان ترک ابن ابن ولحدیثک ابنا فابن الابن بمنزلۃ الابن۔ اگر پوتا چھوڑے اور لڑکا نہ ہو تو پوتے کو لڑکے کا حکم ہے اور یہی حکم فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۰۴، مراحج ص ۱۲ وغیرہ کتب فقہ شریف میں ہے، بلکہ اس مسئلہ میں کوئی اختلافِ معتد نہیں تو آٹھواں حصہ روشن بیوہ بڑا کا ہے اور باقی کل سلیمان پوتے کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على حبيبہ والحمد للہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۹ شعبان المعظم ۱۳۶۸ھ



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الاستفتاء

بخدمت مولانا محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم۔ ایک والدہ کی ۵ لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔ والدہ پہلے گزر چکی ہے، والد کی وفات کے بعد ایک لڑکے اور پانچ لڑکیوں کا اس کے ترکہ میں اسلامی قواعد کی رو سے کس قدر حصہ بنتا ہے اور اس کے بعد لڑکے کی آمدنی سے اس کی پانچ ہمیشہ کا کس قدر حق ہے؟ واپسی جواب سے مشکور فرمائیں۔



جناب من! علیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ۔

چند ایام ہوتے جناب کا عنایت نامہ موصول ہوا مگر مدرسہ کے ضروری امور میں مشغول ہوئی وجہ سے جواب میں غیر معمولی تاخیر ہو گئی۔ والد کی وراثت شرعاً جبکہ صرف پانچ لڑکیاں اور ایک لڑکا وارث ہوں۔ کفن دفن دین و وصیت شرعیہ کی تنفیذ کے بعد جو مال بچے سات حصے بنایا جائے

ان سات سے ایک ایک لڑکیوں کا اور دو لڑکے کے ہیں اور جب لڑکیوں نے اپنا شرعی حق وصول کر لیا تو لڑکے کی آمدنی میں ان کا کوئی حق نہیں البتہ اگر کوئی لڑکی نادار ہو جائے اور کوئی زبیحہ معاش نہ رہے تو مالدار بھائی پر لازم ہے کہ اس کے نان نفقہ کا انتظام اپنے مال سے کرے اور ایسے ہی اگر لڑکا نادار ہو جائے اور بوجہ مرض وغیرہ کسب پر قادر نہ ہو تو حسب دستور شرع بہنوں پر اس کا خرچ لازم ہوگا بلحاظ شرائط شرعیہ۔ والسلام
عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں کہ تقریباً تین سال ہوئے مسیحی بوٹا فوت ہوا جس کا لڑکا مسیحی خدابخش پہلے فوت ہو چکا تھا اور خدابخش کا لڑکا سلیمان بوٹا مذکور کا پوتا اور بوٹا کی بیوی سماء روشن وارث ہے مگر چونکہ قانون وراثت شرعیہ نیا نیا پاس ہوا تھا لہذا بوجہ ناواقفی کل زمین بوٹا متوفی کی، اس کی بیوی سماء روشن کے نام انتقال کی گئی، اب روشن مذکورہ بھی فوت ہو گئی اور اس کا وارث صرف ایک پوتا سلیمان مذکور ہے اور کوئی لڑکا لڑکی ماں باپ نہیں مگر پوتے کے نام انتقال کے متعلق شبہ کیا جا رہا ہے کہ مستحق نہیں تو دریافت یہ بات ہے کہ آیا اس صورت میں پوتا سلیمان اپنے دامے بوٹا اور دادی روشن کا وارث جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائلہ:

سماء لالاں از سوہی



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



بالگنجائش شک و شبہ و ریب از روئے احکام قرآن کریم و حدیث شریف و فقہ متنیف صورت مذکورہ بالا میں مسمی سلیمان جائز و حقیقی وارث داد سے اور دادی دونوں کا ہے البتہ تنازع ہے کہ داد سے کی جائیداد کے ساتھ حصوں کا وارث ہے اور آٹھواں دادی کا تھا جو پہلے زندہ تھی اور اب دادی بھی فوت ہو گئی تو اس کے کل مال و جائیداد کا وارث ہے، افسوس کہ ایسے آسان اور ظاہر مسائل میں بھی شبہات پیش کئے جاتے ہیں، قرآن کریم سورۃ النساء میں للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون۔ داد سے اور دادی کا جب لڑکا نہ ہو تو وہ اپنے پوتے کے الاقربون میں داخل ہوتے ہیں تو لامحالہ پوتا وارث ہو گا۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۷، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۳۸ وغیرہ کتب حدیث میں حدیث شریف مرفوع ہے الحقوا الفرائض باہلہا فمابقی فلا ولی رجل ذکر، پوتے سے زیادہ نزدیک اور کون ہے، جب اس کا باپ فوت ہو چکا اور چچا یا نانا نہ ہو تو، اور یہی حکم فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۴۰، سراجی ص ۱۲ وغیرہ کتب مذہب میں ہے۔ الحاصل اب سلیمان پوتا کیلئے ہی کل وراثت کا مستحق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و

صحابہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ عی علیہ الغنی
ولدہ مستقیم قوم بھٹہ ساکن آج بھٹہ فوت ہو گیا ہے اور بعد میں دو لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑیں جنہیں سے
دو لڑکے اور ایک لڑکی ایک بیوی سے ہیں اور دو لڑکیاں ایک بیوی سے ہیں، اب متوفی مذکور
کی جائیداد کس طرح تقسیم کی جاوے، جواب لکھ کر ممنون فرمادیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ بینوا
توجروا۔

۲۴ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ

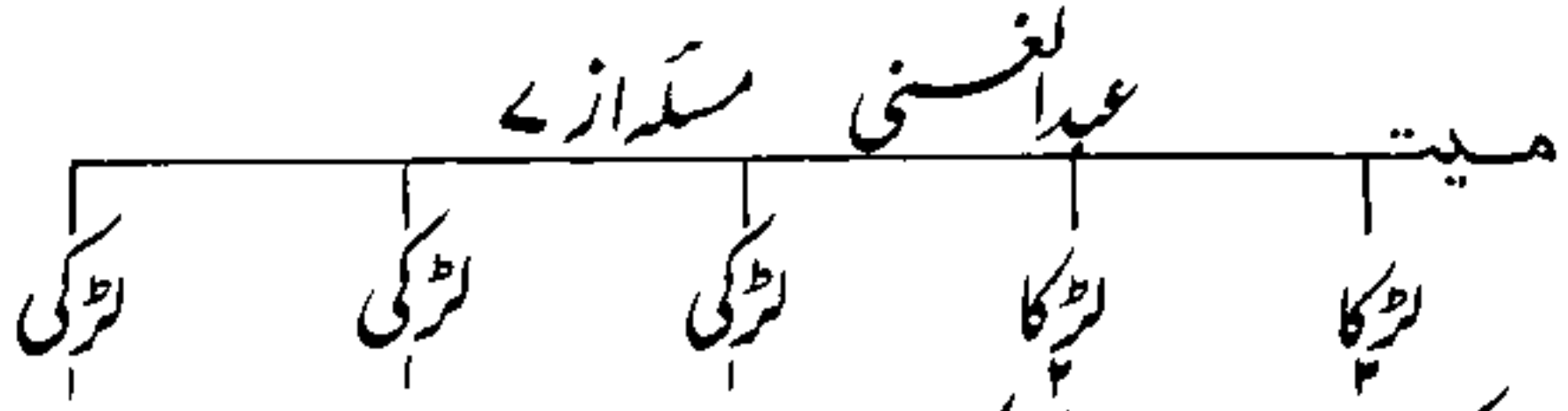


حسب دستور شرع مطہر باقی جائیداد وغیرہ لڑکوں اور لڑکیوں میں تقسیم ہوگی بایں طو
کہ لڑکے کا حصہ لڑکی سے دگنا ہوگا تو کل سات حصے بنائے جائیں، دو دو دونوں لڑکوں کے
اور ایک ایک تینوں لڑکیوں کا



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

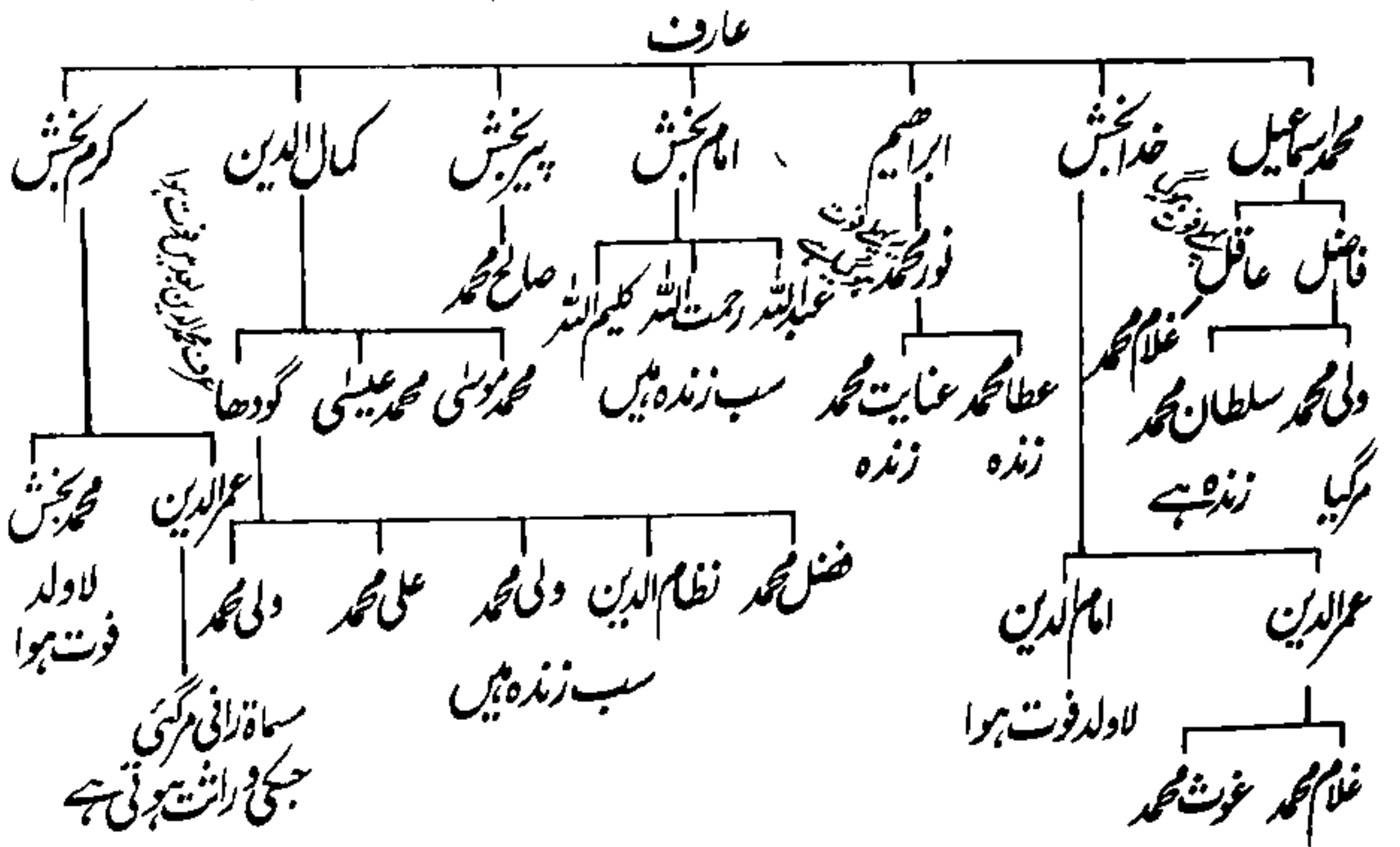


الگ الگ ہونے کا کچھ اعتبار نہیں۔ قرآن کریم میں ہے للذکر مثل حظ الانثیین۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد
والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اندر سے صورت کہ مسماۃ رانی بیوی عمر الدین
فوت ہو گئی، بموجب شجرہ نسب ذیل عمر الدین ولد کرم الدین کی جائیداد عارضی طور پر از روئے قانون
انگریزی مسماۃ رانی کے نام منتقل ہو چکی تھی اب کس طرح پر تقسیم ہوگی؟ بینوا ماجورین۔



نوٹ : محمد اسماعیل، ابراہیم، پیر بخش، کرم بخش ایک والدہ کے لطف سے ہیں اور خدا بخش، امام بخش، کمال الدین کی والدہ جدا ہے۔
السائل : صالح محمد بقلہم خود



اندریں صورت مسماہ رانی بیوہ عمر الدین متوفی کا چوتھا حصہ ہے جواب مسماہ مذکورہ کے وارثوں کا حق بن چکا ہے اور باقی کل صرف صالح محمد ولد پیر بخش حقیقی عمراد متوفی کا حق ہے کہ وہی عصبہ قریب ہے کہ پیر بخش اور کرم بخش حقیقی بھائی ہیں اور چونکہ خدا بخش، امام بخش، کمال الدین سوتیلے بھائی ہیں لہذا ان کے لڑکے صالح محمد قریب ترین کے ہوتے ہوئے وارث نہیں بن سکتے قرآن کریم میں ہے للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقرابون فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے ثما بن العم لاب و ام ثما بن العم لاب نیز قرآن کریم میں ہے ولهن الربع مما تركن ان لم يكن لکم ولد فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے وللزوجة الربع عند عدمهما حسب ذیل
عمر الدین ولد کرم بخش مسماہ از ۲

بیوی انی حقیقی عمراد صالح محمد عمر الدین رحمت اللہ علیہ کلیم اللہ گوڑا پسران عمیم علقانی

x x x x x ۳ ۱

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا و

صحابہ و بارک وسلم۔

حضرت الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
راجادی الاولیٰ

الاستفتاء

از چک نمبر ۵۸ ہاموں نوآباد

مکرم و معظم مولانا مولوی نور اللہ صاحب بصیر لورڈ ام قبالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ مزاج شریف

عرض یہ ہے کہ رقعہ ہذا آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ یہ چار بھائی ہیں اور
تین بہنیں ہیں اور ان کی والدہ صاحبہ ان سب سے علیحدہ اپنے گھر والی تھی، ان کے زندہ سے
انہوں نے اپنا مال اسباب علیحدہ کیا ہوا تھا۔ حضور انور اس چیز کو سمجھ کر فرما دیتے تو ہمیں خود پتہ
ہے کہ والدہ علیحدہ تھی۔

منجانب جیون خاں بذریعہ رحمت اللہ علیہ

مورخہ ۲۵

مستی اسماعیل پاؤلی نے زبانی بیان کیا کہ ہم سب حقیقی بہن بھائی ہیں اور مدت
ہوئی کہ ہمارا باپ فوت ہوا اور سامان زلیو رات وغیرہ ہماری والدہ کے پاس تھا، اب وہ
بھی فوت ہو گئی تو وہ مال متروک کس طرح تقسیم کیا جائے؟



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



صورتِ مسئلہ میں سب بہن بھائی حقدار اور وارث ہیں، لڑکوں کے دو دھتے
اور لڑکیوں کا ایک ایک حصہ، قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم
للدکر مثل حظ الانثیین، مسئلہ گیارہ سے آئیگا، حسبِ ذیل ہے :

مسئلہ از ۱۱

لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکی لڑکی لڑکی
۲ ۲ ۲ ۲ ۱ ۱ ۱

- واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشدانعمی غفرلہ

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ محمد فاضل خاں کے



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

باپ میاں جمال الدین خاں نے اس کی والدہ مسماۃ روشن بی بی کو اراضی ہبہ کر کے قبضہ دے دیا، اب روشن بی بی کے فوت ہونے پر ہبہ شدہ اراضی سے محمد فاضل کا سوتیلہ بھتیجا اور چھ حقیقی بہنیں وراثت کا مطالبہ کرتے ہیں، واضح طور پر بیان فرما کر کرم نوازی فرمائیں۔
السائل : محمد فاضل خاں



سائل نے زبانی بیان کیا کہ جمال الدین خاں پہلے فوت ہوا اور مسماۃ روشن بی بی کے والدین بھی پہلے فوت ہو چکے تھے تو شرعاً روشن بی بی کے وارث صرف محمد فاضل لڑکا اور چھ لڑکیاں ہیں اور سوتیلے لڑکے کے لڑکے کا (جو محمد فاضل کا سوتیلہ بھتیجا سوال میں بیان کیا گیا ہے) کوئی حق نہیں مسئلہ آٹھ سے آٹے کا ہکذا :

| روشن بی بی | | | | | | | میت |
|----------------|------|------|------|------|------|-------------|-----|
| مسئلہ از ۸ | | | | | | | |
| محمد فاضل لڑکا | لڑکی | لڑکی | لڑکی | لڑکی | لڑکی | سوتیلہ پوتا | |
| ۲ | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ |

قرآن کریم میں ہے للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصيب الاية نیز قرآن کریم میں ہے للذكر مثل حظ الانثيين۔ واللہ تعالیٰ اعلم

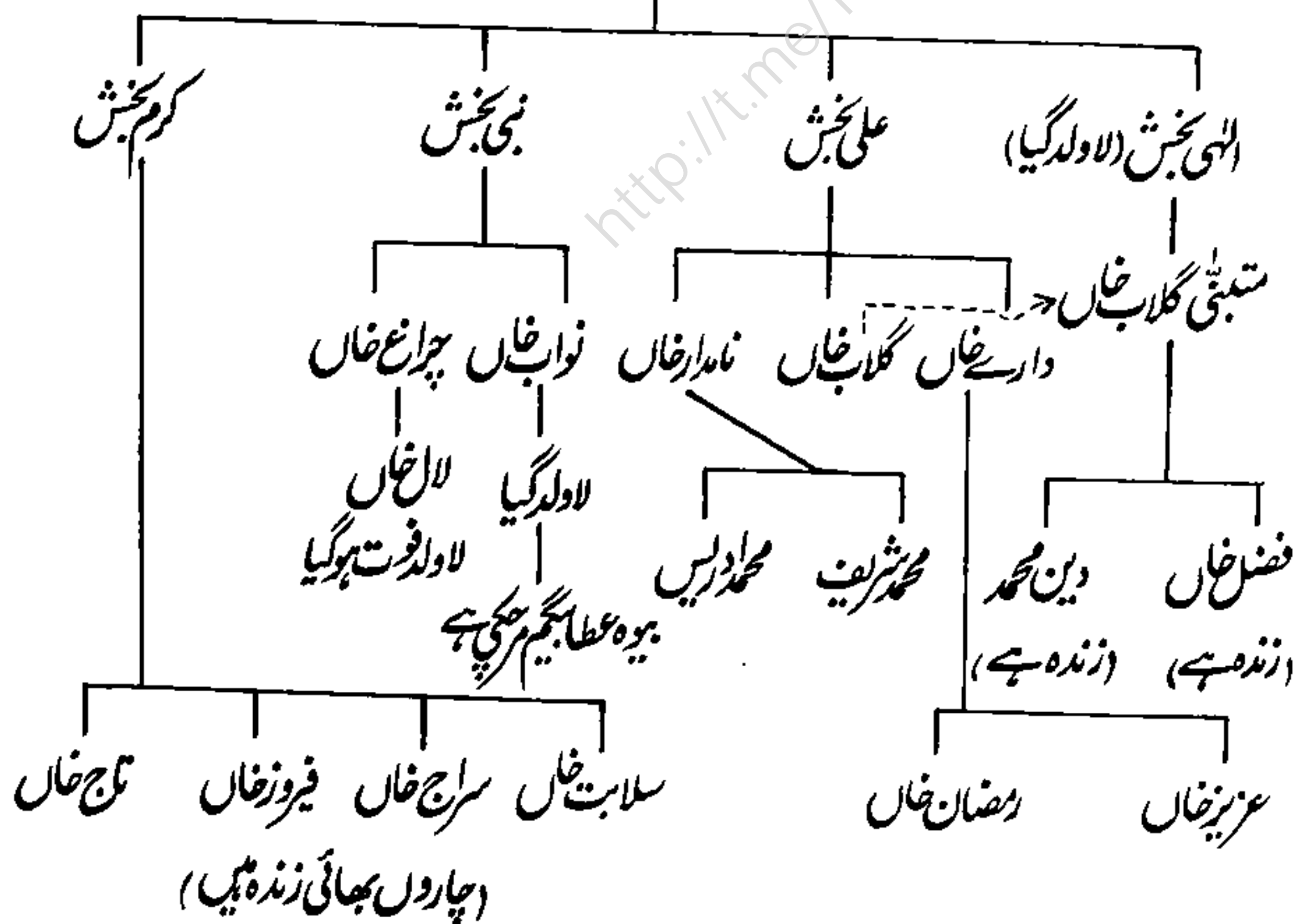
صلواته الفقير اليه الحاجير محمد بن نور الله النعمي غفرله

۲۹ رزی الحجة المباركة

الاستفتاء

۸. گھاؤں زمین کا مالک

محمد بخش ولد غدا بخش قوم راجپوت کھوسا سابقہ سکھ پٹی ضلع لاہور حال اہم جنگ



محمد بخش کا شجرہ موجودہ اولاد (تک) اور پرتحریر کر کے عرض ہے کہ ان میں سے تفصیل ذیل

مرچکے ہیں، باقی زندہ ہیں۔ پہلے محمد بخش پھر سادہ بیگم بیوہ محمد بخش پھر الہی بخش پھر علی بخش پھر نبی بخش پھر
کرم بخش پھر گلاب خاں پھر دارے خاں پھر چراغ خاں پھر لال خاں پھر نواب خاں پھر نامدار خاں
فوت ہو چکے ہیں جو ۱۹۲۷ء سے پہلے پہلے مرچکے ہیں۔ اب سلا بت خاں، سراج خاں، فیروز خاں
تاج خاں ولد کرم بخش زندہ ہیں اور اب یہ زندہ ہیں :

فضل خاں ، دین محمد عزیز خاں، رمضان خاں محمد شریف محمد دریس

پسران گلاب خاں پسران دارے خاں پسران نامدار خاں

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب لال خاں فوت ہوا تو اس کی کل جائیداد اس کے نایا
نواب خاں کے نام منتقل ہوئی اور نواب خاں کی فوتیگی کے بعد کل جائیداد اس کی بیوہ عطا بیگم
کے نام حسب دستور انگریزی عارضی طور پر منتقل ہوئی، بعد ازاں عطا بیگم فوت ہوئی اور اس کا کوئی
رشتہ دار نہیں رہا تھا تو اب اس جائیداد کا وارث کون ہے؟

سئل : فیروز خاں ولد کرم بخش از راجہ جنگ ضلع لاہور

۱۶/۵/۵۵



عطا بیگم بیوہ نواب خاں، نواب خاں کی جائیداد کے ۱/۴ چوتھائی کی حقدار تھی اور
باقی ۳/۴ حصے سلا بت خاں وغیرہ پسران کرم بخش کا حق تھا کہ چچا زاد بھائی ہیں اور فضل دین وغیرہ

جو تباہ و بھائیوں کی اولاد ہیں، محروم ہیں۔ سراجی ص ۱۲ میں ہے یرجعون بقرب
الدرجة۔ حدیث شریف میں ہے فہو لاولیٰ رجل ذکر (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۳) قرآن
کریم میں ہے مما ترک الوالدان والاقرّبون (سورۃ النساء ۲) اور جب انگریزی
قانون کے ماتحت کل جائیداد عارضی طور پر عطا بیگم کے نام منتقل ہوئی تو اب اس عارضہ اٹھ جانے
کے بعد تین حصے جو سلابت خاں وغیرہ کا حق تھا، انہیں لزوماً ملنے چاہئیں اور باقی ایک حصہ جو عطا بیگم
کا اصل حق تھا اور اس کا کوئی رشتہ دار نہیں رہا تھا، اگر حکومت وہ حصہ نواب خاں کے ورثہ کو
ہی دے تو اس کے وارث بھی وہی سلابت خاں وغیرہ ہوئے کہ وہی قریبی عصبات ہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ
وبارک وسلم۔

صوۃ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۲۰ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ ۱۶/۵ بروز منگل

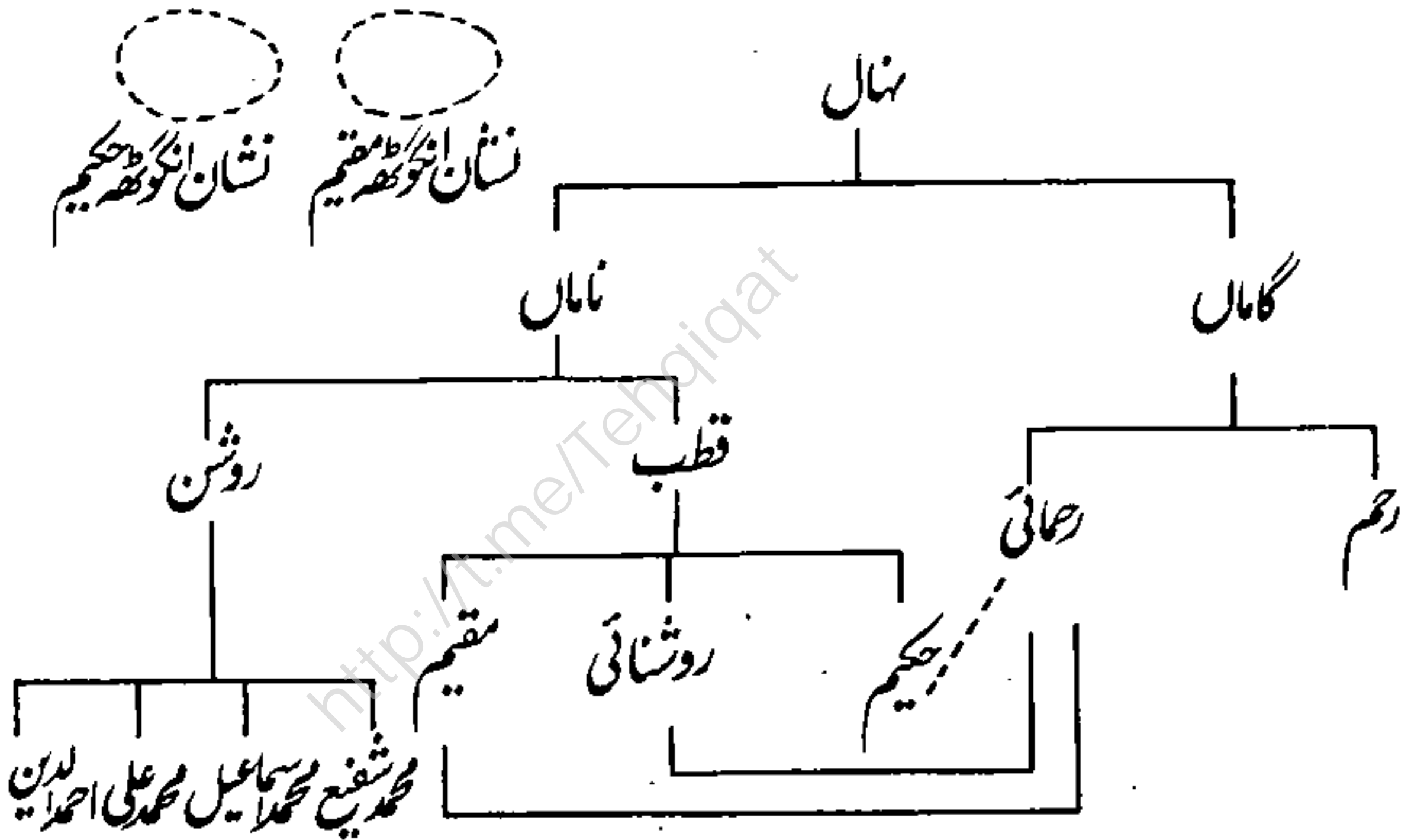
الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سائلان سہمی حکیم و مقیم
پسرانِ قطب ایک ہماری بہن ہے جس کا نام روشنائی ہے، ہمارا چچا رحمہ اللہ گاماں مرحوم اپنی اراضی
۱۳ ایکڑ چھوڑ کر رہتی ملک عدم ہوا ہے اور اس جائیداد کے زیادہ حقدار ہم ہیں علاوہ ازیں مرحوم
کی بہن رحمانی جو کہ ہماری والدہ ہے مرحوم کے ساتھ شجرہ اس طرح ملتا ہے جو میں آگے درج کرونگا

کتاب الفرائض

مخالف پارٹی احمد دین، محمد علی، محمد اسماعیل و محمد شفیع ہیں، ان کو مذکورہ سے دو حصے ملے ہیں اور ہمیں ایک حصہ ملا ہے جو سراسر ظلم پر مبنی ہے۔ مخالفین کے نام پٹواری حلقہ و تحصیل مذکورہ میں جو سرکاری شجرہ نسب ہے اس میں ان کا نام درج نہیں ہے، نہ ہی ان کے نام زمین۔
آپ نوازش فرما کر حوالہ قرآن و حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق دیکر عند اللہ ماجور ہوں، شجرہ مندرجہ ذیل ہے :-

اسامان: حکیم و مقیم ولد قطب چک ۳۴ تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری



آپ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ رحم کی بہین رحمانی اور چچا زاد بھائی قطب اور روشن بوقت



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وفات رحم زندہ تھے یا ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں تھا۔ اگر یہ سب یا ان میں سے کوئی زندہ تھا تو تقسیم غلط ہے اور کسی پر ظلم بھی ہوا مگر جب یہ سب رحم سے پہلے فوت ہو چکے ہوں اور سوال سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے تو یہ تقسیم صحیح ہے اس لئے کہ حکیم، مقیم، احمد الدین، محمد دین، محمد علی، محمد اسماعیل، محمد شفیع رحم کے عصبات ہیں اور رحم کے اوسے نہال کے پر پوتے ہونے میں برابر ہیں اور ایسے ہی رحم کے چچا ناماں کے پوتے ہونے میں بھی کوئی فرق نہیں ہے تو یہ سب کے سب برابر ہوتے ہیں اور رحم کی کل جائداد کے چھ حصے بنے اور ہر ایک کو ایک ایک حصہ ملا۔ قرآن کریم میں ہے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقرجون (النساء) اور رحم کی اقر بیت ان سب کے لئے برابر ہے اور متفق علیہ حدیث میں ہے لا ولی لرجل ذکر اور اس صفت میں بھی یہ سب یکساں ہیں اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے واذا اجتمع جماعة من العصبۃ فی درجۃ واحدة یقسم المال علیہم باعتبار ابدانہم لا باعتبار اصولہم مثلاً ابن اخ وعشرة بنی اخ واخو ابن عم وعشرة بنی عم اخر المال بینہم علی احد عشرة سہما لکل واحد سہم اور روشنائی کا بھائیوں کی موجودگی میں کوئی حق نہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے وباقی العصبات ینفرد بالمیراث ذکر وھمدون اخواتہم اور ایسے ہی بھانجے ہونے کی حیثیت بھی عصبات کے ہوتے ہوئے مقبر نہیں کہ بھانجہ ذوی الارحام سے ہے اور ذوی الارحام کا حق عصبات سے بہت پیچھے ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے واولاد الاخوات کلہا اور اسی میں ہے وانما یرث ذوالارحام اذا لم یکن احد من اصحاب الفرائض ممن یرد علیہ ولم یکن عصبۃ اور سرکاری شجرہ نسب میں نام کا درج ہونا شرط وراثت نہیں، کسی آیت یا حدیث سے اس کا ثبوت نہیں اور اسی طرح وارث کے نام پہلے سے زمین کا ہونا بھی شرط نہیں، عموماً اولاد کے نام زمین



والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلى الله
تعالى على حبيب وآله واصحابه وبارك وسلم۔

عزوه الفقير البواخير محمد نور الله النعمي غفرله

۲۴ رجب المرجب ۱۳۵۵ هـ بروز اتوار



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں ائمہ کرام دین کہ ایک آدمی کی دو بیویاں ہیں، ایک سے ایک لڑکا ہے دوسری سے دو لڑکے ہیں، باپ کے مرنے کے بعد وراثت تقسیم ہو گئی، تین حصہ پران کی والدہ کو بھی مل گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد جو دو بھائی ہیں ان میں سے ایک مر جاتا ہے تو اس کی وراثت کے مالک دونوں بھائی ہیں یا کہ ایک جو اس کا سگا بھائی، اگر سگا بھائی مالک ہے، کس طرح مسئلہ ہے دوسرا بھی تو اس کا بھائی ہے۔ مہربانی فرما کر جلدی جواب دیں، تاکید ہے۔ والسلام

السائل : اصغر علی بقلم خود

FD-2-54





شرعاً لگے بھائی کے ہوتے ہوئے سوتیلے بھائی وارث نہیں بن سکتا۔ حضرت مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے کسی سندوں کے ساتھ سنن ابن ماجہ ص ۲۰۱، سنن ترمذی ج ۲ ص ۳ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۳۲ میں حدیث مرفوعہ وارد ہے جس کا خلاصہ بکلمات متقاربہ یہ ہے الرجل یرث اخاه لابیه وامہ دون اخیه لابیه یعنی مرد اپنے حقیقی بھائی کا وارث ہوتا ہے سوا سوتیلے کے۔ ترمذی ج ۲ ص ۱۳ میں فرماتے ہیں والعمل علی هذا الحدیث عند اهل العلم۔ سراجی ص ۱۱، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے والنظم للسراجی ویسقط بنو العلات ایضاً بالاخ لاب وام۔ سراجی ص ۱۲، شریفی ص ۳۹، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے والنظم للاولیین ان ذاللقربابتین منالعصبات اولی من ذی قرابة واحدة مع تساویہما فی الدرجه کہ دو رشتوں والا عصبہ ایک رشتے والے سے زیادہ مستحق ہوتا ہے باوجود ایک درجہ ہونے کے اور اس کی مثال یہ دی کہ الاخ لاب وام فان مقدم علی الاخ لاب اجماعاً (ترجمہ) جیسے بھائی ماں باپ سے اس بھائی سے مقدم ہے جو صرف باپ سے ہو یاں اگر سکا بھائی مسلمان نہ ہو یا مرنے والے کا قاتل ہو تو سوتیلے ہی وارث ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ



حضرت الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۳ شعبان المعظم ۱۴۵۵ھ ۲۷/۵/۲۰۲۴

(نوٹ) صرف خط کشیدہ عبارت سوال کا جواب ہے کہ حقیقتہً سوال ہی وہی ہے۔

الاستفتاء

از کثیر یانوالی ۶-۸-۵۷ مکرری جناب مولانا مولوی نور اللہ صاحب

السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ یہاں سب خیریت ہے، امید ہے کہ آپ بھی خیریت سے ہوں گے۔ عرض احوال یہ ہے کہ سسٹی دونوں، سرون، فتح محمد کہ یتیم سگے بھائی ہیں۔ دونوں اور سرون ایک مائی کے پیٹ سے ہیں اور فتح محمد دوسری مائی کے پیٹ سے ہے کیونکہ ان کے والد صاحب کا نام کندانہا، اس کے گھر دو عورتیں تھیں جو کہ سرون ہے وہ فوت ہو چکا ہے، اس کے ہاں لڑکا نہیں بلکہ لڑکیاں چھ ہیں اور سرون کی زوجہ ابھی تک زندہ ہے اور سرون کی زمین کا جھگڑا پیدا ہو گیا ہے، دونوں یہ کہتا ہے کہ سرون اور میں دونوں ایک مائی کے پیٹ سے ہیں کہ سرون کی زمین کا میں حقدار ہوں اور فتح الدین نہیں ہے۔ ان کا آپس میں برادری کا جھگڑا پے گیا ہے اور ان کا مقدمہ عدالت تک پہنچ چکا ہے اس لئے آپ کے پاس یہ رقعہ ارسال ہے کہ مولوی صاحب شرعی فیصلہ بذریعہ قرآن کریم سے ان کا فیصلہ کیا جاوے۔ عین نوازش ہو گی مہربان اور

غلام ولد فتح الدین آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔
از طرف سردار باقر خاں نمبردار سکنتھریا نوالی (دستخط سردار مذکور باقر خاں)



مستی سرون کے وارث اس کی چھ لڑکیاں اور زوجہ اور مستی دو ناباراد حقیقی ہیں اور مستی
فتح محمد وارث نہیں بن سکتا، اٹھواں حصہ ترکہ کا حسب دستور شرع زوجہ کا ہے اور دو تہائی چھ لڑکیوں
کا اور باقی سبب دونا کا ہے، قرآن کریم میں ہے فان کان لکم ولد فلم یکن لکم من
مما ترکتم الا نیت۔ فان کن نساء فوق اثنتین فلم یکن لکم من ثلث ما ترک۔ للرجال
نصيب مما ترک الوالدان والاقرابون مما قل من او کثر (سورۃ النساء)
صحیح بخاری ج ۲، ص ۹۹۴ تا ۹۹۹، صحیح مسلم ج ۲، ص ۳۴۲ وغیرہ کتب حدیث میں باسانید متکاثرہ و
کلمات متقاربہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے الحقوا الفرائض باہلہا
فما ترک الفرائض فلا ولی سجل ذکر۔ ترمذی شریف ج ۲ ص ۳۱، سنن دارمی ص ۳۹۶
سنن داؤقطنی ج ۲ ص ۲۶۱، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۳۲ میں بالفاظ متقاربہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے ہے وان اعیان بنی الام یرثون دون بنی العلات الرجل یرث
اخاه لابی وامہ دون اخیه لابی۔ ترمذی فرماتے ہیں والعمل علی ہذا الحدیث

عند اهل العلم۔

ان سب احادیث کا حکم یہ ہے کہ حقیقی بھائی کے ہوتے ہوئے وہ بھائی جس کی ماں الگ ہو، وارث نہیں ہو سکتا۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲، مبسوط ج ۲ ص ۲۹۷ میں ہے ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ومثله فی السراجیۃ ص ۱۲۔ اس کا بھی وہی حاصل تو دونوں کے ہوتے ہوئے فتح محمد جس کو سوال میں فتح الدین بھی لکھا گیا ہے، وارث نہیں ہو سکتا۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ ۱۳ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص مسمیٰ فتح الدین فوت ہوا اور اس کے پانچ پوتے زندہ ہیں حالانکہ فتح الدین کا صرف ایک ہی لڑکا تھا جو پہلے فوت ہو چکا ہے نیز فتح الدین کی بیوی بھی پہلے فوت ہو چکی ہے نیز اس کے بھائی اور بہنیں بھی پہلے ہی فوت ہو چکی ہیں نہ ہی کوئی لڑکی تھی تو اس کی وراثت کے کون حقدار ہیں میتوفی کے والدین بھی کافی عرصہ کے فوت ہو چکے ہیں۔

سائل : حق نواز ولد غلام محمد مرحوم

مورخہ ۱۱/۵/۸



بلا شک و شبہ و ریب ایسے متوفی کے وارث پوتے ہوتے ہیں کہ وہی عصبات ہیں
سراجیہ ص ۱۲، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے (و النظم من الہندیۃ) اقرب
العصبات الابن ثمان ابن الابن۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ و صحبہ

و بارک و سلم۔

حزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

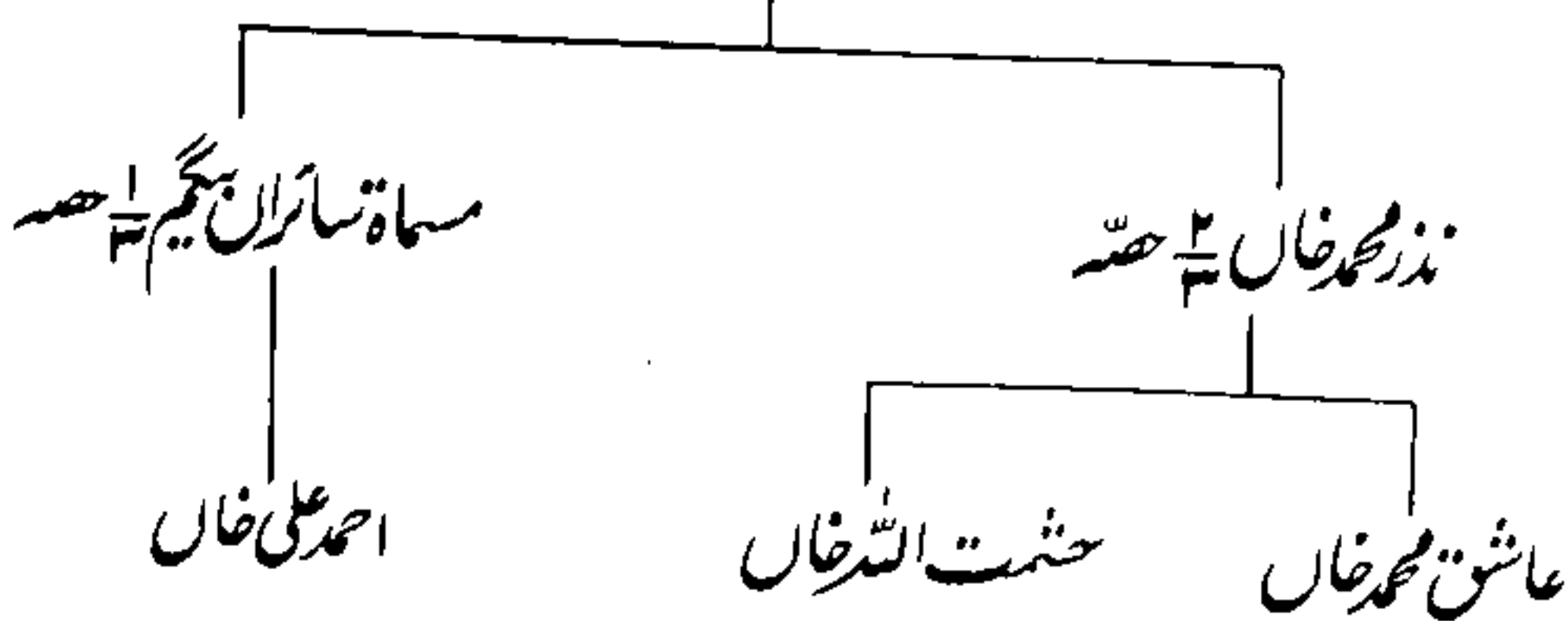
مؤرخہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۰۹۹ھ مطابق ۱۰

الاستفتاء

مکرمی محرمی حضرت علامہ مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم۔ مزاج گرامی !

مسماۃ ہاجران بیگم



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مسماة ہاجرہاں بیگم نے زید کے پاس مبلغ چھ صد روپیہ بطور امانت رکھے، لیسہ میں
مسماة مذکورہ کا انتقال ہو گیا، چونکہ مسماة مذکورہ کی کوئی اولاد نہیں تھی لہذا ان کی جائداد مسماة مذکورہ
کے بھائی نذر محمد خاں کو دو حصہ اور مسماة مذکورہ کی بہن مسماة سائرہاں بیگم کو ایک حصہ پہنچی، اس کے علاوہ
جو کچھ زیور اور نقد روپیہ مسماة نے چھوڑا تھا وہ بھی بقدر حصہ دونوں کو ملا۔ عاشق محمد خاں کا
انتقال شکستہ میں اپنے والد نذر محمد خاں کی حیات میں ہو گیا اور نذر محمد خاں نے اپنے پوتے یعنی
عاشق محمد خاں کی اولاد کے نام اپنی زندگی میں کوئی جائداد نہیں کی۔ نذر محمد خاں کے انتقال کے بعد
ان کی کل جائداد ان کے لڑکے حشمت اللہ خاں کو پہنچی۔ مسماة سائرہاں بیگم کے انتقال کے بعد
ان کے لڑکے احمد علی خاں کو جائداد پہنچی جو امانت مسماة ہاجرہاں نے زید کے پاس بطور امانت چھ صد روپیہ
رکھی تھی، اس کو زید نے اب سلسلہ میں ظاہر کی اور اس میں سے مبلغ دو صد پچاس روپیہ حشمت اللہ خاں کو
نذر محمد خاں کو دے اور مبلغ دو صد پچاس مقصود احمد خاں ولد عاشق محمد خاں کو دے اور مبلغ یکھ صد روپیہ
مصرف خیر میں خرچ کے لئے رکھے۔

مہربانی فرما کر اس عقدہ کو حل فرمادیں کہ زید اس امانت کو جو مسماة ہاجرہاں بیگم نے
چھ صد روپیہ بطور امانت رکھے تھے، کیسے خرچ کر سکتا ہے اور یہ رقم کن کن ورثاء کو پہنچتی ہے؟
مشکور ہوں گا۔ فقط

احقر العباد احمد علی خاں مراد آبادی، حال ساکن موضع اسد اللہ پور ۶۰-۴-۱۰



مقصود احمد خاں مسماة ہاجرہاں بیگم کا وارث نہیں اور نہ ہی اپنے دادا سے نذر محمد خاں کا



وارث بن سکتا ہے تو اسے ۲۵۰ روپیہ دینا جائز نہیں بلکہ نذر محمد خاں اور مسماۃ سائرہ بیگم کے انتقال کے وقت ان کے جو جو وارث تھے انہی کا پہلی تقسیم کے مطابق حق ہے یعنی نذر محمد خاں کے وارثوں کے ۲ حصے اور مسماۃ سائرہ بیگم کے وارثوں کا ۱ حصہ ہے تو احمد علی خاں کو جو اپنی والدہ کا وارث ہے ابھی حصہ ملنا چاہئے البتہ یہ دیکھ لیا جائے کہ اگر ماجرہ بیگم کا خاوند یا والدین یا کوئی اور بھائی بہن تو پہلی تقسیم بدل جائے گی اور یہ امانت بھی اسی لحاظ سے تقسیم ہوگی اور یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ نذر محمد خاں کی بیوی یا لڑکی یا کوئی اور لڑکا جو اس کے انتقال کے وقت موجود ہو تو وہ بھی حقدار ہوگا اور یونہی سائرہ بیگم کے متعلق دیکھ لیا جائے کہ اس کے انتقال کے وقت اس کا خاوند یا کوئی اور لڑکی یا لڑکا تو موجود نہیں تھے ورنہ حکم بدل جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و
اصحابہ و بارک وسلم۔

عزیز الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۶ شوال المکرم ۱۴۳۹ھ

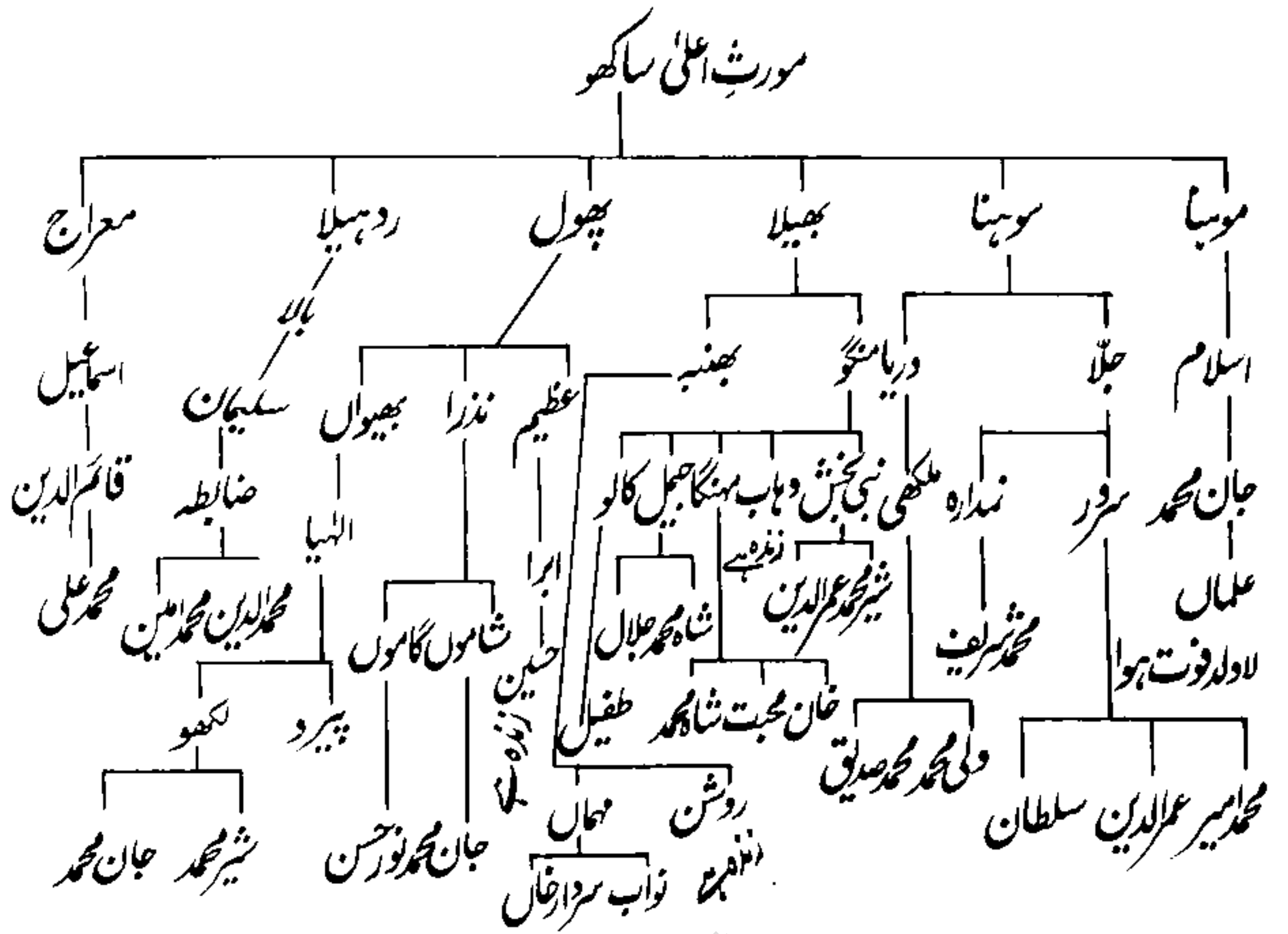
الاستفتاء

نقل شجرہ نسب انتقال ۲۹ موضع پنجرہ پور تحصیل دیپالپور



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



نوٹ : مسٹی روشن ولد بھنبہ اور مسٹی وہاب ولد منگو بیان کرتے ہیں کہ مورث اعلیٰ ساکھو کے لڑکے مسٹیان موبہنا، سوہنا وغیرہ ایک ہی بیوی کے لطن سے تھے اور یہ کہ مسٹی علماں لاولد کی وفات سے پہلے اس کا باپ جان محمد اور اس کے اوپر والے تمام عصبات فوت ہو چکے تھے اور مسٹی جان محمد کے ہم درجہ عصبات میں سے صرف مسٹیان سور، نمدارہ، وہاب، ہنگا، جیل، کالو، روشن، مہاں، شاموں، گاموں زندہ تھے اور یہ کہ مسٹی علماں کی والدہ بھی پہلے فوت ہو چکی تھی اور یہ کہ اس کی صرف ایک بہن تھی جو اس سے پہلے فوت ہو چکی تھی۔

نشان انگوٹھا مسٹی روشن مذکور ○ نشان انگوٹھا مسٹی وہاب مذکور ○

نوٹ : سائل نے غلطی سے مہاں کو زندہ لکھوا دیا تو جواب ذیل لکھا گیا مگر دوسرے دن گواہ لیکر آیا کہ وہ مردہ تھا تو نوٹ مندرجہ بالا کے بجائے نوٹ مندرجہ ذیل لکھایا تو اس جواب میں ترمیم کرنی پڑی جو تصحیح سے ظاہر ہے۔

ابوالخیر النعمانی غفرلہ



اگر شجرہ نسب اور ذیلی نوٹ صحیح اور واقعی ہے تو تمام اشخاص مندرجہ بالا مسمیٰ علماں کے نسبی عصبیات ہیں مگر ان میں سے وارث صرف وہی نو شخص ہیں جو علماں متوفی کے والد جان محمد کے ہم درجہ ہیں یعنی جان محمد کی طرح مورث اعلیٰ ساکھو کے پُر پوتے ہیں جو بوقت وفات علماں متوفی زندہ تھے اور یہ بھی واضح کہ شرعاً ان نو شخصوں کے حصے مساوی ہیں مثلاً جتنا مسمیٰ سرور کو ملے گا اتنا ہی مسمیٰ وہاب کو ملے گا تو یہ سلسلہ ۹ صحیح آئے گا حسب ذیل :

علماں سلسلہ ۹



| | | | | | | | | | |
|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|
| سرور | مندارہ | وہاب | منگا | جہیل | کالو | روشن | شاموں | گاموں | (نسبی عصبیات) |
| $\frac{1}{9}$ | $\frac{1}{9}$ | $\frac{1}{9}$ | $\frac{1}{9}$ | $\frac{1}{9}$ | $\frac{1}{9}$ | $\frac{1}{9}$ | $\frac{1}{9}$ | $\frac{1}{9}$ | |

اور چونکہ مسمیان ملکی، نبی بخش، مہماں، ابرا، الہیا، سلیمان، قائم الدین، مسمیٰ علماں سے پہلے فوت ہو چکے تھے تو وہ اس کے وارث نہیں ہو سکتے لہذا وہ سب اور ان کی اولادیں محروم ہیں، ان سب کے لڑکے مسمیٰ ولی محمد وغیرہ مسمیٰ سرور وغیرہ کی نسبت دور کے عصبہ ہیں تو نزدیکی عصبیات کے ہوتے ہوئے محروم ہوں گے، قرآن کریم میں ہے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون اور حدیث متفق علیہ میں ہے فلا ولی رجل ذکر سر جیس ۱۲ میں ہے الاقرب فالاقرب۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۰۴ میں ہے



واذا اجتمع جماعة من العصابة في درجة واحدة يقسم المال عليهم
باعتبار ابدانهم لا باعتبار اصولهم مثاله ابن اخ وعشرة بنی اخر
او ابن عم وعشرة بنی عم اخر المال بينهم علی احد عشر سہما
لكل واحد سہم۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ و
اصحابہ وبارک وسلم۔

حزقہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ مطابق یکم اکتوبر ۱۹۶۱ء



نوٹ : مسٹی عمرالدین ولد نبی بخش حلفیہ بیان کرتا ہے کہ مورث اعلیٰ ساکھو کے لڑکے
مسمیان موبہنا، سوہنا وغیرہ ایک ہی بیوی کے لطن سے تھے اور یہ کہ مسٹی علماں لا ولد کی وفات
سے پہلے اس کا باپ جان محمد اور اس سے اوپر والے تمام عصبیات فوت ہو چکے تھے اور
مسٹی جان محمد کے ہم درجہ عصبیات میں سے صرف مسمیان سرور، نمدارہ، وہاب، مہنگا،
جیل، کالو، روشن، شاموں، گاموں زندہ تھے اور یہ کہ مسٹی علماں کی والدہ اور بہن بھی پہلے
فوت ہو چکی تھیں اور یہ کہ وہ شادی شدہ نہ تھا تو اس کی وراثت کے کون کون حقدار ہیں؟
بینوا تو جروا۔

السائل : عثمان غنی ولد سلطان سوکھیر از ٹھٹھ منصف متصل علئے کے ۲۱

مورخہ ۶۲-۲-۲۷ کو مسٹی روشن ولد بھنبہ کو لکھ دیا ہے کہ ہم نے مورخہ ۶۱-۱۰-۲ کو

فتویٰ عثمان غنی ولد سلطان کو دیا ہے اور صرف ایک ہی فتوے دیا ہے جس میں مسٹی روشن ولد

بھنبہ کو وارث بھنبہ مساوی لکھا ہے ۱۲

ابوالخیر النعمانی غفرلہ

۶۲-۲-۲۷

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر اس مسئلہ کہ زید کی دو بیویاں تھیں اور دونوں سے اولاد ہے ایک بیوی اس کے حین حیات میں فوت ہو گئی جس سے دو لڑکیاں ہیں بعد ازاں زید فوت ہوا تو دوسری بیوی کے نام شرعی حصہ ۱/۸ منتقل ہوا مگر اب وہ بھی فوت ہو گئی ہے اور اس کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں اور والدین پہلے ہی فوت ہو چکے ہیں تو اس کی اراضی کس طرح تقسیم ہوگی؟ بینوا توجروا۔
السائل: خوشی محمد مختیار میاں محمد احسان، سکھہ بونگہ صالح



اس کی اراضی کے چھ حصے ہوں گے، دو دو حصے لڑکوں کے اور ایک ایک صرف

کتاب الفرائض

اس کی اپنی لڑکیوں کا، قرآن کریم میں ہے فللذکر مثل حظ الانثیین۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
وصحبہ وبارک وسلم۔

حضرہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

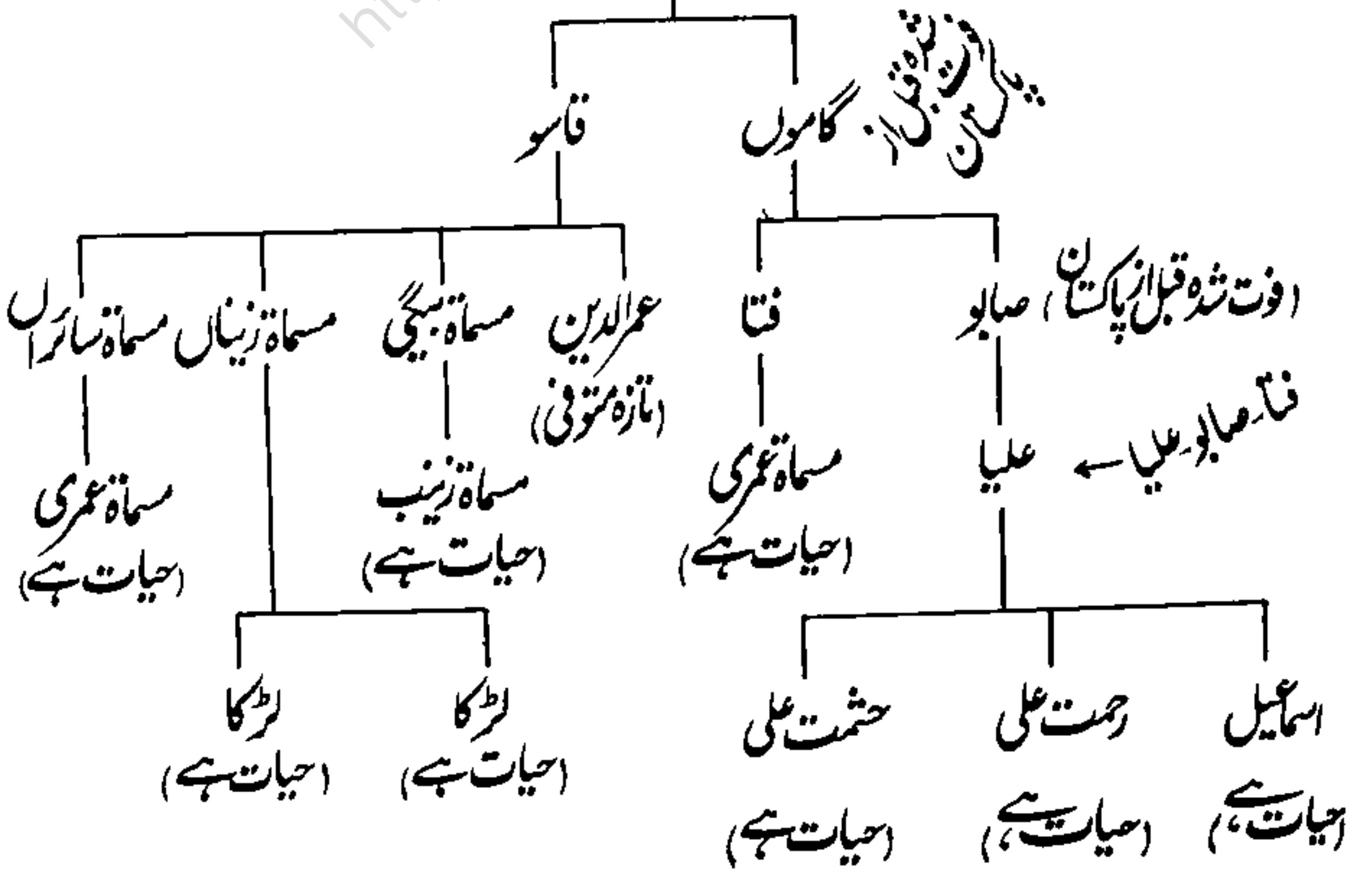
۱۲-۹-۶۳

الاستفتاء



شجرہ نسب

روشن



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

استفسار : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ
عمرالدین فوت ہو گیا ہے اور اس کی نہ اولاد ہے اور نہ ہی بیوی ہے اور اس کی بہر ہمشیراں
قبل از پاکستان ہی فوت ہو گئیں تھیں۔ مندرجہ بالا شجرہ کی رو سے متوفی عمرالدین کی جائداد تھداران
بازگشت میں برائے شریعت کس طرح تقسیم ہوگی جبکہ تھداران بازگشت اہل سنت و الجماعہ تھہدہ سے تعلق رکھتے ہیں۔
حشت علی بقلم خود حجرہ شاہ مقیم محلہ مہالوالہ تحصیل دیپال پور ضلع ننٹگرمی ۶۳-۱۰-۲۶



شرعاً اس شجرہ نسب کی رو سے متوفی عمرالدین کے وارث اس کے چچا گاموں کے
تین پر پوتے مسیان اسماعیل، رحمت علی، حشت علی ہی ہیں کہ یہی عصبہ ہیں اور سماء زینب وغیرہ
سب محروم ہیں کہ عصبہ نہیں اور نہ ہی ذوی الفرائض سے ہیں، سراجی ص ۴ میں ہے حشم
بالعصبات من جهة النسب نیز اسی میں ہے وعند الانفرادی حد جمیع
المال نیز ص ۴۱ میں ہے جزء جدہ الاقرب فالاقرب پھر اسی میں ہے حشم
جزء جدہ ای الاعمام حشم بنو حمران سفلو۱۔

یہ مسئلہ حسب القواعد ۳ سے آئیگا اور ۳ سے ہی صحیح ہوگا حسب ذیل :
عمرالدین مسئلہ از ۳ صحیح نیز از ۳

| | | |
|---------|----------|---------|
| اسماعیل | رحمت علی | حشت علی |
| ۱/۳ | ۱/۳ | ۱/۳ |



کتاب الفرائض

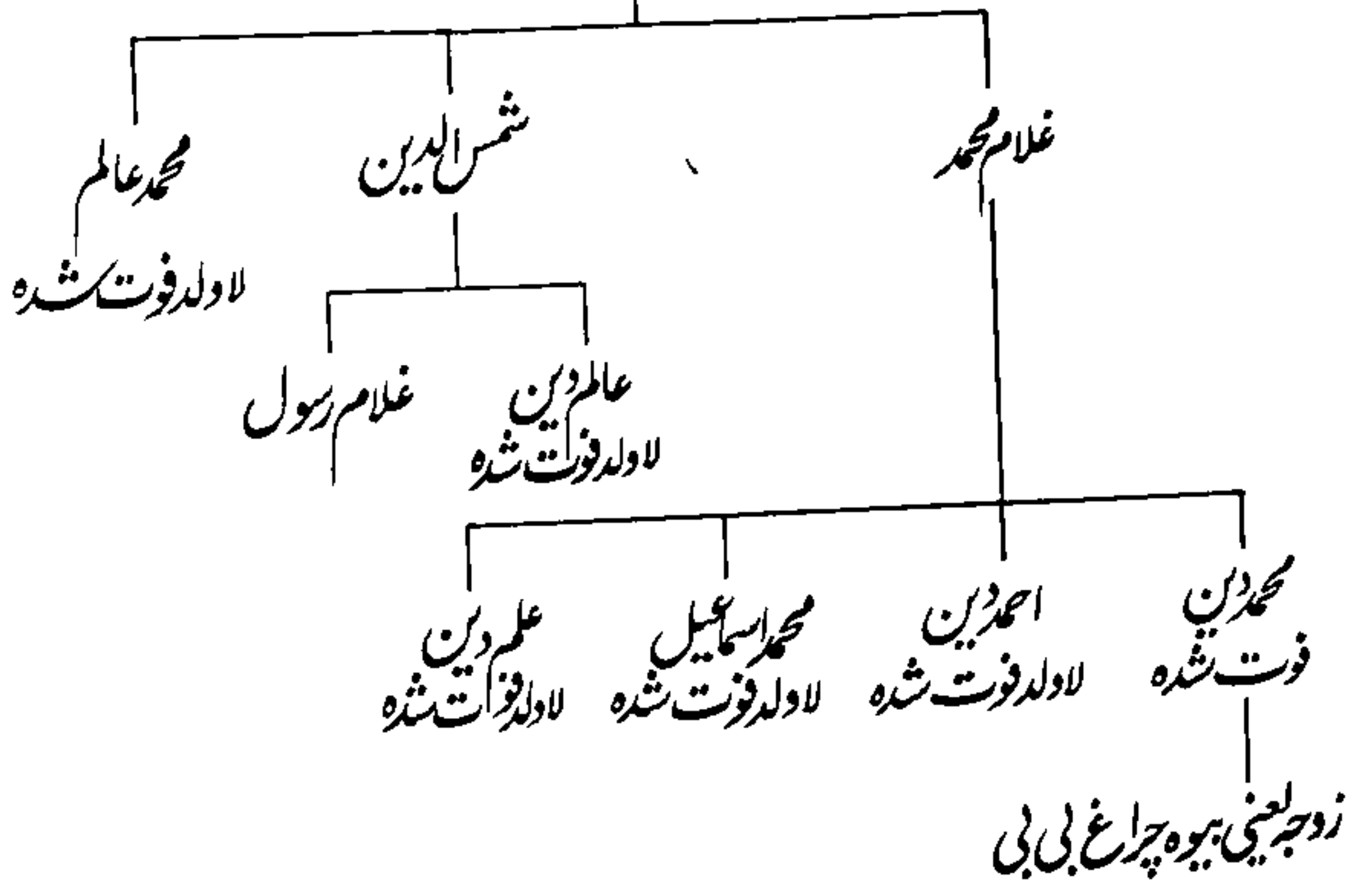
والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآله
وصحبه وبارك وسلم

صّره الفقير الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۱ - ۱ - ۱۳

الاستفتاء

حافظ محمد



کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ شریف میں کہ صورت مسئلہ جو شجرہ ہذا میں دی گئی ہے کہ غلام محمد کی فوتگی کے وقت ان کے بھائی اور اولاد میں سے کوئی بھی زندہ موجود نہ تھا، صرف غلام رسول (غلام محمد کا حقیقی بھتیجا) اور مسماۃ چیراغ بی بی بیوہ محمد دین (غلام محمد کی بہو) موجود تھے حالانکہ محمد دین اپنے والد صاحب کی زندگی میں فوت ہو گیا تھا اس کی اپنی کوئی جائداد نہ تھی۔ گورنمنٹ برطانیہ کے قانون کے مطابق ۱۹۲۷ء میں غلام محمد کی ساری جائداد اور محمد عالم کی نصف جائداد مسماۃ چیراغ بی بی کے نام منتقل ہو گئی جو تانکراج ٹانی یا حین حیات رہتی تھی، بدستور ۱۹۲۳ء سے لے کر ۱۹۶۶ء تک مسماۃ چیراغ بی بی اس جائداد سے رعی فائدہ حاصل کر رہی ہے لہذا دریافت طلب ہے کہ مسماۃ چیراغ بی بی کے فوت ہوجانے کے بعد از روئے شریعت محمدیہ علیہ التحیۃ و الثناء ارشاد فرمائیں کہ غلام محمد کے حقیقی بھتیجے غلام رسول کے ہوتے ہوئے جائداد مذکور کسی اور کو بھی ملے گی یا نہیں؟ اسکی تقسیم کس طرح ہوگی؟ بٹنیو التوجہ ورا۔

بحوالہ کتب مفصل تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

سائل: میاں غلام رسول مقام وڈاکنہ بیکہ مہرچو تھیل کھاریاں ضلع گجرات ۳۶۶



ظاہر سوال اور حال یہ ہے کہ متوفی غلام محمد کے والدین اور دادا دادی بھی اس سے پہلے فوت ہو چکے تھے تو ایسی صورت میں صرف غلام رسول ہی اس کا عصبہ اور وارث ہے، قرآن کریم

میں ہے والا قربون (سورۃ النساء) اور حدیث پاک میں ہے لا ولی سرجل ذکر
(بخاری وغیرہ) سراجیں ۱۲ میں ہے ثم جزء ابی ای الاخوة ثم بنوهم
اور یوں ہی باقی کتب فقہیہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے اور مسماۃ پیرغ بی بی ہرگز ہرگز وارث نہیں
اس کا غلام محمد کے ساتھ کوئی ایسا رشتہ یا قرابت نسبہ یا مہنیہ نہیں رہی جو وارث بن سکے کسی
ایت یا حدیث یا کسی امام کے قول میں یہ نہیں کہ بہو اپنے سسر کی وارث ہے اور نہ ہی بڑائی
قانون وارث بناتا تھا بلکہ یہ ظالمانہ قانون صرف اس کی زندگی یا نکاح تک گزرا وقت
کے لئے تھا اور اب یہ بھی نہیں، حکومت پاکستان نے وہی شرعی قانون وراثت اپنایا ہوا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم
والہ و صحبہ و بارک وسلم۔

عزیز الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

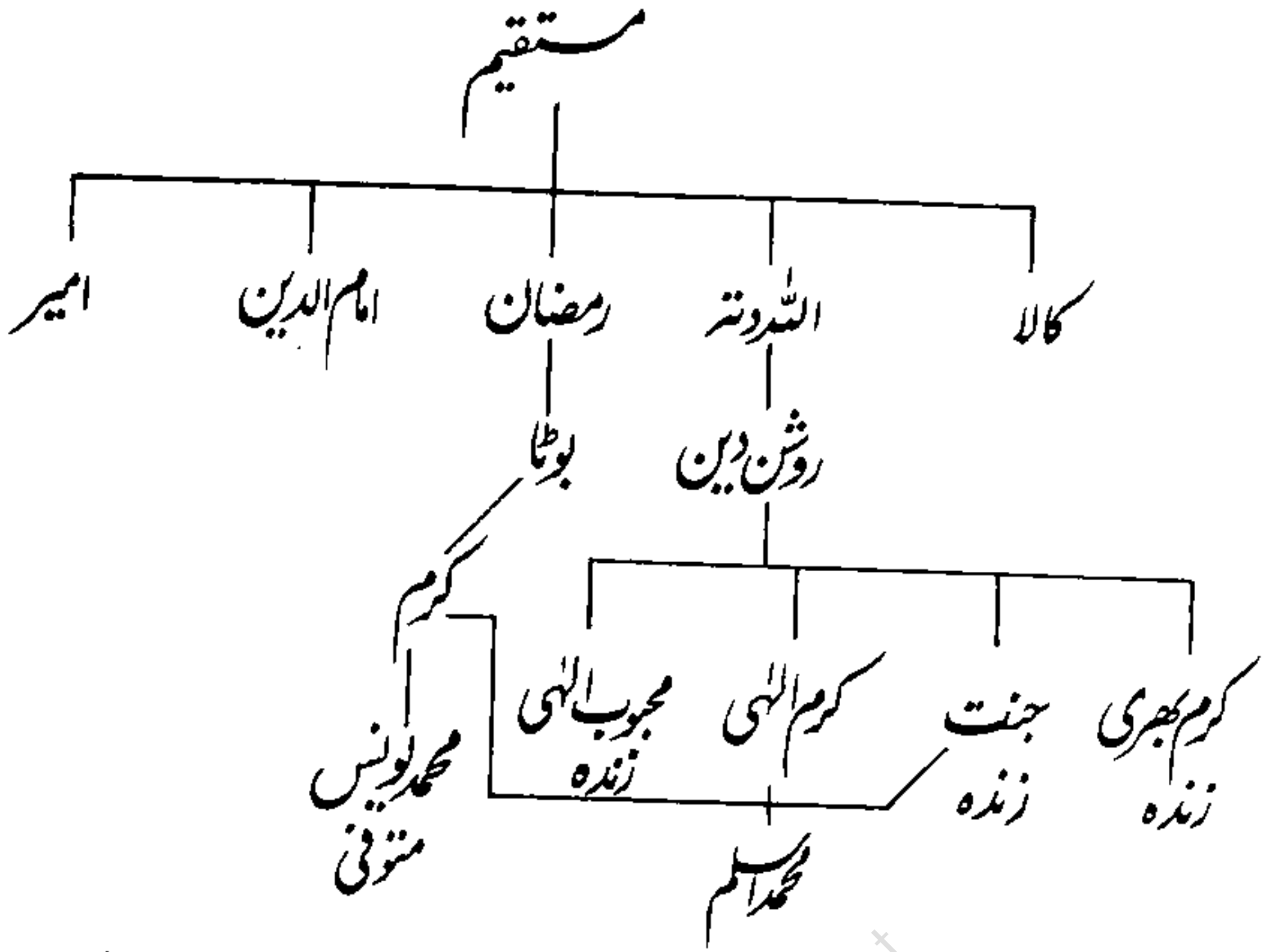
۲۰ ذی القعدۃ المبارک ۱۳۸۵ھ

۱۳-۲-۶۶

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ شجرہ ہذا کا مسٹی کرم فوت ہوا تو اسکی
کل اراضی اس کے لڑکے محمد یونس کے نام منتقل ہوئی اور محمد یونس کے فوت ہونے کے بعد اس
ارضی کا انتقال جنت کے نام ہو گیا حالانکہ محمد یونس کی وفات کے وقت مسی کرم الہی فوت ہو چکا





تھا اور محبوب الہی اور کرم بھری زندہ تھے تو کیا مسیحی محمد اسلم کا اس اراضی میں کوئی حق وراثت ہے یا نہیں؟
نوٹ : سائل نے زبانی بیان کیا کہ سماء جنت مسیحی کرم کی بیوی اور محمد یونس کی ماں ہے۔
بینوا تو جدوا۔

السائل : محبوب الہی از دیا پلور



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الاکرم وآلہ واصحابہ مع التسلیم



Click For More

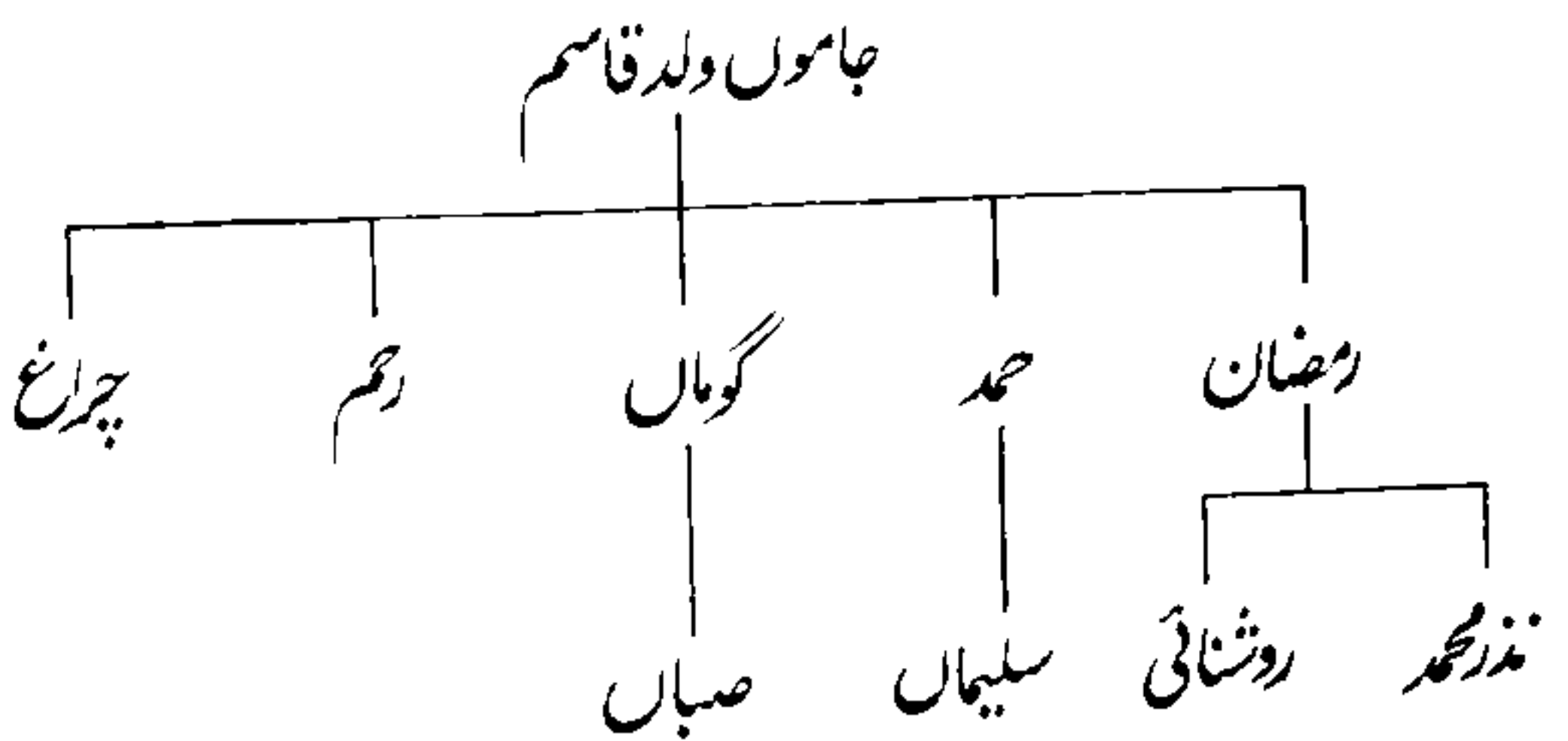
<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

شرعاً محمد یونس کے وارث اس کی ماں مسماۃ جنت اور محبوب الہی عصبہ ہیں
کرم بھری اور محمد اسلم محروم ہیں، محبوب الہی اقرب (یعنی محمد یونس کا زیادہ قریبی ہے) اور محمد اسلم
ایک درجہ دور ہے لہذا وہ حقدار نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم میں ہے فلامن الثلث نیز
فرمایا للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقریبون اور حدیث متفق علیہ
میں ہے لاولی رجل ذکر فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۲۰۵ میں ہے فالاقرب یحجب
الابعد۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الاکرم والہ
واصحابہ وبارک وسلم۔



حضرت الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
مورخہ ۱۶ رجبی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ ۲۷-۹-۲۱

الاستفتاء





متوفی رحم کے وارث صرف نذر محمد اور سلیمان بھتیجے ہی ہیں کما فی الحدیث
المتفق علیہ والسراجیۃ وغیرہا۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد
والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حزق الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۱۵ ذی القعدة المبارک ۱۳۸۹ھ ۲۳/۱

الاستفتاء

بخدمت جناب قبدہ وکعبہ غوثی و غیاثی سیدی و مرشدی الحاج البواخیر محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

بعد ازیں اس جگہ خیریت ہے اور آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک مطلوب ہوں



بعد ازیں گذارش ہے کہ دو آدمی ہماری طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں کہ ان کا آپس میں وراثت کا جھگڑا ہے جان محمد اور چائن خاں کا جو ان کا باپ تھا سارنگ ولد بلند ان کا نام تھا، اس کے گھر ایک عورت تھیں، اس کے دو لڑکے تھے چائن اور جان محمد، ان کی والدہ زندہ تھیں، اس کے بعد اس نے بیٹی کی عورت زبردستی سے اپنے گھر رکھ لئی، حاجی سرا جہاں سے کہا کہ اس کا نکاح نہیں جائز اور ہم نہیں کرتے اس نے بے نکاح اپنے گھر وہ عورت رکھی، اس میں سے ایک لڑکی ہے، وہ وراثت کا دعویٰ کرتی ہے، کیا ان کا نکاح حق ہے یا نہیں۔ مہربانی فرما کر مسئلہ تحریر فرما دیں، یہ ہمارے زمیندار ہیں، اس میں کوئی ناجائز کی بات نہیں۔
آپ حضو کی عین نوازش ہوگی فقط۔ السلام علیکم دست بستہ عرض کرتا ہوں۔
آپ حضو کا خادم:

السید بخش ولد حاجی سرا جہاں
چک ۵۵ تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال



اگر سوال صحیح ہے تو سارنگ کے وارث صرف اس کے دو لڑکے جان محمد اور چائن ہیں، حرام زادی لڑکی وارث نہیں، لہذا:

$$\begin{array}{r} \text{سازنگ، مستند ازدو} \\ \hline \text{جان محمد} \quad \text{چان} \quad \text{حرام زادی لڑکی} \\ \frac{1}{2} \quad \frac{1}{2} \quad \times \end{array}$$

کذا فی القرآن الکریم والحديث والفقہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيبہ وعلى آلہ و

اصحابہ وبارک وسلم۔

عمرہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۳ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ ۸۰-۲-۱۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ مسماۃ امیر بی بی دختر علی اکبر قوم چیلرون ساکن جیٹھ لور کی شادی فضل محمد ولد عبدالحق قوم مغل چو غطہ آج سے تقریباً ۲ سال پیشتر ہوئی تھی فضل محمد مذکور ۱۲ ایٹر کا مالک تھا، اس نے اپنی شادی سے تین و قبل اپنی ملکیتی اراضی اپنی بیوی مذکورہ کے نام رجسٹری کروادی جس کا عدالتی ثبوت موجود ہے فضل محمد فوت ہو گیا اور اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ بعد ازاں امیر بی بی بھی فوت ہو گئی۔

شرعیات مطہرہ اور قرآن پاک کی رو سے اراضی مذکورہ کے کون حقدار ہیں، اس وقت امیر بی بی مذکورہ کے والدین فوت ہو چکے ہیں، اس کے ایک بھائی اور بہن ہیں۔

محمد اسلم و علی اکبر



اگر یہ سوال صحیح ہے کہ امیر بی بی کے وارث صرف ایک بھائی اور بہن ہی ہیں اور کوئی وارث نہیں تو وہی بہن بھائی حقدار ہیں، بھائی کے دو حصے اور بہن کا ایک حصہ جبکہ یہ بہن بھائی امیر بی بی کے باپ کے لڑکا اور لڑکی ہیں جیسے سائل کے وکیل صوفی محمد علی صاحب نوری سے لد عبد الکریم صاحب نے بصیر پور نے زبانی بیان کیا ہے تو یہ مسئلہ تین سے اسیکا جو صحیح طور پر تقسیم ہو جاتا ہے، یوں :-

امیر بی بی مسئلہ از تین
محمد اسلم بھائی خورشید بیگم بہن

کما فی کتب المذہب المہذب الحنفی والہندیۃ والسراجیۃ وغیرھا
واللہ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وعلى
آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

نوٹ: قبل ازیں یہی مسئلہ اوکاڑہ سے مرزا بشیر احمد صاحب نے بھیجا تھا جس میں نسب وغیرہ کا تفصیل ذکر تھا اور یہ بھی لکھا کہ محمد اسلم اور خورشید بیگم امیر بی بی کے باپ اور ماں کے اولاد نہیں ہیں مگر اس

سوال میں یہی کہا گیا ہے کہ علاتی بہن بھائی ہیں تو اگر واقعی علاتی ہیں تو جواب مندرجہ بالا صحیح ہے۔
واللہ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وعلى آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۲۵ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ ۸-۶-۹

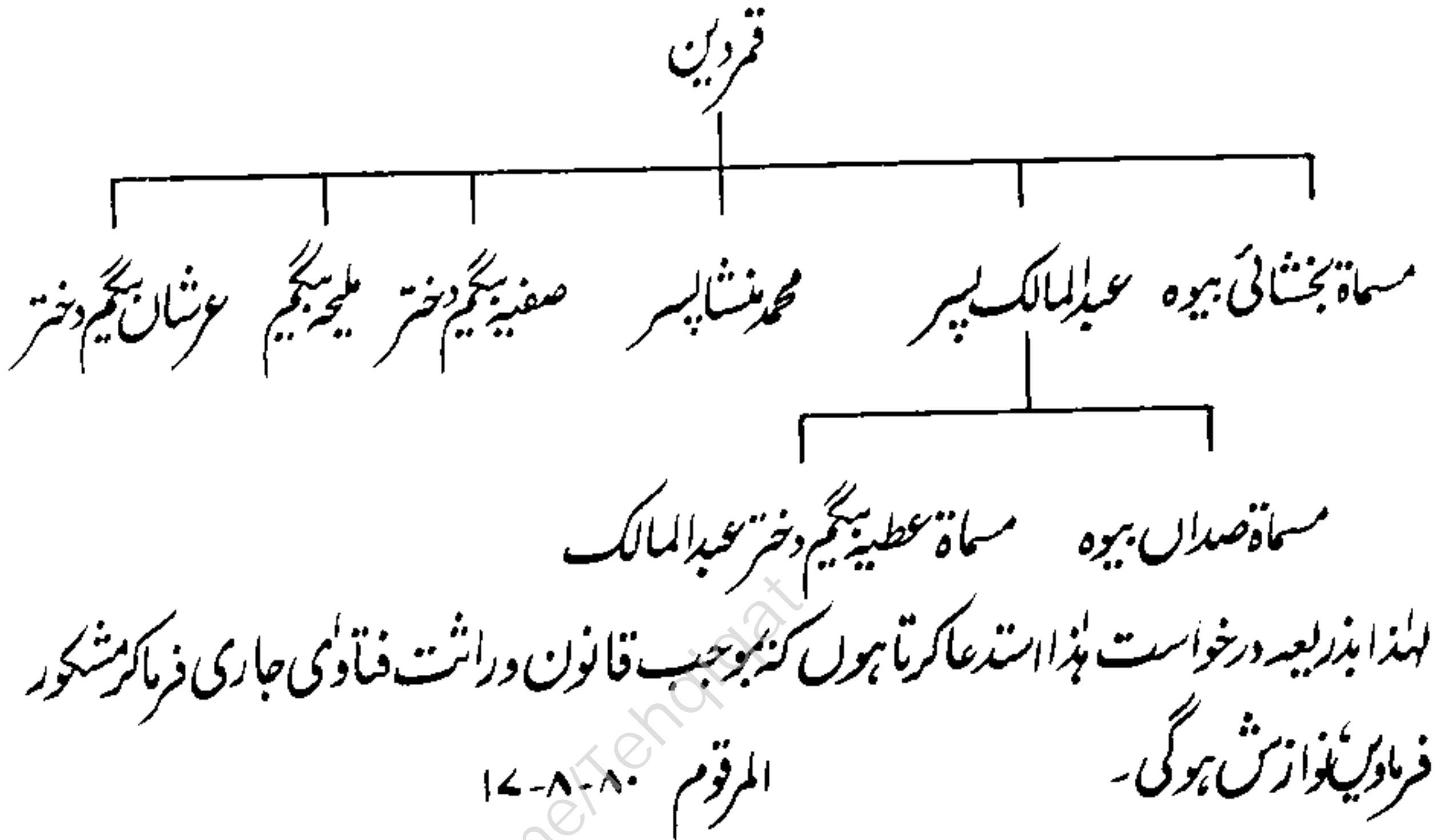
الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت الحاج ابوالخیر مولانا محمد نور اللہ صاحب نعیمی مہتمم دارالعلوم خفیفہ فریدیہ لیسبیل پور
جناب عالی

گزارش ہے کہ سائل کو قانونِ وراثت شرعی کے مطابق فتاویٰ کی از حد ضرورت ہے
برائے مہربانی فتاویٰ صادر فرما کر مشکور فرمائیں شجرۂ نسب مندرجہ ذیل ہے :-
۱۔ مسمیٰ قمر دین ۹۵۹ء میں فوت ہوا، اس کے نام پر زرعی اراضی تھی۔
۲۔ مسمیٰ عبدالملک پسر قمر دین مسمیٰ قمر دین کی زندگی ہی میں ۹۴۸ء میں فوت ہوا۔
۳۔ مسمیٰ قمر دین کی فوتیگی کے بعد انتقالِ وراثت مسماۃ بخنائی بیوہ، محمد نسا پسر مسماۃ صفیہ بیگم دختر
مسماۃ ملیحہ بیگم دختر اور مسماۃ عرشاں بیگم دختر ان قمر دین منظور ہو گیا۔
۴۔ اب مسمیٰ عبدالملک کی بیوہ نے ۹۷۸ء میں اسی صاحب پاک تین کی عدالت میں اپنا انتقال
دار کی جو کہ مورخہ ۳۱/۸ کو خارج ہو گئی۔

۵۔ ازاں بعد پنچائت نے حقوقِ وراثت کا مطالبہ کیا جس میں طے پایا کہ اگر قانونِ شریعت کے مطابق

مسماة صداں بیوہ عبد المالك اور مسماة عطية بگم دختر عبد المالك حق دار ہوں تو اس پر عمل کیا جاوے اور اگر قانون شریعت کے مطابق نہوں تو پھر وہ حق وراثت سے محروم رہیں گی۔
(شجرہ ملاحظہ ہو)



عمر حسن
فدوی محمد منشا ولد قمر دین ذات بلوچ ساکن موضع جگا بلوچ تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال



شرعاً قانون وراثت کے مطابق صداں بیوہ عبد المالك اور عطیہ بگم دختر عبد المالك کا کوئی حق نہیں کیونکہ عبد المالك قمر دین سے پہلے فوت ہونے کے باسبب قمر دین کا وارث

نہیں تو صداں اور عطیہ کا حق کیسے بنے؟ صرف محمد نسا وغیرہ ہی وارثِ قمر دین ہیں لہذا سابقہ انتقا
صحیح ہو چکا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے فاقرب العصباء الابن الخ
قرآن کریم میں ہے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون (پ
۶۱ سورۃ النساء) اور حدیث شریف بخاری وسلم وغیرہ میں بھی ہے ما ابقت اصحاب
الفرائض فهو لاولی رجل ذکر او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔
واللہ اعلم وصلى الله على حبيب سيدنا و مولانا محمد
والہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم۔

حزب الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۵ شوال المکرم ۱۴۲۸ھ ۱۷/۸

الاستفتاء

۷۸۶
۹۲

از کندھ کوٹ
۲۵ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے
چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، وہ اپنی ملکیت کس طرح تقسیم کرے؟ ہر ایک کا حصہ کیا ہوگا؟
اور کس قسم کی ملکیت تقسیم کرے جبکہ گھر کی جگہ اور ایک پرزے بنانے اور مٹتی کرنے کا کارخانہ
اور کچھ زمین اس کی ملکیت میں مفصل تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

السائل: حاجی غلام حسین بھگل، کندھ کوٹ



اگر صرف یہی وارث ہیں تو بارہ حصے بنا کر ہر ایک لڑکے کے دو حصے اور ہر ایک لڑکی کا ایک حصہ ہے، قرآن کریم میں ہے للذکر مثل حظ الانثیین (سورۃ النساء) اور اگر کوئی اور وارث ہے تو اس کے ظاہر کرنے پر جواب دیا جاسکتا ہے مگر وراثت فوت ہونے کے بعد جاری ہوتی ہے ابھی کیا پتہ کہ کوئی لڑکی یا لڑکا ہو جائے یا کسی عورت سے نکاح کرے تو وہ بھی وارث ہوگی۔

بہر حال جو چیز مرنے والے کے ملک میں ہو تو اس میں وراثت جاری ہوتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وبارك

وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۶ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ ۹-۶-۸۱



<http://t.me/Tehqiqat>

ذو القیامہ

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

باب فی الارحام

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مسمیٰ محمد علی فوت ہوا اور اس کا کوئی رشتہ دار موجود نہیں، صرف دو اس کی خالہ کے لڑکے ہیں تو اس کا وارث شرعاً کون ہے؟
بینوا توجروا من سب العلمین۔

سائل: عطا محمد موضع دریا ڈنگ متصل عارف والا ضلع منٹگمری



صورت مسئلہ میں متوفی محمد علی کے وارث قریبی دو خالہ زاد بھائی ہیں کہ خالہ کی اولاد ذوی

الارحام سے ہے اور ذو الارحام بھی بالترتیب الشرعی وارث ہوا کرتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری، درالمختار
روالمختار، فتاویٰ سراجیہ میں ہے ثم ذوی الارحام نیز کتب مذکورہ وغیرہ میں ہے والنظم
من الهندية والاقوال والخالات واولادهم۔ شریفیہ شرح سراجیہ میں ہے وبنت
الخالة وابنها اولی من بنت بنت الخالة وابن بنتها تو وہ دونوں بھائی و بن
کفن وصیت و قرض سے بچے ہوئے ترکہ کو نصف و نصف کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ
جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على حبيب محمد وآلہ
واصحابہ وبارک وسلم۔

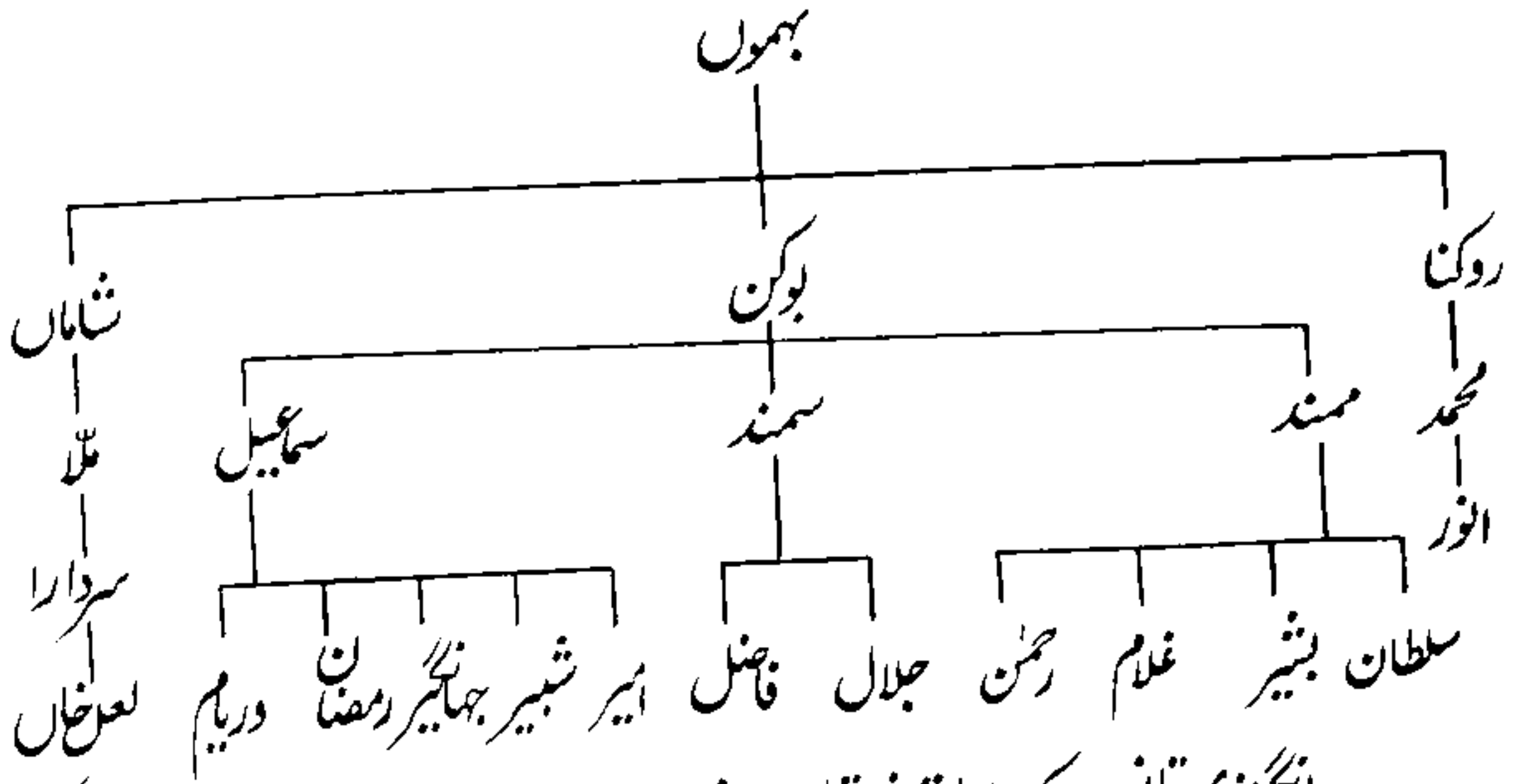
نوٹ : سائل نے بعد میں بتایا کہ خالہ زاد تین بھائی ہیں، غلطی سے دو لکھائے ہیں
تو وہ تینوں بھائی ترکہ برابر تین حصے کر لیں کہ وہ تینوں وارث ہیں۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۷ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مسمیٰ لعل خاں لدیہ راجا
لا ولد فوت ہوا، اس کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے :



انگریزی قانون کے مطابق انتقال اراضی بنام ساماں والدہ لعل خاں ہوا اور اس کے فوت ہونے کے بعد مسماۃ روشن دادی لعل خاں کے نام ہوا اور اس کی فوتیگی پر مسماۃ گاماں اور مسماۃ صاحبزادی دختران ملا کے نام انتقال کیا گیا حالانکہ روکن اور بوکن کے وارث مذکور موجود تھے۔

نوٹ : سائلوں نے ایک وارثہ مسماۃ فجاں دختر ساماں والدہ لعل خاں کا ذکر نہ کیا حالانکہ وہ بھی ولد الام اور وارث ہے ۱۲

ابو الخیر غفرلہ



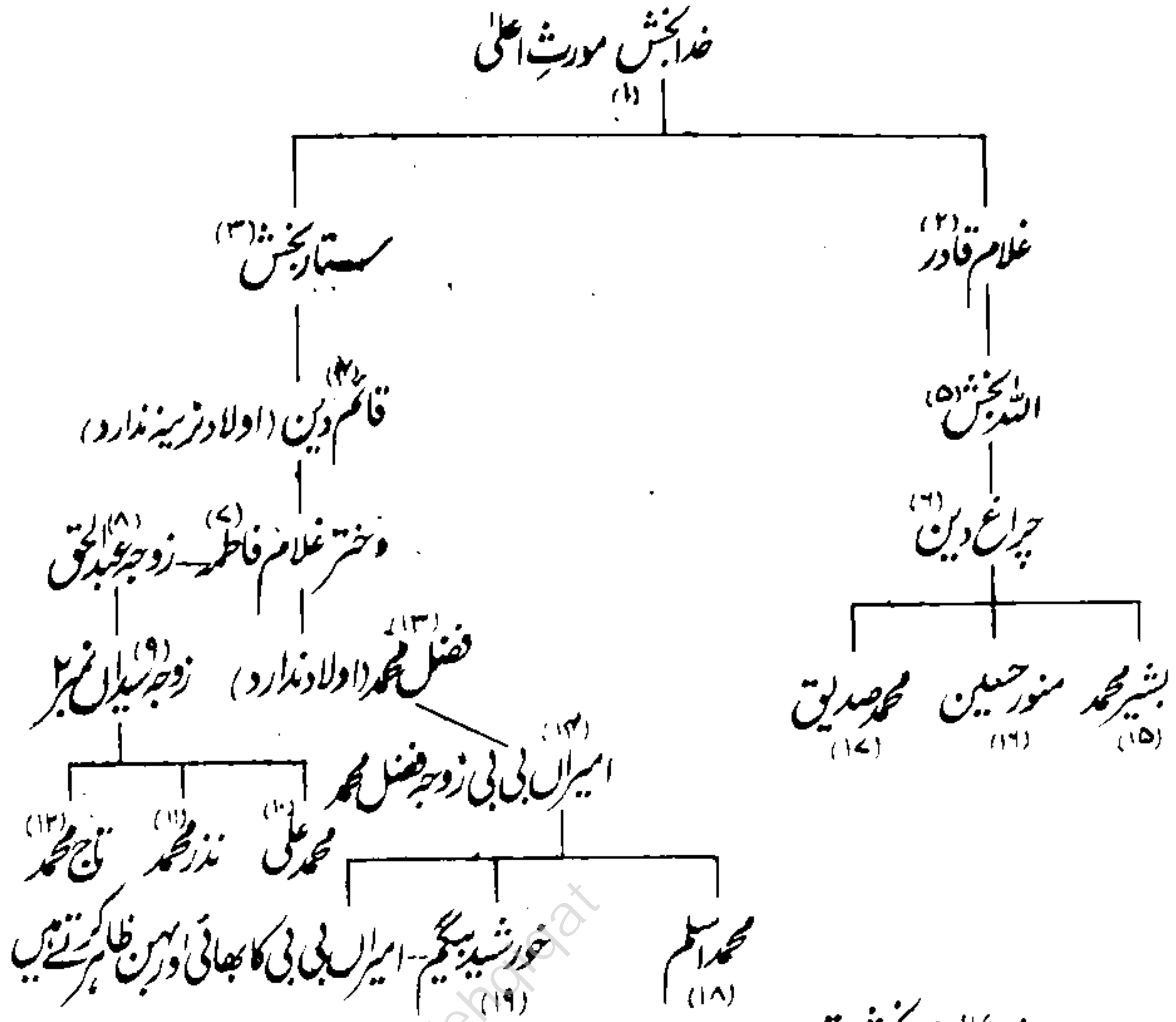
مسماۃ روشن دادی گاماں کے ہوتے ہوئے شرعاً کوئی حق نہیں، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۵، سراجیہ ص ۱۳ میں ہے والنظم من السراجیۃ ویسقطن کلہن بالام

اور ایسے ہی سماء گاماں اور سماء جزاؤں کے سبب بچوں کا کوئی حق نہیں کہ بچہ بھی ذوی الارحام سے ہے
فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۸، سر جیسیس ۳۵ میں ہے وہم العتات اور ذوی الارحام کا حق
ماں اور عصبات کے ہوتے ہوئے قطعاً نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۳، سر جیسیس ۲ میں ہے
شم ذوی الارحام بلکہ صرف سماء ساماں اور سماء فجاں اخت للام اور انور وغیرہ اولاد زینہ
روکنا اور لوکن کا حق تھا۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲، سر جیسیس ۱۲ میں وثلاث الكل عند عدم
هؤلاء المذكورين نیز فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲ و سر جیسیس ۱۵ میں ہے شمل فی اقسام جدہ
لہذا یہ انتقال بنام گاماں اور صاحبزادی شرعاً محض غلط اور ناجائز قابل فسخ ہے بلکہ عصبات غیر محبوب جو
بوقت وفات لعل خاں موجود تھے ان کا حق ہے جو سماء ساماں والدہ اور سماء فجاں اخت للام سے
بچے وہ عصبات غیر محبوب لعل خاں کا حق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علیہ جل مجدہ اتم واحکم و صلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔
عمرہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

جناب عالی !
گزارش ہے، شجرہ نسب مشمولہ پیش بھٹو انور ہے، وراثت کا فتوے درکار ہے
استفتی : حافظ محمد منشا قوم نار و خطیب جامع مسجد چک تحصیل و ضلع و ہاڑی



۱۔ مورث اعلیٰ خدا بخش تھا۔

۲۔ خدا بخش کے دو بیٹے (غلام قادر ۲) (سبتار بخش ۳) تھے۔

۳۔ غلام قادر نمبر ۲ ایک لڑکا اللہ بخش تھا۔

۴۔ سبتار بخش نمبر ۳ کا لڑکا قائم دین تھا مطابق نقشہ نمبر ۴

۵۔ قائم دین کی اولاد نرینہ نہ تھی صرف دو لڑکیاں غلام فاطمہ اور غلام عائشہ تھیں غلام عائشہ باپ کی موجودگی میں فوت ہو گئی۔

۶۔ قائم دین کی لڑکیاں غلام فاطمہ کے لہجے سے ایک لڑکا فضل محمد تھا، مطابق نقشہ نمبر ۱۳

۷۔ فضل محمد کے والد نے فضل محمد کی والدہ غلام فاطمہ کی موجودگی میں دوسری شادی کر لی

مطابق نقشہ نمبر ۹

۸۔ عبدالحق کی دوسری بیوی سیداں کے لہجے سے تین لڑکے ہیں ۱۔ محمد علی ۲۔ نذر محمد

۳۔ تاج محمد، مطابق نقشہ ۱۰، ۱۱، ۱۲

۹۔ قائم دین نمبر ۴ نے اولاد زریزہ نہ ہونے کی وجہ سے ۱۹۱۰ء میں اپنی اراضی غلام فاطمہ نمبر ۷ کے نام سبہ کر دی۔

۱۰۔ اللہ بخش نمبر ۵ نے دعویٰ استقراریہ سول جج ساہیوال کی عدالت میں دائر کر دیا چنانچہ مطابق فیصلہ سول جج اراضی واپس قائم دین کے نام انتقال ہو گئی۔

۱۱۔ اللہ بخش ۵ ۱۹۱۹ء کو فوت ہو گیا۔

۱۲۔ قائم دین نے اراضی دوبارہ غلام فاطمہ نمبر ۷ کے نام سبہ کر دی، چراغ دین بوجہ فوتیدگی والد اللہ بخش (و بوجہ فوتیدگی دو سپران) بیک وقت بیمار ہو گئے اور دعویٰ استقراریہ کرنے سے معذور ہے۔

۱۳۔ غلام فاطمہ نمبر ۷ نے اراضی اپنے لڑکے فضل محمد کے نام سبہ کر دی۔

۱۴۔ فضل محمد نمبر ۱۳ نے کچھ اراضی شرط طور پر بطور گزارہ اپنی منسوبہ (ہونے والی بیوی امیر بی بی کے نام منتقل کر دی۔

۱۵۔ امیر بی بی ۱۲ کے باپ کا کوئی علم نہیں کون تھا کیونکہ اس کا باپ کسی میں مر گیا تھا۔

۱۶۔ امیر بی بی کی ماں نے (مسماۃ خورشید بیگم و مسۃ محمد اسلم) کے باپ سے نکاح ثانی کیا،

گویا امیر بی بی کا رشتہ (خورشید بیگم اور محمد اسلم سے) نہ ماں سے تعلق رکھتا ہے، نہ باپ سے۔

۱۷۔ فضل محمد اپنی ماں کی زندگی میں فوت ہو جاتا ہے، فضل محمد نمبر ۱۳ کی کوئی اولاد نہ تھی،

وراثت اس کی والدہ نمبر ۷ کے نام منتقل ہو جاتی ہے۔

۱۸۔ غلام فاطمہ ۷ جب فوت ہوئی تو وراثت بذریعہ انتقال (نمبر ۴، مورخہ ۵۶-۸-۱۹)



نصف چراغ دین نمبر ۶، نصف عبدالحق نمبر ۸ کے نام لگی۔

۱۹۔ فضل محمد ۱۳ نے بطور گزارہ شادی ہونے سے قبل امیر بی بی ۱۴ کے نام لگوائی تھی۔

۲۰۔ امیر بی بی ۱۴ کے لطن سے کوئی اولاد نہیں، امیر بی بی ۱۴ کا اس کی ماں اور باپ کے لطن سے کوئی بھائی، بہن، چچا، باپ، دادا، دادی وغیرہ کوئی ایک بھی نہیں۔

۲۱۔ بشیر محمد ۱۵، منور حسین ۱۶، محمد صدیق ۱۷ نے دعویٰ استقرا یہ دائر کیا ہے۔

۲۲۔ امیر بی بی فوت ہو گئی ہے اس لئے ساری اراضی جو اس کے نام تھی انہیں طنی چاہئے۔

۲۳۔ محمد اسلم ۱۸، خورشید بیگم ۱۹ جو نہ تو امیر بی بی ۱۴ کے والد کے لطن سے ہیں نہ امیر بی بی ۱۴ کی کی ماں کے لطن سے ہیں۔

۲۴۔ محمد علی ۱۹، نذر محمد ۱۸، تاج محمد ۱۷ امیر بی بی کے خاوند فضل محمد سے تعلق ظاہر کرتے ہیں۔

۲۵۔ چونکہ اراضی غلام فاطمہ کی ہے اس لئے وراثت کا فیصلہ کرنا ہے کون ہتھدار ہے جبکہ غلام فاطمہ اور قائم دین ۱۴ کا وارث ہے نمبر ۱۶، نمبر ۱۷ ہیں۔

۲۶۔ اراضی قائم دین کی ہے، قائم دین کی آخری یادگار امیر بی بی ۱۴ فوت ہو گئی ہے قائم دین کے خون کا رشتہ دار سوائے نمبر ۱۵، ۱۶، ۱۷ کے کوئی موجود نہیں لہذا وراثت کا حقدار کون ہے؟ فتویٰ درکار ہے۔



فضل محمد ۱۳ نے جو اراضی اپنی منسوبہ امیر بی بی کے نام نکاح سے پہلے منتقل کرائی

تو ظاہر ہے کہ ملکیت ہی کا انتقال تھا اور فضل محمد کی کل اراضی کا جو اس کی ملکیت بمعہ اس اراضی کے جو قبل از نکاح امیر بی بی کے نام منتقل کرائی بشرطیکہ وہ انتقال بطور ملکیت کے نہ ہوا بلکہ بطور گزارہ تھا تو ایک چوتھائی حصہ امیر بی بی کو ضرور ملے گا بطور وراثت باقی میں اسکی والدہ غلام فاطمہ ۱۷ اور چراغ دین کا حق بطور ذوی الارحام ہے مگر جب وہ کل اراضی بنام غلام فاطمہ ملکیت کے طور پر منتقل ہوئی تو امیر بی بی کا حق تو باقاعدہ ایک چوتھائی ثابت ہے اور باقی تین چوتھائی کا نصف اس کے خاوند عبدالحق ۱۸ اور نصف دیگر چچا زاد بھائی چراغ دین کا حق تھا جو ان کو مل گیا باقی محمد اسلم ۱۹ اور خورشید بیگم ۲۰ کا کوئی حق نہیں کیونکہ ماں کے دوسرے خاوند کی دوسری بیوی کی اولاد امیر بی بی کی بہن بھائی نہیں اور جبکہ امیر بی بی کا کوئی وارث نہیں نہ بھائی نہ بہن، نہ چچا نہ باپ، نہ ماں، نہ دادی وغیرہ تو اس کی ملکیتی اراضی بیت المال کا حق ہے نمبرات ۱۵، ۱۶، ۱۷ کا کوئی حق نہیں، ہاں غلام فاطمہ کی ملکیتی اراضی کا نصف حصہ جو انکے باپ چراغ دین کے نام منتقل ہوا تھا وہ ان کا حق اپنے باپ کی وراثت کے لحاظ سے ہے ہاں اگر زیادہ کاوش کی جائے تو فضل محمد کی کل زمین جو غلام فاطمہ کے نام منتقل ہوئی تو ان نمبرات کا حصہ اس میں سے آسکتا ہے کیونکہ غلام فاطمہ کا حق فضل محمد کی وراثت میں صرف ایک تہائی ہے اور ایک چوتھائی اس کی بیوی امیر بی بی کا حق ہے اور باقی کل چچا غدین کا حق تھا تو یہ مسئلہ بارہ سے آئیگا :

فضل محمد مسئلہ از بارہ تصحیح ۱۲ سے ہے

غلام فاطمہ والدہ امیر بی بی بیوی چراغ دین والدہ کا چچا زاد بھائی بطور قسم ذوی الارحام

| | | |
|----|----|----|
| ۲۷ | ۳ | ۵ |
| ۱۳ | ۱۳ | ۱۲ |

جو نصف عبدالحق کو ملا ہے وہ صرف چار بٹے بارہ سے ہی ہے یعنی ۲۷ اور باقی ۱۲ چراغ دین



کتاب الفرائض

کے تھے جو نمبرات ۱۵، ۱۶، ۱۷ کا حق ہے اگر اتنا نہیں ملا تو وہ اس کا دعویٰ کر سکتے ہیں اور محمد علیؑ نذرۃ اور تاج محمدؑ کا فضل محمدؑ سے کوئی تعلق نہیں جب کہ عبدالحق سے کوئی تعلق نہ ہو تو اور ۱۳ امیر بی بی کی اراضی پر بھی نمبرات ۱۵، ۱۶، ۱۷ کا کوئی حق نہیں کیونکہ وہ غلام فاس کی اراضی نہیں باقی یہ کہنا کہ اصل میں اراضی قائم دین کی تھی اور یہ قائم دین کے بھتیجے چراغ دین کے بیٹے ہیں لہذا حق دار ہیں بالکل غلط ہیں کیونکہ قائم دین کی وہ اراضی رہی ہی نہ بلکہ منتقل ہوتی ہوتی کہیں سے کبھی لگی اور یہ سب مسائل فتاویٰ عالمیگر اور سرسری سے ہیں۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على

حبیبہ سیدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه وبارک وسلم۔

حضرت الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۱ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

۲۶-۵

الاستفتاء

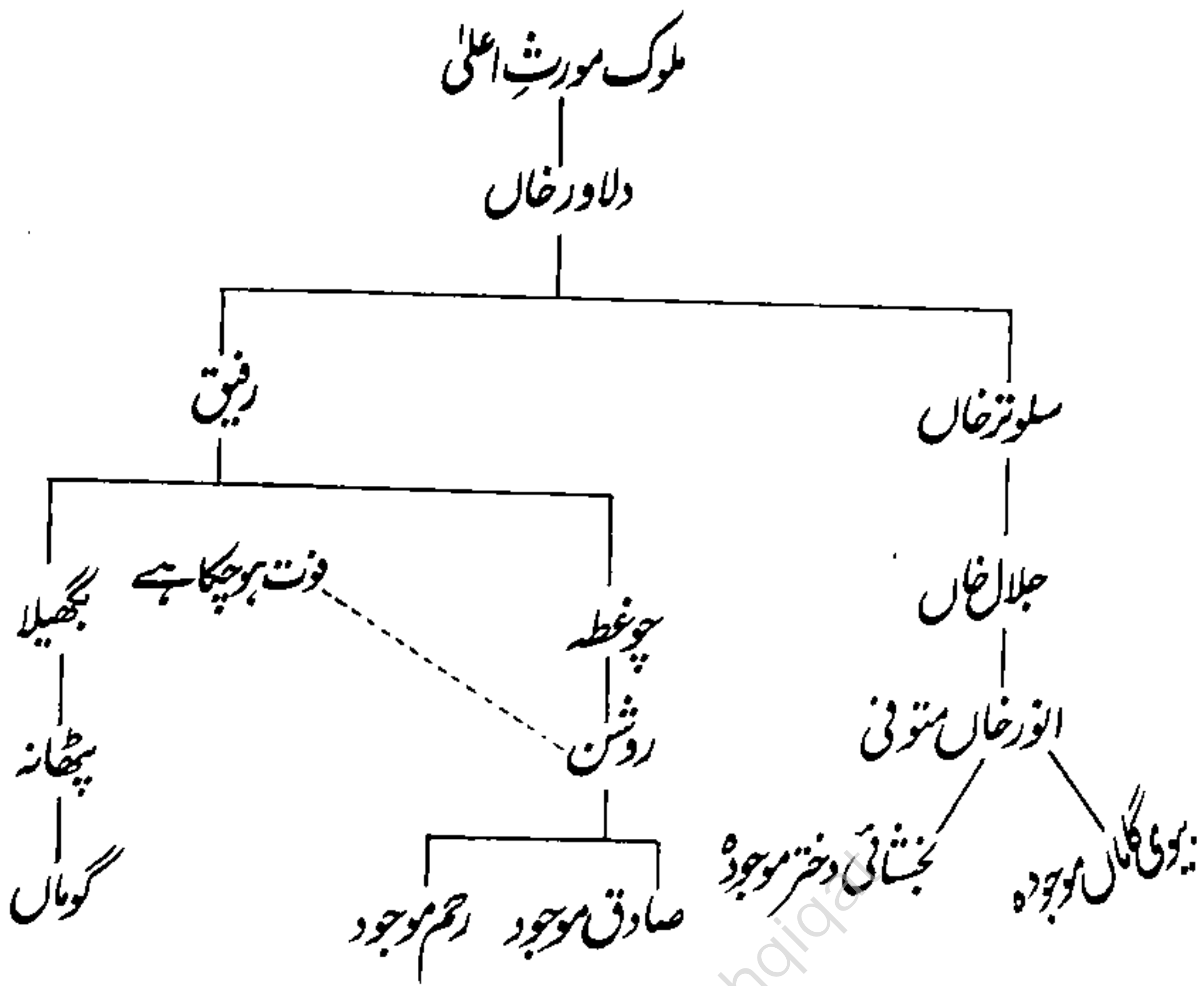
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں صورت کے مسیحی نور خاں فوت ہوا شجرہ نسب

اور درنا حسب ذیل ہیں :-



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



قرض نہیں ہے، وصیت بھی کوئی نہیں کفن دفن ہو چکا ہے تو شرعاً ترکہ
کس طرح تقسیم کیا جاوے فقط۔

سائل : گوماں ولد پٹھانہ

۵۲ - ۴ - ۲۶



بیوی کا آٹھواں حصہ اور لڑکی کا نصف ہے، باقی صادق اور رحم اور گوماں کا مساوی

طور پر ہے، حسب ذیل :-



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الورخان مسئلہ از ۸

گاماں بیوی بختائی دختر صادق رحم گوماں عصبات

۱ ۴ ۱ ۱ ۱

قرآن کریم میں ہے فان كان لكم ولد فلمن الثمن - وان كانت واحدة
فلها النصف حدیث شریف میں ہے فلا ولی رجل ذکر -
والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا وآله
وصحبه وسلم -

صروه الفقير البواخير محمد نور الله النعمي غفر له



<http://t.me/Tehqiqat>

غزل

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

باب العول

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و صوفیاء عظام کہ زید فوت ہو گیا ایک عورت اور ایک والدہ اور دو بھائی از جانب باپ اور دو ہمیشہ چھوڑ گیا، اس کے ترکہ کی تقسیم جس طرح ہو فرمادیں۔ نیز جو زیور والدین سے پایا اس کا کیا حکم ہے؟ بیسوا تو جروا۔



والدہ کے لئے چھٹا اور بیوی کے لئے چوتھا حصہ ہے اور ہمیشہ گان جیسے کہ سوال سے ظاہر ہے اگر حقیقی ہیں تو دو تہائی ان کے لئے اور دونوں بھائی غیر حقیقی مجرّم ہوں گے۔ اختلاط راجع،



سکس نشان کی وجہ سے مسئلہ ۱۲ سے آئے گا اور چونکہ عائکہ ہے تصحیح ۱۳ سے ہوگی۔

ہکذا :

زید مسئلہ ۱۲ تصحیح بعد عول از ۱۳

والدہ بیوی بہن بہن بھائی بھائی

۲ ۳ ۴ ۴ ۴ ۴

سراجیہ میں ہے ۱ او مع الاثنین من الاخوة والاخوات
۲ الربع للواحدة فصاعدا مع عدم الولد و ولد الابن ۳ والثلاث
للاثنین فصاعدا اور اگر ہمیشہ گان غیر حقیقی ہیں تو جواب بدل جائے گا لہذا دوبارہ تفصیل
سے سوال کریں۔

زبور اگر والدین نے ہمہ کر دیا ہے اور قبضہ میں سے دیا ہے تو موہوب لہ یا موہوب لہا
ہی مالک ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ
و صحبہ و بارک و سلم۔

حضرہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس معاملہ میں کہ ایک شخص مسمیٰ غلام محمد کے گھر دو
لڑکیاں تھیں، اس کی موت فوت ہو گئی۔ بعد میں اس غلام محمد نے دوسری عورت کر لی یعنی



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نکاح میں لے لی۔ اس دوسری بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے۔ اب غلام محمد فوت ہو گیا ہے اور غلام محمد کا باپ بھی زندہ ہے۔ غلام محمد کی عورت اس کے باپ یعنی اپنے ساہورے کے پاس ہی گھر میں رہتی ہے اور غلام محمد کا ایک حقیقی بھائی بھی شادی شدہ علیحدہ اپنے گھر میں رہتا ہے، لڑکی کلاں شادی شدہ ہے اور وہ اپنی چھوٹی بہن کو بھی اپنے پاس اپنے واسے جبرائیل لے گئی ہوئی ہے اور لڑکی کلاں نے کچھ زیور چرا کر اپنے پاس جبرائیل رکھا ہوا ہے اور بذریعہ پولیس اقبال کیا اور زیور اپنی حقیقی والدہ اور سوتیلی والدہ دونوں کا چرا کر لے گئی تھی۔ سوتیلی والدہ کا زیور تو واپس ہو گیا ہے اور حقیقی والدہ کا زیور جبرائیل لے بیٹھی ہے اور زیور جو ہے وہ خود غلام محمد کا بنایا ہوا ہے یعنی اس زیور کا مالک خود غلام محمد ہے۔ غلام محمد کی جائیداد کس طرح تقسیم ہونی چاہئے کیونکہ غلام محمد کا باپ زندہ ہے اور غلام محمد کی عورت اس کے سر پر گزارہ کرتی ہے۔ بینوا تو جبرائیل

سائل: عبدالرحمن کھل



سائل نے زبانی بیان کیا کہ جس وقت غلام محمد کی لڑکیوں کی والدہ فوت ہوئی تھی تو اس وقت اس کی والدہ بھی زندہ تھی اور اب بھی زندہ ہے اور جب غلام محمد فوت ہوا تو اس کی والدہ بھی زندہ تھی اور اس کے بھائی بھی ہیں تو اولاد لڑکیوں کی والدہ کا زیور وغیرہ حسبِ تورہ شرع



تقسیم کیا جائے جس سے لڑکیوں کے دو تہائی حصے ہیں اور غلام محمد خاوند کا چوتھا حصہ اور اسکی والدہ کا چھٹا حصہ ہے تو مسئلہ ۱۲ سے آئے گا اور غول سے تیرہ ہو جائے گا، تیرہ سے آٹھ دونوں لڑکیوں کے اور دو ماں کے اور تین غلام محمد خاوند کے ہیں۔ پھر جب غلام محمد فوت ہوا تو اس کے کل مال سے لڑکیوں کے دو تہائی حصے ہیں اور بیوی کا آٹھواں حصہ ہے اور چھٹا چھٹا حصہ ماں باپ کا ہے تو حسب قواعد یہ مسئلہ ۲۲ سے آئے گا اور غول کے ساتھ ۲ ہو جائیگا یعنی غلام محمد کے کل ترکہ کے ۲ حصوں میں سے ۱۶ دونوں لڑکیوں کے اور تین بیوی کے اور ۲-۲ ماں باپ کے یہ مسئلہ منبر ۱۶ ہے کذا فی السراجیۃ والہندیۃ وغیرہا۔

حذو الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲ رجب المرجب ۱۳۷۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید فوت ہوا حالانکہ اس کی دو بیویاں اور ایک حقیقی بہن اور والدہ اور چچا زاد بھائی موجود ہیں، اس کی وراثت شرعاً کیسے تقسیم ہوگی؟ بسینوا تو خبروا۔

سائل: مولوی محمد حسن، بنگلی ماہیگی

لے اے منبر یہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت مولانا علی رحمہ اللہ نے کوئٹہ کی جامع مسجد میں خطبہ دینا شروع کیا، ایک سال تک نے یہی مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے منبر پر کھڑے کھڑے عایت بیچ کو قادم کہتے ہوئے فی الفور جواب دیا اور خطبہ کے تسلسل میں بھی فرق نہ آنے دیا (مرتب)





دونوں بیویوں کے لئے کل ترکہ کا چوتھا حصہ ہے اور بہن کا نصف اور ماں کا تیسرا حصہ ہے۔ سراجیہ میں^۸ میں ہے الربع للواحدة فصاعداً عند عدم الولد و ولد الابن۔ قرآن کریم میں ہے ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد سراجیہ میں ہے النصف للواحدة قرآن کریم میں ہے ولہ اخت فلہا نصف ماترك سراجیہ میں ہے وثالث الكل عند عدم هؤلاء المذکورین قرآن کریم میں ہے فلامہ الثلث۔ حسب القواعد یہ مسئلہ ۱۲ سے ہے جو بوجہ غول ۱۳ سے آئیگا اور تصحیح ۲۶ سے ہے حسب ذیل :

زید مسئلہ از ۱۲ بعد غول از ۱۳ تصحیح از ۲۶

| | | | | |
|----------------|----------------|-----------------|----------------|---------------|
| بیوی | بیوی | بہن | ماں | چچا زاد بھائی |
| $\frac{۳}{۲۶}$ | $\frac{۳}{۲۶}$ | $\frac{۱۲}{۲۶}$ | $\frac{۸}{۲۶}$ | محروم |

ماں بہن اور بیویاں ذوی الفرائض ہیں اور چونکہ ان سے کچھ بچہ نہیں لہذا چچا زاد بھائی محروم رہے گا جو عصبہ ہے کہ عصبہ ہی لیتا ہے جو ذوی الفرائض سے بچے۔ سراجیہ ص ۴ میں ہے العصبۃ کل من یأخذ ما أبقتہ اصحاب الفرائض الخ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و صلی اللہ



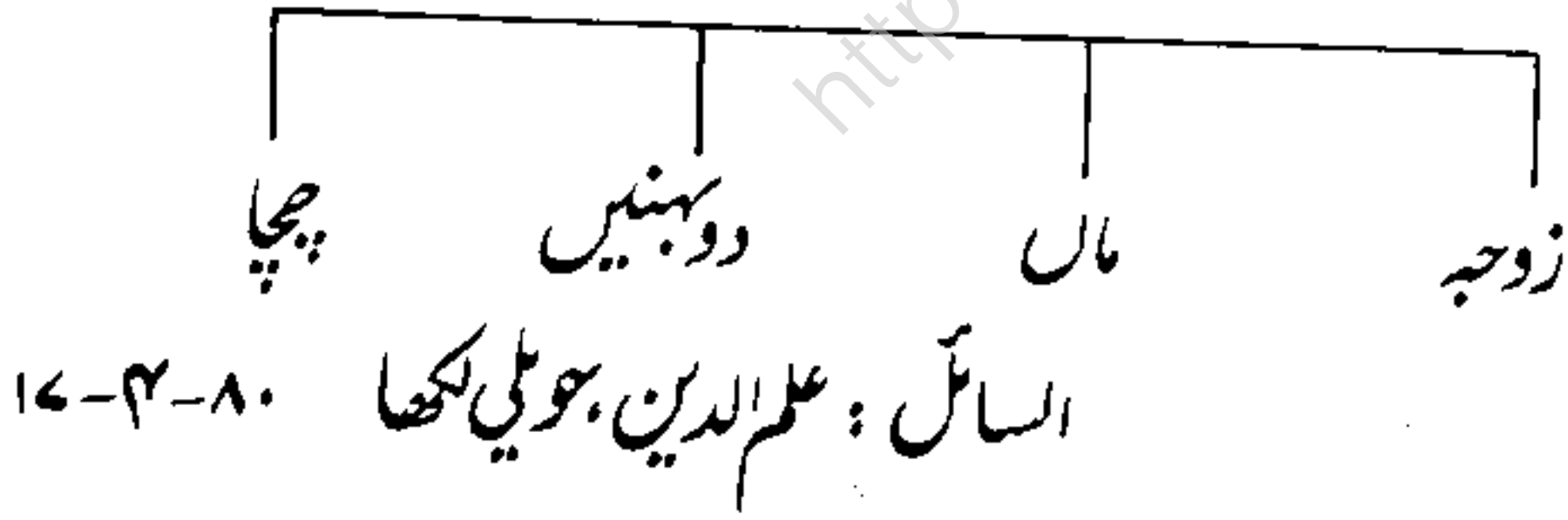
تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وسلم۔

حضرت الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۸ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوا، ایک زوجہ ایک ماں، دو بہنیں، ایک چچا باقی چھوڑا اور ورثہ میں سے کوئی بھی باقی نہیں ہے، ان کا ترکہ کیسے تقسیم کیا جائے؟ ہیئتنا تو جروا۔



کفن و دفن و ادائے قرض و وصیت کے بعد جو بچا اس کا ربع یعنی چوتھائی زوجہ کا ہے اور چھٹا حصہ ماں کا ہے اور بہنیں اگر ماں باپ سے ہیں جنہیں اعیانی کہا جاتا ہے



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ان کے ثلثین یعنی دو ہتائی ہیں۔ حسب القواعد یہ مسئلہ بارہ سے ہے اور عول سے تیرہ سے
نصیح ہے یوں: میت زید مسئلہ از ۱۲ مع العول ۱۳

| | | | |
|----------------|----------------|----------------|-----|
| زوجہ | مال | بہن | چچا |
| $\frac{۳}{۱۳}$ | $\frac{۲}{۱۳}$ | $\frac{۸}{۱۳}$ | x |

اور اگر بہن صرف باپ سے ہیں جن کو علاتی کہا جاتا ہے تو پھر بھی یوں ہی ہے اور اگر ایک
اعیانی اور دوسری علاتی ہے تو اعیانی کا حق نصف ہے اور علاتی کا حق سدرس ہے یوں:

میت زید مسئلہ از ۱۲ مع العول ۱۳

| | | | | |
|----------------|----------------|----------------|----------------|-----|
| زوجہ | بہن اعیانیہ | بہن علاتیہ | مال | چچا |
| $\frac{۳}{۱۳}$ | $\frac{۶}{۱۳}$ | $\frac{۲}{۱۳}$ | $\frac{۲}{۱۳}$ | x |

اور اگر دونوں بہنیں صرف ماں سے یعنی اخیانی ہیں تو ان دونوں کو ثلث یعنی ایک ہتائی ملے گا
حسب ذیل:

میت زید مسئلہ از ۱۳

| | | | |
|----------------|----------------|----------------|----------------|
| زوجہ | مال | بہنیں اخیانیہ | چچا |
| $\frac{۳}{۱۴}$ | $\frac{۲}{۱۴}$ | $\frac{۹}{۱۴}$ | $\frac{۳}{۱۴}$ |

اندریں صورت چچا عصبہ بنا کر باقی سب کا حقدار ہے اور اگر ایک بہن اعیانی یا علاتی ہو
اور دوسری اخیانی ہو تو اعیانی یا علاتی کا حق نصف ہے اور اخیانیہ کا سدرس ہے یوں:

میت زید مسئلہ از ۱۲ مع العول از ۱۳

| | | | | |
|----------------|----------------|-------------------|----------------|-----|
| زوجہ | مال | اعیانیہ یا علاتیہ | اخیانیہ | چچا |
| $\frac{۳}{۱۳}$ | $\frac{۲}{۱۳}$ | $\frac{۶}{۱۳}$ | $\frac{۲}{۱۳}$ | x |



پہلی تین اور آخری صورت میں چچا محرم ہے کیونکہ چچا عصبہ ہے جو ذوی الفروض
سے بچے اس کا حقدار ہے جو ان چاروں میں کوئی بچہ نہیں لہذا محرم کما فی السراجیۃ
واحادیث البخاری و مسلم وغیرہما۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ و آلہ
اصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

۸۰-۴-۱۷

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ مسماۃ زینب بی بی فوت ہوئی
اور اس نے مندرجہ ذیل وارث چھوڑے، از روئے شریعت طریقہ تقسیم ترکہ کیا ہوگا اور ہر وارث
کو کتنے حصے ملیں گے؟

تفصیل و ارشاد

- ۱۔ والدہ ۲۔ شوہر ۳۔ لڑکیاں ۳ عدد ۴۔ بہن حقیقی ۵۔ سوتیلی بھائی
۶۔ سوتیلی بہن۔

السائل: سید منظور احمد شاہ



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



والدہ کا چھٹا حصہ ہے اور خاوند کا چوتھائی اور تین لڑکیوں کا حصہ دو تہائی ہے اور بہن حقیقی اور سوتیلے بہن بھائی محروم ہیں اور ان کے لئے کچھ بچتا ہی نہیں، اگر بچتا ہوتا تو سب یقی بہن کو ملتا اور سوتیلے محروم رہتے۔ حسب القاعدہ یہ مسئلہ ۱۲ سے ہے اور عمل سے ۱۳ صحیح آئیگا ہکذا :

زینب مسئلہ ازاع ۱۳ تصحیح ۳۹

| میت | والدہ | خاوند | لڑکیاں ۳ | بہن حقیقی | بہن سوتیلی | بھائی سوتیلی |
|-----|----------------|----------------|-----------------|-----------|------------|--------------|
| | $\frac{6}{39}$ | $\frac{9}{39}$ | $\frac{22}{39}$ | x | x | x |

کذا فی السراجیۃ مک وصلا وصلا وصلا وکذا فی الہندیۃ وغیرھا
من اسفار المذہب المہذب الحنفی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم والہ

واصحابہ وبارک وسلم۔

حضرہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ انیس غفرلہ

۳ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ ۸۰-۷-۱۲



<http://t.me/Tehqiqat>



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بَابُ الْكَرِّ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں صورت کہ مسیحی حسن بیگ فوت ہوا اور دو پوتے اور ایک پوتی چھوٹے تو شرعاً وراثت کی کیا صورت ہے؟ بینوا تو جبروا۔
بہائل: نذر محمد بقلم خود از موضع طعنین مورخہ ۲۸/۴



متروکہ کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے دو دو حصے پوتوں کو اور ایک حصہ پوتی کو دیا جائے



ہلکذا،

حسن بیگ سداڑہ
نذریک پوتا اسم بیگ پوتا وزیر بیگ پوتا
۱ ۲ ۲

قرآن کریم میں ہے للذکر مثل حظ الانثیین۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲
ص ۲۲ میں ہے ثم ابن الابن نیز اسی میں ہے (ج ۳، ص ۲۰۳) فہن کا الصلیب
عند عدم ولد الصلب۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

صوہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۳۰ ذی القعد المبارکہ ۱۴۰۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ زید فوت ہوا اور کفن و دفن و دین و
وصیت کے علاوہ مبلغ چھ صد روپیہ چھوڑ گیا اور وارث صرف بیوی، ماں، سوتیلی بہن ماں سے ہیں
تو وہ مبلغ چھ صد روپیہ کس طرح تقسیم کئے جائیں؟ بنیوا تو خبروا۔
السائل، محمد اصغر زرگر از رکن پورہ



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



شرعاً بیوی کا چوتھا، ماں کا تیسرا، بہن کا چھٹا حصہ ہے مگر چونکہ ان حصوں سے مال بچتا ہے اور کوئی حصہ نہیں تو زائد ماں اور بہن پر تقسیم ہو گا ان کے حصوں کی نسبت سے اور بیوی کو زائد سے کچھ نہیں ملے گا تو یہ مسئلہ چار سے صحیح آئے گا یعنی کل مال چار مساوی حصے بن جائیں ایک بیوی کو دیا جائے، دو ماں کو اور پھر ایک بہن کو ہکذا:

میت زید مسئلہ روپیہ از ۴ کل مال چھ صد روپے

| ماں | بہن ماں سے | بیوی |
|---------------|---------------|---------------|
| $\frac{1}{2}$ | $\frac{1}{3}$ | $\frac{1}{6}$ |
| ۳۰۰/- روپے | ۱۵۰/- روپے | ۵۰/- روپے |

سراجیہ میں ہے الرابع ان یکون مع الثاني من لا یرد علیہ فاقسم ما بقی من مخرج فرض من لا یرد علیہ علی مسئلۃ من یرد علیہ فان استقام فیہا و ہذا فی صورۃ واحدة و ہی ان یکون للزوجات واحدة کن او متعددة الرابع والباقی بین اهل الرد اثلاثا کزوجۃ و اربع جدات و ست اخوات لام انتہی۔

اقول فہذہ الصورۃ المسئلۃ عنہا کذا لان فیہا للزوجۃ



الرابع لعدم الولد وللأم الثلث لعدم الولد وولد الابن والاثنين
من الاخوة والاخوات وللأخت لأم السدس فالثلث والسدس
مستلتهما ثلثت كما في السراجية ايضاً من باب الرد - تو مبلغ چھ صد کو
سے ماں کا حصہ تین صد اور بہن اور بیوی کا ڈیڑھ ڈیڑھ صد ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ

وصحبہ وسلم۔

حزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

مورخہ ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۷۳ھ

الاستفتاء

درخواست بابت شرعی حق دفتر جناب مفتی صاحب قبلہ، بصیر پور

جناب عالی

گزارش ہے کہ سماء غفوراً دختر فتح آب خاں بیوہ جیون بیگ، یہ اراضی جیون بیگ
کی ہے جو بیوہ کے نام ہندوستان میں ہی ہو گئی تھی، پاکستان میں پہنچ کر ان کا انتقال ہو گیا، نرینہ
اولاد کوئی نہ تھی صرف دو لڑکیاں بنام سکینہ بیگم، امتیازی بیگم جو کہ موجود حیات میں فائق حق ان کے
ہوتے ہیں۔ فتح آب کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا حسین خاں تھا، دوسری بیوی سے غفوراً بیگم تھی



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پہلی بیوی سے جو کہ لڑکا یسین خاں تھا اس سے دو لڑکے بنائے شمس الدین خاں، قمر الدین خاں پسرانِ یسین خاں۔ اس کے بعد شمس الدین سے ایک لڑکا ہے جس کا نام زمان خاں ہے اور ایک لڑکی قمر الدین خاں سے ہے جس کا نام اچھن بیگم ہے اراضی میں زمان خاں اپنے کو حقدار حصے کا ہونا چاہتا ہے۔ یہ اراضی مسماۃ غفور ابگیم کو اس کے خاوند جیون بیگ کی طرف سے تھی مسماۃ غفور ابگیم کے والد فتح آب خاں کی طرف سے یہ اراضی نہیں ہے لہذا شریعت قانون سے اس کا حق بنتا ہے تو مجھ کو دینے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا اس لئے شریعت کو چاہتی ہوں تاکہ یہ پریشانی دور ہو سکے، اس لئے تحریری درخواست پیش کرتی ہوں۔

عرض
مسماۃ سکینہ بیگم دختر جیون بیگ چک ۲۰۷/۲ ضلع منٹگمری تحصیل پاکپتن شریف

نشان انگوٹھا مسماۃ سکینہ بیگم

نوٹ : سائل یعقوب جو سکینہ بیگم کا لڑکا ہے اور مختار بھی ہے زبانی بیان کرتا ہے کہ جیون بیگ کی وفات کے وقت اس کے ماں باپ یا بہن بھائی یا چچا وغیرہ کوئی عصبہ جو ہند تھا۔
العبد : یعقوب بیگ



مسماۃ غفور ابگیم کی ملکیت میں اس اراضی سے صرف ۱/۸ حصہ ہے اور باقی سب

دونوں لڑکیوں سکینہ بیگم اور امتیازی بیگم کا ہے۔ یہ شرع مطہر کا فیصلہ ہے، باقی رہا انگریزی و
کا انتقال تو اس سے لڑکیوں کے حقوق شرعی قطعاً زائل نہیں ہو سکتے تو جیون بیگم کی کل ارضی
کے ۱/۲ حصوں میں زمان خاں کا قطعاً کوئی حق نہیں کہ وہ جیون بیگم کا حصہ نہیں البتہ ۱/۴ جو
غفور ابگیم کا حق ہے اس میں زمان خاں کا ۱/۴ حصہ ہے کہ وہ غفور ابگیم کا حصہ ہے یعنی اس کے بھائی
یسین خاں کا پوتا ہے بناءً علیہ کل ارضی میں زمان خاں کا حصہ ۱/۴ ہے تو فقہی حساب کے لحاظ سے
اس ارضی کے ۱/۴ تالیس حصوں میں سے صرف دو زمان خاں کے ہیں اور باقی تیس تیس^{۲۳} سکینہ بیگم
اور امتیازی بیگم کے ہیں۔ یہ مسئلہ عمل رد اور مناسخہ کا ہے کما فی السراجیۃ وغیرہا
من الفتاویٰ الحنفیۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ
واسحابہ وبارک وسلم۔

عمرہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲ رزی الحجۃ المبارکہ ۱۴۰۸ھ ۱۵-۸-۶۱



<http://t.me/Tehqiqat>

تہققات

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

باب الرابع في تصحيح

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کے کہ زید فوت ہوا اور ایک لڑکی ایک بیوہ ہندہ، ایک بھائی حقیقی، تین حقیقی بہنیں چھوڑ گیا، از روئے شرع مطہر اس کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے نیز بچہ نے اپنی بہن ہندہ کو شادی کے وقت جو ہمیز دیا اور اس کے اور اس کے ملک کر دیا، آیا وہ ہمیز ہندہ کا ہی ہے یا اس پر کسی اور کا حق فائق ہے؟

بینوا ما جورین من رب العلمین۔ بخشایا



۱۔ ترکہ مسئلہ کا مسئلہ آٹھ سے آٹھ میں سے چار حصے لڑکی کے اور ایک



بیوی کا باقی تین حصے بھائی اور بہنیں آپس میں للذکر مثل حظ الانثیین کے حساب سے تقسیم کر لیں لہذا تصحیح کے لئے ۵ کو ۸ میں ضرب دینی پڑے گی اور چالیس سے مسئلہ صحیح ہو جائے گا اور یہ تقسیم بعد از وضع اخراجات تجہیز و تکھین و ادائیگی دیون و تنفیذ و صایا من الثلث سے ہوگی۔

مسئلہ اٹھ سے، بعد الضرب چالیس سے
سیت لڑکی بیوی ہندہ بھائی بہن بہن بہن

۲۰ ۵ ۶ ۳ ۳ ۳

۲۔ جب بھائی نے بہن کو جہیز کا مالک بنا دیا تو کسی دوسرے کا اس جہیز پر کوئی حق نہیں، قرآن کریم میں ارشاد ہے لا تحل لکم ان ترثوا النساء کرها نیز فرمان ہے وان کانت واحدة فلها النصف۔ وان کان لکم ولد فلهن الثمن مما ترکتم من بعد وصیة تو صون بہا او دین۔ سراجی ص ۱۰ میں ہے ومع الاخلاص وام للذکر مثل حظ الانثیین یصرن ب عصبۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔



عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳ شعبان المعظم ۱۳۶۶ھ

۴۸



الاستفتاء

فتوے (بصورت ثالثی فیصلہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسمیان چراغ ولد ولی محمد سکنہ چک مغل ضلع منٹگمری اور سید محمد ولد الہی بخش سکنہ قائم جندیکا ضلع منٹگمری اقوام حشری مسماں عزیزاں بنت بہلول برادر چراغ مذکور کے بارے میں متنازع ہیں۔ مسماں چراغ اپنا حق ظاہر کرتا ہے کہ میری بھتیجی ہے اور مسماں سید محمد کہتا ہے کہ میری والدہ مسماں مذکورہ کی حقیقی نانی ہے لہذا والدہ کی وفات کے بعد پرورش کا حق میری والدہ کو حاصل ہے نیز مسماں بہاول کی وراثت کا بھی تنازعہ ہے۔ ہر دو فریق نے بضرار و رعیت مجھے اپنا ثالث مقرر کیا ہے کہ شرعی فیصلہ کر کے فریقین کا تنازع ختم کروں اور فریقین اقرار کرتے ہیں کہ جو فیصلہ ہوگا ہمیں منظور ہے۔



حکم شریعت مطہرہ یہ ہے کہ مسماں عزیزاں کی پرورش کا حق جوان ہونے تک نانی کا ہے، درالمختار میں ہے مع التویر والام والجدۃ لام او

لاب احق بها بالصغيرة حتى تحيض في ظاهر الرواية۔ اور بوقت وفات
مسمی بہاول مذکور فریقین کے اقرار سے وارث صرف یہ ہے کہ ایک حقیقی بھائی مسمی چرائغ
اور دو سگی بہنیں مسماۃ کموں و مسماۃ نوربان اور ایک بیوی مسماۃ سرداراں اور دو لڑکیاں
مسماۃ نشاں اور مسماۃ عزیزاں جو حمل کی صورت میں تھی (فال حکمہ ہذا) اقرار فریقین سے
وصیت اور قرض نہیں ہے، تجہیز و تکفین سے جو بچا اُس کا آٹھواں حصہ بیوی اور دو تہائی
دونوں لڑکیاں اور باقی بھائی اور بہنیں للذکر مثل حظ الانثیین کے طریقے پر
مستحق ہیں۔ صورتِ مسئلہ اور تصحیح و تقسیم حسب ذیل ہے :

بہاول المسئلۃ من اربعة وعشرين لاختلاط الثمن بالثلثین
وتصح من ستة وتسعين لانكسارا لآخر والاخت

المیت
مسماۃ نشاں بنت مسماۃ عزیزاں بنت مسماۃ سرداراں بیوی مسمی چرائغ بھائی مسما کموں بہن مسما نوربان بہن
۳۲ ۳۲ ۱۲ ۱۰ ۵ ۵

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام و احکم وعلیہ اللہ

تعالیٰ علی حبیب و آلہ وصحبہ و بارک و سلم۔
عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ کھنٹی قادری انیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں صورت کہ مسمیٰ فیض احمد
ورثاء ذیل سے فوت ہوا، مسماۃ زہرہ، مسماۃ تاج بیویاں اور مسماۃ چائن لڑکی اور مسماۃ نورنیم

ہمیشہ حقیقی تو بعد از تجہیز تکفین و تنفیذ وصیت و دین متوفی کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے
از روتے شرع شریف؟ بینوا تو جبروا۔

سائلان: علاول خاں و اکبر خاں صفہ داران موضع سابعہ مہل ۲۲ ۱۰/۴



شرعاً دونوں بیویوں کا حق آٹھواں حصہ ہے اور لڑکی نصف کی مستحق ہے
باقی کل سگی بہن کا حق ہے، سراجیہ میں ہے والثن مع الولد نیز اسی میں، نصف
للواحدة اور ولهن الباقي مع البنات۔ اصل مسئلہ آٹھ سے اور صحیح سولہ سے ہے
سراجیہ میں ہے کل عدد یکون مخرجاً لجزء فذلك العدد ایضاً
یکون مخرجاً الخ اور اسی میں ہے الثالث ان لا تكون بین سهام محدود
وہم موافقہ فی ضرب کل عدد دوس من انکسرت علیہم السہام
فی اصل المسئلة، وھذه صورة المسئلة :

فیض احمد اصل المسئلة من ۸ والتصحیح من ۱۶

زہرہ زوجہ ۱ تلج زوجہ ۲ چانن لڑکی ۸ نور بیگم سگی بہن ۶

واللہ تعالیٰ اعلم وعلما تموا حکم و صلی اللہ تعالیٰ



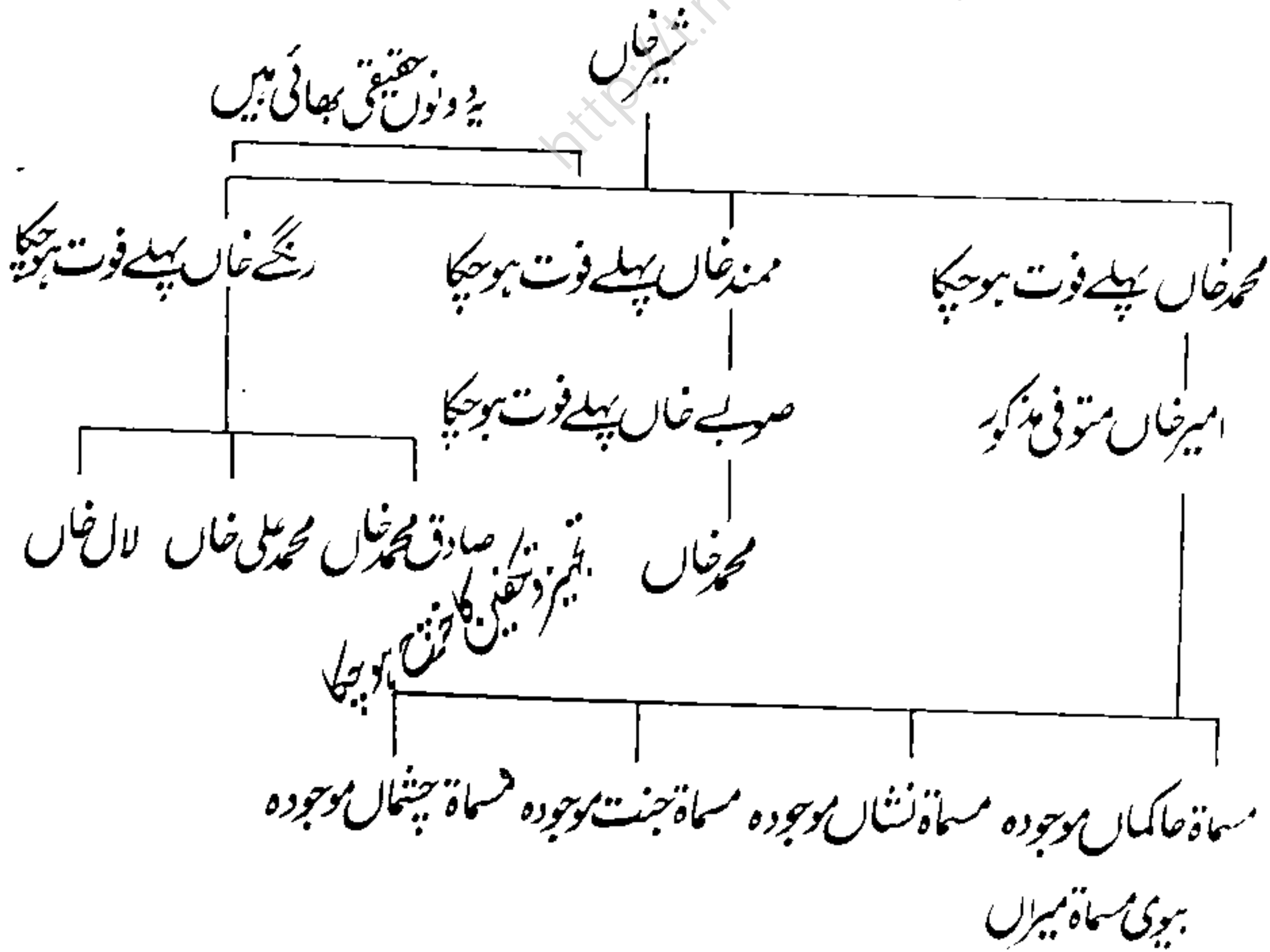
علی حبیب والہ وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲-۱۰-۲۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر پیستہ کہ مسٹے امیر خاں ولد محمد خاں فوت ہو گیا نہ وصیت کی اور نہ ہی اس پر کوئی قرض ہے، اس کی چار لڑکیاں اور ایک بیوی ہے اور اس کے دسے شیر خاں کی اولاد حسب ذیل ہے :



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تو شرعاً اس کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے؟ بینوا تو جبراً من رب العلمین
سائل: محمد علی خاں از کوئٹہ کیسے جاگیر ۲۱ سفر المظفر ۱۳۶۹ھ



باقی ترکہ کا اٹھواں حصہ بیوی کا اور دو تہائی چاروں لڑکیوں کا اور باقی چچا زاد
تین بھائیوں کا ہے اور محمد خاں محروم ہے کہ داد سے کے پوتے پوتے کا لڑکا محروم ہے
جبکہ پوتے قوت قرابت میں یکساں ہوں۔

مسئلہ بسبب اختلاط ثمن و ثمنین چوبیس سے ایک کا اور بیچ بہتر سے ہوگی مسئلہ ۲۱
امیر خاں المسئلة من ۲۲ والتصحيح من ۲۲

بیوی میراں لڑکیاں، حاکماں نشاں جنت چشماں چچا زاد بھائی صادق محمد خاں، محمد خاں
۹ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۵ ۵ ۵ محروم

سر جیمیں ہے والشمین مع الولد، الثلثان لابنتین فصاعده، وجزء جده
الاقرب فالاقرب، اذا اختلط الثمن بكل ثانی و بعضه فهو من
اربعة و عشرين، فیضرب کل عدد رءوس من انکسرت علیہم
نسباً فی اصل المسئلة۔

والله تعالى اعلم و علمه جن مجده استمر و حکم وصی

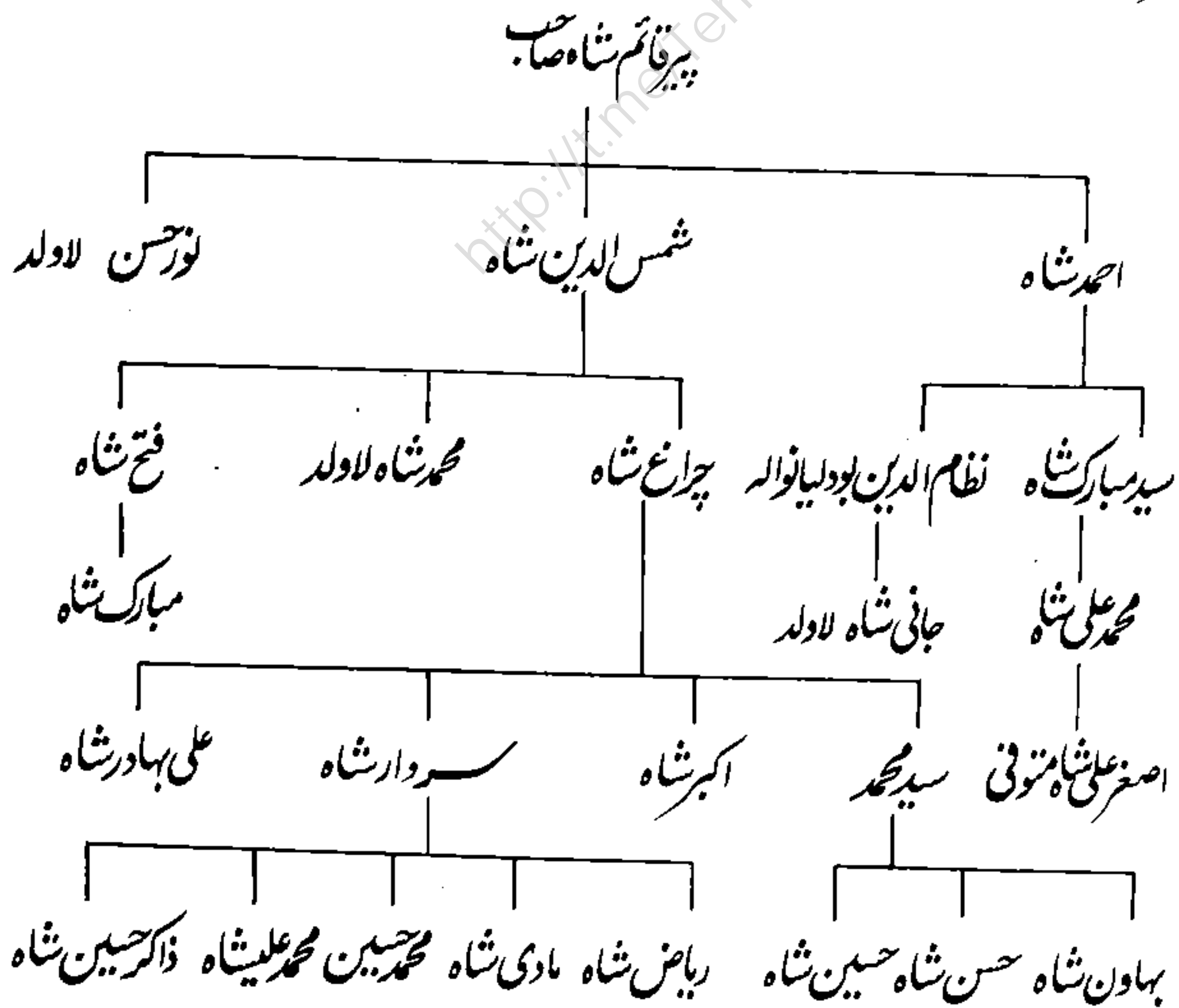
اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حزق الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۶ صفر المظفر ۱۳۶۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ سید اصغر علی شاہ صاحب ایک بیوی ایک لڑکی ایک پوتی چھوڑ کر فوت ہوتے اور کچھ ان کے خاندانی افراد بھی تھے، شجرۂ نسب حسب ذیل ہے:



بوقت فوتدگی اصغر علی شاہ، اکبر شاہ علی بہادر شاہ، مبارک شاہ زندہ اور سید محمد شاہ
سردار شاہ پہلے فوت ہو چکے تھے البتہ ان کے لڑکے بہاؤن شاہ وغیرہ ریاض شاہ وغیرہ بالترتیب
زندہ ہیں تو اصغر علی شاہ متوفی کا ترکہ شرعاً کس طرح تقسیم کیا جائے؟

نوٹ : تجہیز و تکفین ہو چکی اور وصیت و دین بالکل نہیں، بینوا اتوجروا۔

سائل : علی بہادر شاہ از دستگھر بقلم خود

۶-۶-۵۰



کل مال کا اٹھواں حصہ بیوی، آدھا بیٹی، چھٹا پوتی کا باہر باقی اکبر شاہ، علی بہادر شاہ
مبارک شاہ کا ہے مساوی طور پر کہ عجبے ہیں اور سید محمد شاہ، سردار شاہ کے لڑکے محروم ہیں
بوجہ تقدم اکبر شاہ وغیرہ اور چونکہ اس سلسلہ میں مثن اور سدس مختلط ہو گئے ہیں لہذا مخرج مسئلہ
اربعة وعشرون ہے یعنی کل مال کے چوبیس حصے کئے جائیں اور مثن یعنی تین بیوی کے اور
نصف یعنی بارہ بیٹی اور سدس یعنی چار پوتی کے باقی پانچ اکبر شاہ وغیرہ عصبوں کے مگر پانچ تین پر صحیح
تقسیم نہیں ہو سکتے تو حسب قاعدہ تین کو چوبیس میں ضرب دی جائے گی اور حاصل بہتر صحیح طور پر
تقسیم ہو جائے گا :

بیوی بیٹی پوتی اکبر شاہ علی بہادر شاہ مبارک شاہ بہادر شاہ حسین شاہ حسن شاہ ریاض شاہ بادشاہ محمد حسین شاہ
محرم محرم محرم محرم محرم محرم محرم محرم

محمد علی شاہ ذاکر حسین شاہ
محروم محروم

۹ شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید فوت ہوا اور

ایک بیوی اور ایک لڑکی اور دو بھائی اور ایک بھائی کے دو پوتے چھوڑے اور اس کی فوتیگی کے بعد کل جائیداد انگریزی قانون کے مطابق بیوی کے نام اس کے (بیوی کے) حین حیات تک منتقل ہوئی اب وہ بھی فوت ہو گئی اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی اس کی ہے تو کیا اس جائیداد میں متوفی کی لڑکی اور بھائیوں وغیرہ کا حصہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل : سکندر علی موضع کوٹ شاہ مشاق

تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری



شرعاً لڑکی کا نصف اور بیوی کا آٹھواں حصہ اور باقی کل دو بھائیوں کا ہے اور یہ تقسیم بعد از تجزیہ و تکفین و ادا سے دین و وصیت ہے اگر ہوں تو۔ انگریزی قانون کے مطابق بیوی کے نام انتقال سے بیوی کا مستقل ملک نہیں بنتا تو اس کے فوت ہونے کے بعد آٹھواں حصہ جو اس کا اصلی حق تھا اس کے لڑکا لڑکی نلذ کر مش حظ الانشیین کر لیں اور متوفی کی لڑکی نصف اور دونوں بھائی باقی لے لیں اور بھائی کے پوتے محبوب ہیں۔ یہ سلسلہ ثنائیہ سے ہے اور صحیح ستہ عشرہ سے ہے ہذا۔



زید مسئلہ از ۸ تصحیح از ۱۶

| | | | | | |
|----------------|---------------|----------------|----------------|---------------|---------------|
| لڑکی | بیوی | بھائی ۳ | بھائی | بھائی کا پوتا | بھائی کا پوتا |
| $\frac{۲}{۱۶}$ | $\frac{۱}{۲}$ | $\frac{۳}{۱۶}$ | $\frac{۳}{۱۶}$ | محبوب | محبوب |

کذا فی السراجیۃ وغیرہا من کتب المذہب المہذب - واللہ تعالیٰ اعلم
وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۲ شوال المعظم ۱۲۹۹ھ

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ سستی بہاول فوت ہو گیا اور اس کی
دو عورتیں تھیں، ایک عورت سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے اور دوسری عورت زندہ ہے
اس سے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے پہلی عورت بہاول کی زندگانی میں فوت ہو چکی ہے
بہاول کی اولاد مذکور اور زندہ بیوی کی وراثت زمین وغیرہ میں کس طرح حصے ہیں، کفن و دفن
ہو گیا ہے، وصیت اور قرض کچھ نہیں، بینوا ماجورین۔

اللہ دتہ بعثتم خود ۲۵ رمضان شریف





زندہ بیوی کا کل باقی ماندہ مال سے آٹھواں حصہ ہے، قرآن کریم میں ہے و
لھن الثمن اور باقی سات حصے لڑکوں اور لڑکیوں میں حسب دستور تقسیم کئے جائینگے
اور چونکہ سب بہاول متوفی کی اولاد میں لہذا استحقاق وراثت میں مانوں کا لحاظ بالکل نہیں اور
چونکہ سات حصے اولاد پر تقسیم نہیں ہو سکتے لہذا حسب قاعدہ آٹھ عدد رؤس اولاد کو آٹھ اصل سہ
میں ضرب دی جائے گی اور حاصل چونسٹھ سے آٹھ بیوی کے اور باقی چھپن سے لڑکوں کے
چودہ چودہ اور لڑکیوں کے سات سات حصے ہکذا :

بہاول مسدہ از ۸ تفصیح از ۶۴

| | | | | | |
|------|------|------|------|------|------|
| بیوی | لڑکا | لڑکا | لڑکی | لڑکی | لڑکی |
| ۸ | ۱۴ | ۱۴ | ۷ | ۷ | ۷ |

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ

وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

استفتاء

ہمارے ملک میں عسکری شہر تھیں۔ ہر شہر کے پاس کڑی
دیکھ بھال کے لئے فوجی دستے ہوتے تھے۔ ہر شہر کے پاس
دو فوجی دستے ہوتے تھے۔ ایک دستہ شہر کے پاس ہوتا تھا
اور دوسرا دستہ شہر کے باہر ہوتا تھا۔ ایک دستہ شہر کے
پاس ہوتا تھا اور دوسرا دستہ شہر کے باہر ہوتا تھا۔
ایک دستہ شہر کے پاس ہوتا تھا اور دوسرا دستہ
شہر کے باہر ہوتا تھا۔ ایک دستہ شہر کے پاس
ہوتا تھا اور دوسرا دستہ شہر کے باہر ہوتا تھا۔
ایک دستہ شہر کے پاس ہوتا تھا اور دوسرا دستہ
شہر کے باہر ہوتا تھا۔ ایک دستہ شہر کے پاس
ہوتا تھا اور دوسرا دستہ شہر کے باہر ہوتا تھا۔

سائل: غلام محمد از بونگہ حیات اربع شانی شہر



انگریزی دور کے اکثر انقلابات خاصاً بننے والے تھے جن کی اصلاح حکومت کے پس کا رنگ
نہیں تھا۔ انگریزوں نے لوگوں کو شہر کی طرف متوجہ کیا اور ان کے غصے کو جھٹکا۔
جائیداد کی وہ نمایاں علامتیں تھیں مگر وہ لڑکیاں ہستائی وارث کسی صورت میں بھی نہیں جکڑتا



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کتاب الفرائض

کے وارث اس کی ٹرکی سماء غلام فاطمہ اور عم زادگان رمضان و غلام ہی ہیں۔ غلام فاطمہ کا نصف اور باقی عم زادگان رمضان و غلام کا ہے۔ قرآن کریم میں ہے فان كانت واحدة فلها النصف اور للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقربون مسد جا سے باعتبار تصحیح آئے گاہکذا :

ہستہ تصحیح از چار

غلام فاطمہ رمضان غلام

۲

۱

۱

اور وصیت وارث کے حق معتبر نہیں البتہ اگر دوسرے عاقل بالغ بطیب خاطر قبول کر لیں بعد از موت مورث تو معتبر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری در المختار، رد المختار میں ہے والنظم من الدر الا ان تجیز ورثہ بعد موتہ۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزیزہ الشیخہ ابوالکحیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

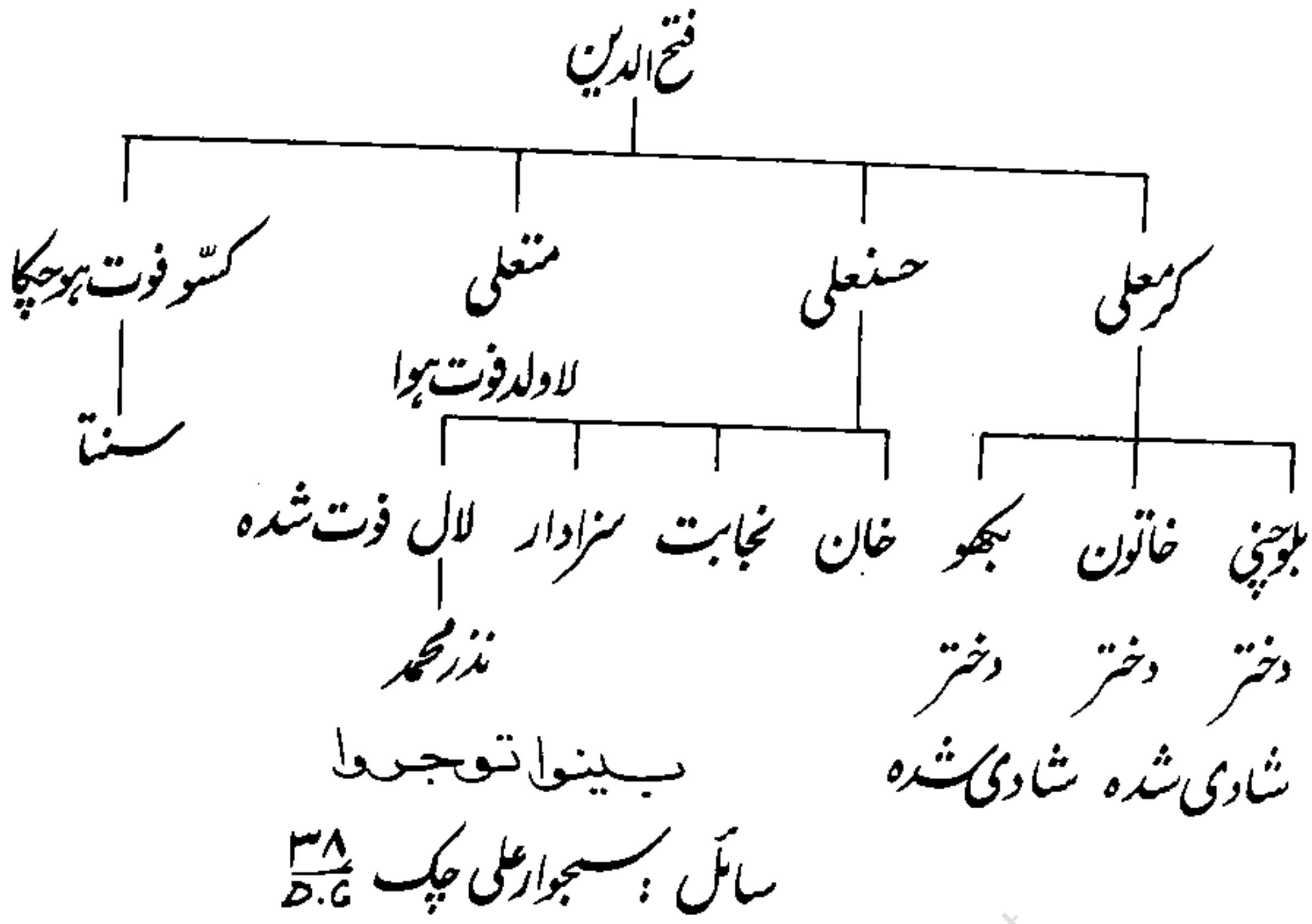
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر یہ مسئلہ کہ مسیحی کرم علی فوت ہوا،

شجرہ حسب ذیل ہے



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



شرعاً لڑکیوں کا حق ثلثین یعنی دو تہائی ہے، باقی خان، نجابت، سزادار، سنتا
بھتیجیوں کا حق ہے مساوی طور پر ہر سہ سے آئے گا اور تصحیح ۳۶ سے ہوگی، حسب ذیل
کرمعلی مسدہ از ۳ تصحیح از ۳۶

بلوچی دختر خاتون بھو دختر خان نجابت سزادار سنتا بھتیجے

۸ ۸ ۸ ۳ ۳ ۳ ۳

اور نذر محمد ولد لال محروم ہے، قرآن کریم میں ہے وان کن نساء فوق اثنتین فلمن
ثلثا ماترك۔ حدیث شریف میں ہے فلا ولی رجل ذکر و کذا فی السراجیہ وغیرہا



والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيبہ و آله و صحبہ

اجمعین۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

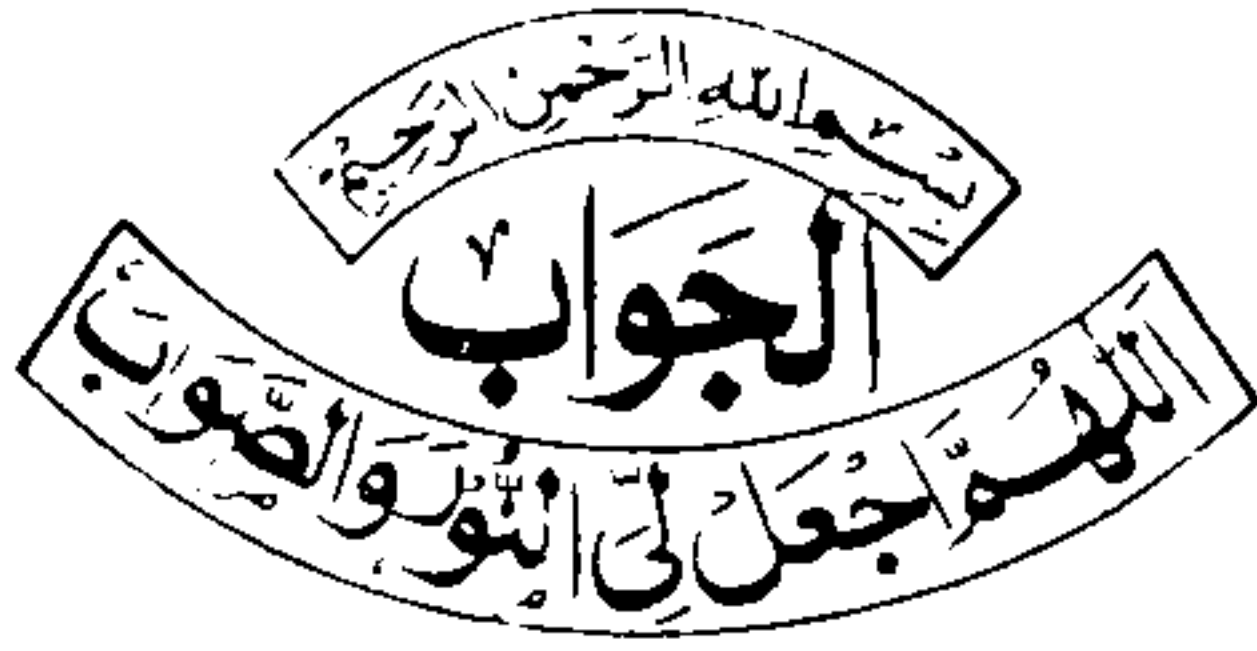
الاستفتاء



بخدمت حضرت مولانا مولوی نور اللہ صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ بصیر پور شریف
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص دو بیٹیاں
اور تین پوتیاں، ایک بہو اور پانچ بھائی چھوڑ کر راسی ملک عدم ہوا۔ بیٹیاں دونوں اس کی تابعدار
نہ تھیں، انہوں نے متوفی ناراض رہتا تھا اور وہ بھی اپنے سسرال کے گھر میں رہتی تھیں یہاں تک کہ
متوفی کے جنازہ پر بھی دونوں داماد اور بیٹیاں نہ آئیں۔ اندریں حالات اس نے وفات سے
دو ہفتے پہلے جناب نائب تحصیلدار صاحب آبادی کے پاس اپنے بیان بھی قلمبند کروائے کہ میری
زمین اور دیگر جائیداد منقولہ کا حقدار میری پوتیاں قرار دی جائیں بعد میں وفات سے دس پندرہ
دن پہلے ایک وصیت نامہ رو برو گواہان تحریر کیا۔ اس وصیت نامہ میں بھی متوفی نے اپنی
پوتیاں کو اپنی جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ کا وارث قرار دیا۔ اب اس کے متعلق شرعی فتویٰ درکار ہے
مہربانی فرما کر اس کو حل فرمادیں۔ ان کے بھائیوں کے ساتھ بھی تعلقات اچھے نہ تھے۔

سید منور علی شاہ از دیپالپور ۱ شعبان شریف ۱۴۲۵ھ





وصیت تیسرے حصہ تک جائز ہے تو تیسرا حصہ پوتیوں کا اور باقی مال کی دو تہائی
دو لڑکیوں کی اور باقی ایک تہائی پانچوں بھائیوں کی ہے اور یہ مسئلہ ۲۵ سے صحیح کا جواب
مسئلہ از ۳ صحیح از ۲۵

بیٹی بیٹی بھائی بھائی بھائی بھائی بھائی پوتی پوتی پوتی
 $\frac{1}{25}$ $\frac{1}{25}$ $\frac{2}{25}$ $\frac{2}{25}$ $\frac{2}{25}$ $\frac{2}{25}$ $\frac{2}{25}$ $\frac{5}{25}$ $\frac{5}{25}$ $\frac{5}{25}$

سراجیہ میں ہے ثم تنفذ من ثلث ما بقى والثلثان للثنتين فصاعداً
ثم جزء ابي -

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيب و
آلہ و صحبہ و بارک و سلم -

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

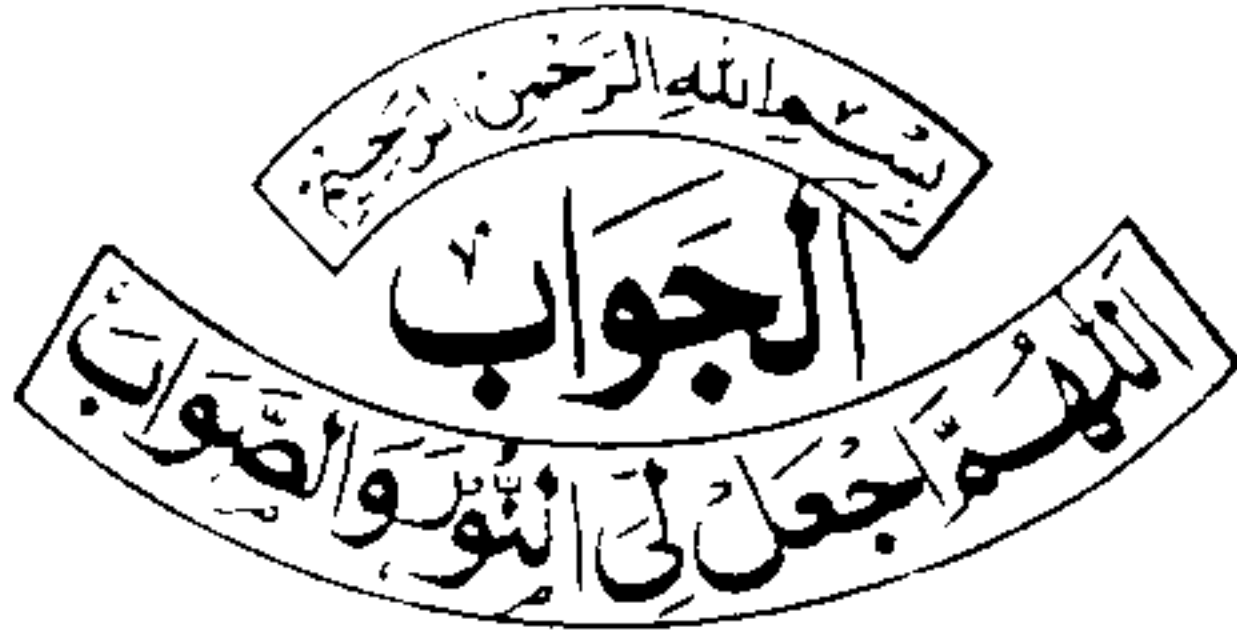
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ سنی علی محمد فوت ہوا،



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اس کے وارث دو لڑکی بیویا اور دو اس کی سگی بہنیں اور ایک عم زاد بھائی، قرض اور وصیت کچھ نہیں،
تجزیہ و تکفین ہو چکی کہ شرعاً اس کی وارث کس طرح تقسیم کی جاتے۔



دونوں بیویوں کا $\frac{1}{4}$ اور دونوں بہنوں کا $\frac{2}{3}$ ہے اور باقی عم زاد بھائی کا ہے۔
مسئلہ ۱۲ سے اور تصحیح ۲۴ سے ہے۔ حسب ذیل :
علی محمد مسئلہ ۱۲ تصحیح ۲۴

| بیوی | بیوی | بہن | بہن | عم زاد بھائی |
|----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|
| $\frac{3}{24}$ | $\frac{3}{24}$ | $\frac{8}{24}$ | $\frac{8}{24}$ | $\frac{2}{24}$ |

قرآن کریم میں ہے وَلَهُنَّ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكَ الْكَافِرُ وَلَدٌ نِزَارِ شَاہِ فَا
كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثَّلَاثَانِ مِمَّا تَرَكَ نِزَارِ فَرْمَانِ هِيَ لِلرِّجَالِ نَصِيبُ الْاِثْنَةِ
وَاللَّهُ تَعَالَى اَعْلَمُ وَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ
وَالْحَمْدُ وَصَحْبِهِ وَ بَارَكَ وَ سَلَّمَ

حضرت الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۵ سوال المکرم ۱۷

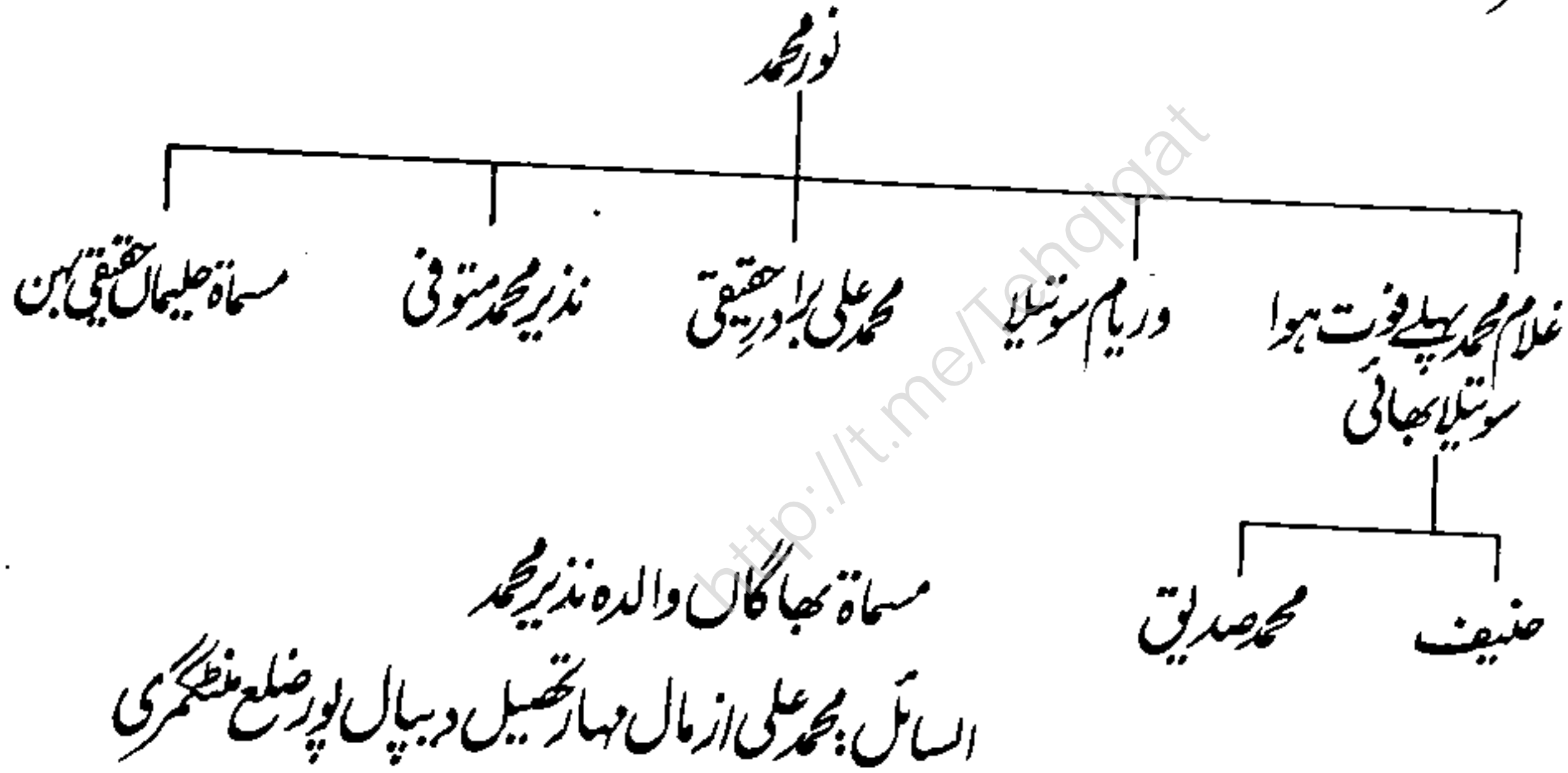
۲۸۶



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مسیحی نذیر محمد فوت ہوا اور اس کی ایک والدہ اور ایک بہن حقیقی اور ایک سوتیلی بھائی اور دو سوتیلی بھائی کے لڑکے موجود ہیں تو اس کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی؟
نوٹ: اس کی کوئی شادی نہیں ہوئی۔ بیٹا تو جو جروا

شجرہ نسب ذیل:



مسماۃ بھاگاں والدہ نذیر محمد کا چھٹا حصہ ہے، باقی کل محمد علی اور حلیمہا کا حصہ ہے
دستور شرع مسیحی وریام چونکہ سوتیلی بھائی ہے لہذا حقیقی کے ہوتے ہوئے وارث نہیں ہو سکتا



اور ایسے ہی حنیف و صدیق بھی محبوب و محروم ہیں، مسئلہ چھوٹے سے ہے اور بڑے سے تصحیح اٹھارے حسب ذیل :-

نذیر محمد مسئلہ از ۶ تصحیح از ۱۸

مسماۃ بھاگاں مسماۃ جلیماں حقیقی ہمیشہ محمد علی درحقیقی وریام برادر حقیقی حنیف صدیق پسران غلام محمد برادر حقیقی
 $\frac{3}{18} \times \frac{5}{18} \times \frac{10}{18}$

کذا فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ

و صحبہ و بارک و سلم۔

صلوٰۃ الفقیر ابوالنجیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

ساتھ میں منظر کہ متوفی حسن ولد علی محمد کے دو بھائی باپ سے مسمیٰ محمد حسین و قاسم علی پسران علی محمد مذکور اور ایک بہن باپ سے مسماۃ زینب بنت علی محمد اور بیوی مسماۃ اللہ جوانی دختر نور احمد نبالغہ اور بنحشانی مطلقہ علی محمد مذکور اور مسمیان دلا، محرم پسران جیل برادر حقیقی علی محمد مذکور اور غنی ولد عبدالرحمن بھی علی محمد کے تایا زاد بھائی کا لڑکا، یہ سب لوگ موجود ہیں تو حسن کا شرعی وارث کون کون ہے اور مسمیان دلا، محرم غنی مذکورین نے حسن کے ترکہ سے خدا واسطے دو بیگیں چلوں

کی بلا اجازت دیگر مندرجہ افراد کردی ہیں تو کیا ان کی خیرات جائز ہے؟ بینوا تو جروا۔

نشان انگوٹھا غنی لد عبد الرحمن نشان انگوٹھا دلا ولد ذیل نشان انگوٹھا محرم ولد ذیل

نشان انگوٹھا محمد حسین لد علی محمد نشان انگوٹھا اکبر لد لیس وکیل محمد حسین قاسم پیر علی محمد



مسی حسن متوفی کے وارث صرف محمد حسین، قاسم علی، زینب بہن بھائی اور بیوی
الہ جوانی اور والدہ بخشائی ہی ہیں، ماں کا چھٹا حصہ اور بیوی کا چوتھا، باقی سب دو بھائی ایک
بہن کا ہے جس میں بھائیوں کے دو دو حصے اور بہن کا ایک ہے، قرآن کریم میں ہے
فان كان له اخوة فلامه السدس، ولهن الربع مما تركن ان لم يكن
لكن ولد، وان كانوا اخوة رجالا ونساء فللذكر مثل حظ الانثيين۔
تو چونکہ اس میں ربع اور سدس آگیا ہے تو مسئلہ ۱۲ سے آئے گا اور تصحیح حسب القاعدہ ساٹھ
سے ہوگی یعنی اخراجات کفن دفن کے بعد اور اگر قرض یا کچھ وصیت ہو تو حسب قانون باقی
کل ترکہ کے ساٹھ حصے کر کے حسب تقسیم مندرجہ بالا دے جائیں حسب ذیل اور رسمیں
دلا، محرم، غنی محروم ہیں۔

حسن مسئلہ از ۱۲ تصحیح از ۶۰

بخشائی والدہ الہ جوانی بیوہ محمد حسین بھائی قاسم علی بھائی زینب بہن دلا محرم غنی
۱۰ ۱۵ ۱۲ ۱۲ ۶ x x x

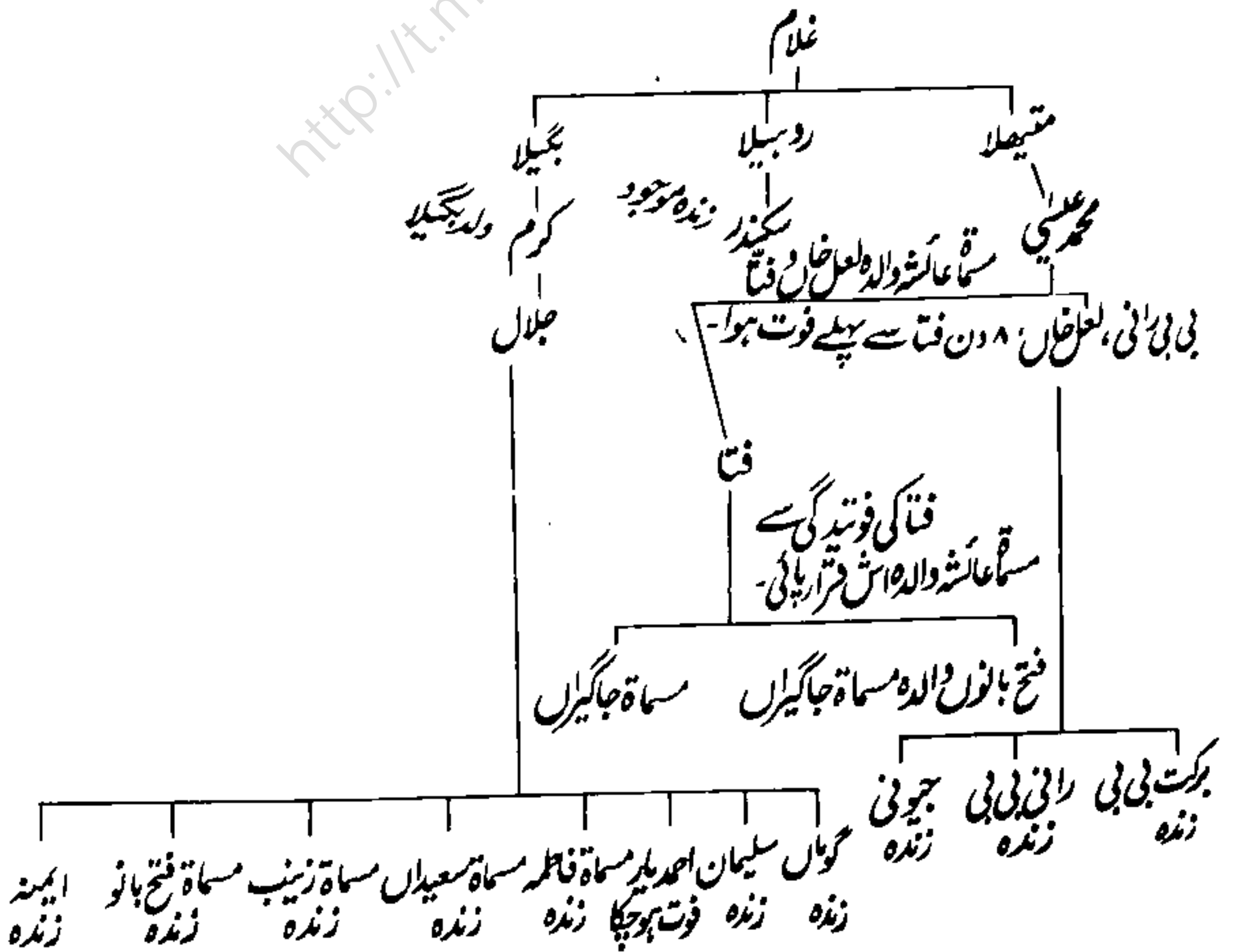


اور جب دلا وغیرہ کا کوئی حق نہیں تو ان کو خیر اٹرنے کی بھی اجازت نہیں تھی بلکہ حق ہو تا تب بھی بلا اجازت دوسر وارثوں کے جائز نہ تھی تو ان پر لازم ہے کہ جتنا مال خیرات کے نام پر اڑا دیا ہے وہ سب مندرجہ بالا وارثوں کے سپرد کریں یعنی اس کا معاوضہ پورا پورا داکریں قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہ حنفی وغیرہ کا یہی حکم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

الاستفتاء



مسماة عائشہ بیوہ محمد عیسیٰ فنا پسری کی جائیداد سے مالک قرار پائی۔ فتا کی فوتیگی پر
مسماة عائشہ والدہ اش و مسماة فتح بانوں بیوہ اش و مسماة جاگیراں دختر اش مالک قرار پائی اب
مسماة عائشہ والدہ فنا فوت ہو چکی ہے اس کا انتقال وراثت بنام نظام الدین برادر و مسماة
چوہڑاں بہن بحدہ نصف و مسماة جاگیراں دختر فنا نصف مالک قرار پائے نیز مسماة عائشہ کی
فوتیگی سے پہلے نظام فوت ہو چکا تھا لیکن عائشہ کی وراثت کا نظام کے نام بھی انتقال کیا گیا
حالانکہ عائشہ سے پہلے فوت ہو چکا ہے۔



اگر بیان مندرجہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو یہ انتقال وراثت درست نہیں، نظام الدین
جب اپنی بہن عائشہ متوفیہ سے پہلے فوت ہو چکا تھا تو وارث کیسے بنا؟ مردہ وارث
نہیں بن سکتا اور چونکہ مسماة عائشہ متوفیہ کے لڑکے لعل خاں ولد محمد عیسیٰ کی تین لڑکیاں
برکت بی بی، رانی بی بی، جیونی بھی زندہ ہیں تو ان کو کیوں نظر انداز کیا گیا؟ وہ مسماة جاگیراں
کی طرح پوتیاں ہیں اور وارث ہیں بلکہ درست یوں ہے کہ مسماة عائشہ متوفیہ کی ملوکہ جائیداد
متروکہ جو تجہیز و تکفین وغیرہ سے بچی، اس کی دوہٹائی برکت بی بی، رانی بی بی، جیونی دخترانہ
لعل خاں اور جاگیراں دختر فنا متوفیہ کی پوتیاں کا حق ہے، باقی کل مسماة چوہڑاں بہن کا حق ہے



مسئلہ تین سے امیگا اور حرب قواعد چھ سے تصحیح ہوگی۔
مسماة عائشہ متوفیہ مسئلہ از ۳ تصحیح از ۶

برکت بی بی رانی بی بی جیونی جاگیرا پوتیاں چوہڑاں
 $\frac{1}{4}$ $\frac{1}{4}$ $\frac{1}{4}$ $\frac{1}{4}$ $\frac{1}{4}$

(مسماة چوہڑاں اگر متوفیہ عائشہ کی بہن حقیقی یا علاقائی ہو تو یہ حکم ہے)

سراجیہ ۸ میں ہے والثلثان للثنتين فصاعدة عند عدم بنات الصلب
نیز ص ۱۰ و ۱۱ میں ہے ولهن الباقي مع البنات او بنات الابن اور اگر بہن اخیا فی ہے
یعنی صرف ماں سے عائشہ متوفیہ کی بہن ہے تو حکم اور ہے۔

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيب و آله

و صحبه و بارک و سلم۔

صّره الفقير البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مسٹی نور الصمد فوت ہوا
اور ایک بیوی مسماة مہراں اور دو لڑکیاں مسماة شریفاں بی بی، فاطمہ بی بی اور ایک بھتیجا حاکم علی
اور تین علاقائی بھائی مسٹے بگھا، غلام قادر، اللہ دتہ اور دو علاقائی ہمشیرگان راجاں بی بی، نوراں بی بی
چھوڑ گیا ہے تو ان میں سے کون کون وارث ہیں؟ کیا حاکم علی حقیقی بھتیجا کے ہوتے ہوئے علاقائی

برادران اور ہمیشہ گان محروم ہو سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔ ۵۸-۲-۲۸



بیوی کا $\frac{1}{8}$ اور دونوں لڑکیوں کا $\frac{1}{2}$ ہے اور باقی سب علاقہ برادران اور ہمیشہ گان کا حسب دستور ہے اور حاکم علی حقیقی بھتیجا محروم ہے۔ مسئلہ ۲۲ سے آئے گا اور تصحیح ۱۹۲ سے ہوگی۔

نور الصمد مسئلہ ۲۲ تصحیح ۱۹۲

زوجہ ہرل دختر شریفیال دختر فاطمہ علاقہ برادران بگھا غلام فاؤ اللہ دتہ ہمیشہ گان علاقہ راجاں بی بی نور بی بی حاکم علی حقیقی بھتیجا

| | | | | | | | | | |
|------------------|------------------|------------------|------------------|------------------|------------------|-----------------|-----------------|-----------------|-------|
| $\frac{22}{192}$ | $\frac{62}{192}$ | $\frac{62}{192}$ | $\frac{10}{192}$ | $\frac{10}{192}$ | $\frac{10}{192}$ | $\frac{5}{192}$ | $\frac{5}{192}$ | $\frac{5}{192}$ | محروم |
|------------------|------------------|------------------|------------------|------------------|------------------|-----------------|-----------------|-----------------|-------|

۲۔ علاقہ بھائیوں اور بہنوں کے ہوتے ہوئے حقیقی بھتیجا وارث نہیں ہو سکتا تو یہ سوال کہ حقیقی بھتیجے کے ہوتے ہوئے علاقہ بہن بھائی محروم ہونگے، بالکل الٹا سوال ہے، وہ اس کو محروم بنا رہے ہیں۔

سراجیہ ص ۱۲ میں ہے ثم جزء ابی ای الاخوة ثم بنوهم
فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے ثم الاخلاب و ام ثم الاخلاب ثم بنوهم
الاخلاب و ام نیز فتاویٰ ہندیہ میں ہے و لهن الباقي مع البنات اور ایسے ہی



سراجی میں ۱۱ میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی

اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۹ شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسٹی میاں نورا قوم نیاری فوت ہوا اور اس نے پانچ لڑکے چھوڑے ہیں، میاں نورا کے پاس ۵۸ ایکڑ زمین تھی جو اس کی فوتگی کے بعد پانچوں لڑکوں نے برابر برابر تقسیم کر کے انتقال کر لیا۔ پانچوں لڑکے مستیان بالترتیب اجیل عرف جموں ۲۔ ملا ۳۔ خیرا ۴۔ راجا ۵۔ تاجا اور جمیل عرف جموں کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں جن کے نام یہ ہیں ۱۔ بڑا لڑکا نامہ ۲۔ گاما۔ بڑی لڑکی گاما ۲۔ بی بی رانی چھوٹی لڑکی۔

جیل عرف جموں سلمہ میں فوت ہوا اور زمین اس کے ہر دو لڑکوں کے نام انتقال ہو گئی۔ بڑا لڑکا (جو کہ غیر شادی شدہ تھا) ۱۵۰۰ میں فوت ہو گیا۔ چھوٹا لڑکا (گاما) شادی شدہ جو کہ ۱۵۰۰ میں فوت ہو گیا، اس کی فوتگی کے بعد از تین ماہ لڑکی پیدا ہوئی جو ایک سال یعنی ۱۵۰۱ میں وہ بھی فوت ہو گئی۔ بیوہ گامانے اپنا نکاح کسی اور شخص سے کر لیا ہے۔ گاما دختر جیل عرف جموں

شادی شدہ ہے، چھوٹی لڑکی بی بی رانی غیر شادی شدہ ہے اور اپنی والدہ مسماۃ سبھرائی بیوہ جمیل عرف جموں کے پاس بیٹھی ہے۔ شرعی لحاظ فیصلہ فرمایا جاوے۔

سائلہ: سبھرائی بیوہ جمیل عرف جموں $12\frac{3}{8}$ بینواتوجرو
نوٹ: سائلہ نے زبانی بیان کیا کہ جموں، ملا وغیرہ کی والدہ بھی ایک ہی ہے اور خیرا،
نامہ، گاما سے پہلے فوت ہو چکا ہے اور باقی تینوں زندہ ہیں اور نامہ کی جائیداد کا انتقال بھی
ہو چکا ہے، اب گاما کی جائیداد کا سوال ہے۔



مستی گاما کے وارث اس کی والدہ اور لڑکی اور بیوی اور دونوں بہنیں ہیں،
ماں کا چھٹا حصہ، بیوی کا آٹھواں حصہ اور لڑکی کا $\frac{1}{8}$ ہے، باقی سب دونوں بہنوں کا ہے۔ یہ سکہ
حسب القواعد ۲۴ سے آئے گا اور تصحیح ۴۸ سے ہوگی، حسب ذیل:
گاما مسئلہ از ۲۴ تصحیح از ۴۸

| سبھرائی والدہ | بیوی | لڑکی | گاما بہن | بہن بی بی رانی |
|----------------|----------------|-----------------|----------------|----------------|
| $\frac{8}{48}$ | $\frac{6}{48}$ | $\frac{22}{48}$ | $\frac{5}{48}$ | $\frac{5}{48}$ |

پھر جب لڑکی فوت ہوئی تو لڑکی کے وارث، لڑکی کی والدہ اور مستیان ملا، راجا، تاجا ہیں والدہ
کا تیسرا حصہ $\frac{8}{48}$ ہے، باقی $\frac{6}{48}$ سب ملا، راجا، تاجا کا ہے اور نکاح شادی کر لینے سے حصہ میں

کوئی فرق نہیں آتا تو گاما کی بیوہ کے گاما کی جائیداد کے ۲۸ حصوں سے ۱۲ حصے آئیں گے،
۶ گاما کی بیوی ہونے کی حیثیت سے اور ۸ لڑکی کی ماں ہونے کی حیثیت سے۔ سراجیہ میں
ہے اما للام فاحوال ثلث السدس مع الولد او ولد الابن وان سفل
الی ان قال، وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذكورين نیز ص ۸ میں ہے
والثمن مع الولد، اسی میں ہے والنصف للواحدة اور ص ۱۰-۱۱ میں ہے ولهن
الباقی مع البنات نیز ص ۲۲ میں ہے ثم بالعصبات من جهة النسب نیز ص ۱۲
میں ہے وجزء جده الاقرب فالاقرب، ص ۱۹ میں ہے واذا اختلط
الثلث بكل الثاني او ببعض فهو من اربعة وعشرين، ص ۲۲ میں ہے
فیضرب كل عدد رءوس من انكسرت عليهم السهام فی اصل المسئلة
والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم وصلى
الله تعالى على حبيبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ شعبان المعظم ۱۴۷۷ھ

الاستفتاء

سائل جناب حیدر شاہ صاحب حصہ ار میراں شاہ تحصیل پاکپتن شریف کا تحریری سوال
وضاحت طلب تھا جس کا خلاصہ حافظ محمد یونس صاحب نائب سائل کی معرفت درج ذیل ہے



حاصل سوال جو زبانی تشریح سے واضح ہوا یہ ہے کہ سلطان ولد عبدالرحمن لا ولد فوت ہوا حالانکہ ایک حقیقی بہن مسماۃ رحمت بی بی اور چھ چچا زاد بھائی جو تین حقیقی چچوں کے لڑکے ہیں، محمود شاہرا، برہان، سلطان، محمد دین، احمد دین زندہ ہیں اور مستوفی کی بیوی اور والدین وغیرہ زندہ نہیں تو از روئے شریعت اس کے وارث کون کون ہیں؟

الفقیر محمد یونس غفرلہ



شرعاً بہن کا حق کل جائیداد کا نصف ہے، قرآن کریم میں ہے وَلِلْأَخْتِ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ اور باقی سب اس کے چچا زاد بھائیوں کا برابر برابر حق ہے کہ عصبہ ہیں، سراجی میں ہے جزء السیت و اصلہ و جزء ابیہ و جزء جدہ اور بھانجے محروم ہیں بصورتِ سندہ :

سلطان اصل سدا از ۲ تصحیح از ۱۲

| | | | | | |
|-----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|
| بہن رحمت محمودہ | شاہرا | برہان | سلطان | احمد دین | محمد دین |
| $\frac{1}{12}$ | $\frac{1}{12}$ | $\frac{1}{12}$ | $\frac{1}{12}$ | $\frac{1}{12}$ | $\frac{1}{12}$ |

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتحدوا حکم و صلی



کتاب الفرائض

اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

ادارہ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ

ماحررہ المجیب اللیب فہو حق وصحیح وصواب حسب
المذہب والسنتہ والکتاب۔

الفقیر الی اللہ محمد نصر اللہ غفرلہ اللہ

الاستفتاء

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولوی عبدالرحمن صاحب مرحوم جب فوت ہوئے تو دو بیویاں غلام فاطمہ، زینب الہی، تین لڑکے نور محمد، غلام رسول فیض رسول، چار لڑکیاں نور الہی، کرم الہی، شرف الہی اور منور چھوڑ گئے، جائیداد کس طرح تقسیم کی جائے گی؟ بینوا توجروا۔

استفتی: العبد غلام رسول غفرلہ از حوبلی لکھا ضلع مظفر گری



یہ مسئلہ ۸ سے بے مگر چونکہ دو بیویوں کا آٹھواں حصہ ایک ان پر چھ تقسیم نہیں ہو سکتا



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اور پونہی اولاد کا باقی بھوسات ہے، صحیح تقسیم نہیں ہوتا، تو حسب القواعد دس کو آٹھ میں ضرب دیجائیگی
تو اسی سے تصحیح ہوگی، ہر ایک لڑکے کے دو اور لڑکی کا ایک حصہ ہے، حسب ذیل :

مولوی عبدالرحمن صاحب مسئلہ از تصحیح از ۸۰

غلام غلام بیوی زیب الہی بی بی نور محمد غلام رسول فیض رسول لڑکے نور الہی کرم الہی شرف الہی منو لڑکیاں

$\frac{5}{80}$ $\frac{5}{80}$ $\frac{12}{80}$ $\frac{12}{80}$ $\frac{12}{80}$ $\frac{12}{80}$ $\frac{4}{80}$ $\frac{4}{80}$ $\frac{4}{80}$ $\frac{4}{80}$

قرآن کریم میں ہے فان كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم، نیز ہے
یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
و صحبہ و بارک و سلم۔

صدر الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ

۹ جنوری ۱۳۶۲ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسیئ غلام رسول کے
وارث حسب ذیل ہیں : ایک بیوی، چار لڑکیاں، ایک پوتا اور دو پوتیاں ہیں تو کفن و دفن اولاد

قرض و وصیت سے بچا ہوا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جاتے؟ بینوا توجروا۔
سائل: غلام رسول امام سید بھلڑون کمبوڈا کی نہ خاص تحصیل دیپالپور ضلع منظمی
مورخہ ۶۲-۶-۲۷



بیوی کا آٹھواں حصہ ہے، قرآن کریم میں ہے فان كان لکم ولد فلمن
الاشمن (ترجمہ) پس اگر تمہاری اولاد ہو تو بیویوں کے لئے آٹھواں حصہ ہے اور لڑکیوں کیلئے
دو تہائی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے فان کن نساء فوق اثنین فلمن ثلثا ما ترک
(ترجمہ) پس اگر ہوں لڑکیاں دو سے اوپر تو ان کے لئے کل ترکہ کی دو تہائی ہے (اور یونہی
دو لڑکیوں کے لئے بھی) اور باقی سب پوتے اور پوتیوں کا حق ہے، دو حصے پوتے کے اور
ایک ایک پوتیوں کا، قرآن کریم میں ہے للذکر مثل حظ الانثیین (ترجمہ) لڑکے
(اور پوتے) کے لئے دو لڑکیوں (اور پوتیوں) کی مانند ہے۔

یہ مسئلہ حسب القواعد جو بیبل سے آئے گا اور تصحیح چھپانوسے سے ہوگی یعنی
ترکے کے چھپانوسے سے بنا کروارثوں کو مندرجہ بالا استحقاق کے لحاظ سے دئے جائینگے

حسب ذیل :

غلام رسول مسئلہ از ۲۴ تصحیح از ۹۶

| | | | | | | | |
|-----------------|-----------------|-----------------|-----------------|-----------------|-----------------|----------------|----------------|
| بیوی | لڑکی | لڑکی | لڑکی | لڑکی | پوتا | پوتی | پوتی |
| $\frac{12}{96}$ | $\frac{16}{96}$ | $\frac{16}{96}$ | $\frac{16}{96}$ | $\frac{16}{96}$ | $\frac{10}{96}$ | $\frac{5}{96}$ | $\frac{5}{96}$ |

کشاف السراجیۃ والہندیۃ وغیرہا من الکتب الفقہیۃ الحنفیۃ -

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ

واصحابہ وبارک وسلم -

صدر الفقیر ابوالخیر محمد نور الشدانعمی غفرلہ

۲۱ صفر المظفر ۱۳۸۲ھ ۶۲-۷-۳

الاستفتاء

$\frac{486}{92}$

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ مسمی عاشق محمد فوت ہو گیا ہے اور اپنے بعد ایک لڑکا مسمی محمد سرور۔ دو بیویاں مسماۃ غلام فاطمہ و مسماۃ نورشا و ایک والدہ مسماۃ ستاں چھوڑ گیا، عاشق محمد متوفی کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی۔ بینوا و جبراً۔
الاستفتیہ : مسماۃ غلام فاطمہ بیوہ عاشق محمد مرحوم سکھ حویلی



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عاشق محمد متوفی کا ترکہ جو کفن دفن اور قرض و وصیت سے باقی ہے اس کا چھٹا
والدہ ستاں کا ہے اور اٹھواں حصہ دونوں بیویوں کا اور باقی سب لڑکے کا ہے، یہ مسئلہ
حسب القواعد ۲۲ سے آئے گا اور ۲۸ سے ہوگی، حسب ذیل :

عاشق محمد مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۲۸

| | | | |
|----------------|-----------------|----------------|-----------------|
| والدہ ستاں | بیوی غلام فاطمہ | بیوی نور نشاں | لڑکا محمد سرور |
| $\frac{8}{28}$ | $\frac{3}{28}$ | $\frac{3}{28}$ | $\frac{32}{28}$ |

کما فی السراجیۃ وغیرہ ابل فی القرآن الکریم۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب سيدنا محمد

وعلى آله واصحابه وبارك وسلم۔

نوٹ : یہ جواب اس سوال کا ہے جو کیا گیا ہے، اگر سوال میں غلطی ہوئی تو جواب اور ہوگا۔

عزیز الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۶۵-۱۲-۲۵



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ کسمشی لال خاں
۱۹۴۶ء میں فوت ہو گیا، اس کے پیچھے اس کی جائیداد ۱۹۴۶ء میں اسکی بیوہ مسماۃ سین بی بی کے
نام پر وئے رواج انگریز کے تاحین حیات منتقل ہوئی، اب وہ بھی مسماۃ سین بی بی فوت ہو گئی ہے،
اب لال خاں کے وارث یہ ہیں:

لال بی بی حقیقی بہن، مسماۃ ظہراں، شرف الہی، نشان بیگم۔ تینوں حقیقی لال خاں
کی لڑکیاں ہیں، باقی ایک علاقائی بھائی مسئے علی محمد اور ایک علاقائی بہن مسماۃ زیب الہی زندہ ہیں
متوفی لال خاں کی جائیداد ان ورثاء پر کس طرح تقسیم ہوگی؟ بینوا توجروا۔
سائل: علی محمد علاقائی بھائی ۶۷-۱۰-۲۷

الجواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الاکرم والہ واصحابہ اجمعین و سلم۔
شرعاً متوفی لال خاں کی زوجہ سین بی بی کا آٹھواں حصہ ہے اور دو تہائی تینوں



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کی، باقی سب حقیقی بہن کا ہے اور مستی علی محمد اور مسماۃ زبیب الہی بوجہ علالتی ہونے کے محروم ہے،
از روئے قواعد یہ مسئلہ ۷۲ سے آئے گا یعنی کل ترکہ کے حسب دستور بہتر حصے بنائے جائیں
حسب ذیل :

لال خاں مسئلہ از ۲۴ تصحیح از ۷۲

سین بی بی زوجہ زہراں شرف الہی مسماۃ نشان بیگم لال بی بی حقیقی بہن علی محمد زبیب الہی علالتی بہن بھائی

$\frac{9}{42}$ $\frac{16}{42}$ $\frac{16}{42}$ $\frac{16}{42}$ $\frac{15}{42}$ محروم محروم

سراجیوں ۱۱ میں ہے ویسقط بنوالعلات ایضاً بالآخر لایب وام وبالاخت
لاب وام اذا صار ت حصہ نیز ۱۹ میں ہے واذا اختلط الثمن بكل الثانی
او ببعض فہو من اربعة وعشرين نیز ۲۲ میں ہے فیضرب کل عدد
رعوس من انکسرت علیہم السہام فی اصل المسئلۃ والباقی واضح
بنص القرآن الکریم۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الانور وآله
واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ ۶۷-۱۰-۲۷

الاستفتاء

مستی راجن شاہ ولد کیر شاہ فوت ہو گیا تھا، اس کا ایک لڑکا اصغر شاہ تھا وہ اس کی



وراثت کا مالک قرار پایا۔ اصغر شاہ اب فوت ہو گیا۔ اصغر شاہ کی نہ بیوی تھی اور نہ اولاد ہوئی، اس شاہ کی ایک لڑکی ہاجرہ بی بی تھی جو شادی شدہ ہونے کے بعد بیوہ ہو گئی۔ کچھ لوگ پہلے کہتے رہے ہیں کہ وہ ایک غیر قوم حجام کے ساتھ ہے اور بطور میاں بیوی کے وہ رہے ہیں، آپس میں نکاح ہونے کا علم بیان نہیں ہوا۔ اب ۶ سال تک تلاش کرنے کے باوجود اس کا کچھ پتہ نہیں چل سکا، گویا ہاجرہ بی بی عدم پتہ ہے۔ اصغر شاہ متوفی کا حقیقی تایا ولایت شاہ ولد کمیر شاہ تھا، اسکے پسران غلام حسین، بہادرین شاہ، معظم شاہ ہیں اور ولایت شاہ مذکور متوفی کی مسماۃ سردار بی بی مسماۃ نشاں بی بی دختران ہیں۔

مفتی دین متین مذکورہ بالا معاملہ میں کیا فرماتے ہیں۔ مسماۃ ہاجرہ بی بی لاپتہ کا وراثت اصغر شاہ میں کیا حق ہے اور مسماۃ غلام حسین وغیرہ مذکور اس کے پتریر بھائیوں کا اور مسماۃ سردار بی بی وغیرہ اس کی پتریر بہنوں کا حق ہے؟ اب ہاجرہ بی بی لاپتہ ہے اور کل جائیداد کا دعویٰ کرتی ہے۔

غلام حسین ولد ولایت شاہ قوم بودلہ صدیقی قریشی سکند ۲۰۰۸ء، ڈاکخانہ ۳۵/۲-۱
تھیل وکارہ ضلع ساہیوال ۱۲۶۹



از روئے حکم قرآن کریم ہاجرہ بی بی حقیقی بہن متوفی اصغر شاہ کی کل جائیداد کے نصف کی مالک ہے جو ابھی تک زندہ موجود ہے جیسے کہ سائل نے زبانی بیان کیا ہے اور باقی نصف کے

ہتھدار اسکے تایا زاد غلام حسین، بہار دین، معظم شاہ پسران ولایت شاہ ہیں اور سردار بی بی نشان بی بی
دختران ولایت شاہ کا کوئی حق نہیں مسئلہ ۲ سے ہے اور تصحیح ۶ سے ہے حسب ذیل،
صفر شاہ مسئلہ از ۲ تصحیح از ۶

ہاجرہ بی بی حقیقی بہن غلام حسین بہار دین معظم شاہ سردار بی بی نشان بی بی
۳/۶ ۱/۶ ۱/۶ ۱/۶ ۱/۶

کشاف القرآن الکریم واسفار المذہب الحنفیۃ - واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ
علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۶۹-۱-۲۲

الاستفتاء

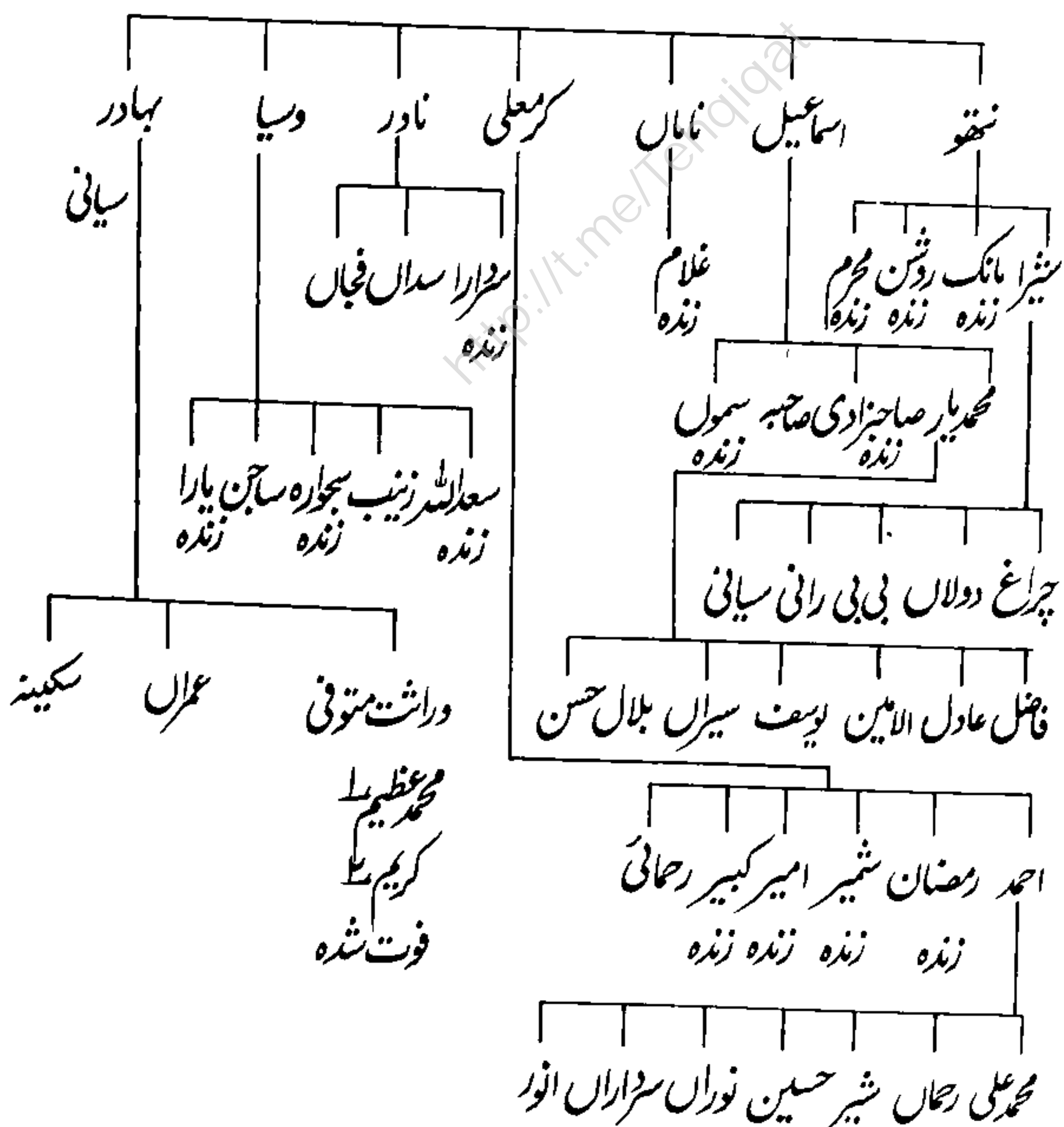
نام خود مسماۃ سیانی زوجہ بہادر ولد کوڑا قوم چوہان رکھیہ سکھ چک ۶۷ تحصیل پاکپتن
ضلع ساہیوال، بتلا کر باقر اصرار بیان کیا کہ:

خاوندم بہادر ولد کوڑا قوم چوہان رکھیہ سکھ چک ۶۷ کے فوت ہو جانے پر اس کی
اراضی زرعی عظیم کریم دو پسران حقیقی اور عمراں سکینہ دو دختران اور من زوجہ کے نام انتقال ہوئی،
کچھ عرصہ بعد کریم ولد بہادر مذکور لا ولد اور کنوارہ فوت ہو گیا۔ کریم ولد بہادر ستونی کی اراضی بھی بدستور
سابق حصہ کے برادر عظیم اور ہمشیرگان عمراں، سکینہ کے نام اور میر سے نام انتقال ہوئی
جس کو کافی عرصہ گزر چکا ہے۔ اب تھوڑے عرصہ سے بقضائے الہی عظیم ولد بہادر قوم چوہان رکھیہ
کنوارہ لا ولد فوت ہو چکا ہے، اس کے رشتہ داران اولاد کوڑا نے شجرہ مشمولہ کے مطابق



نوٹ : نقل شجرہ بغرض ملاحظہ شامل ہے :

کوتا



نوٹ : ننھو وغیر سات بھائی ایک ہی ماں کے لطن سے ہیں۔
نویذہ : حافظ فیض محمد کاح رہبر ار سکنا چار کی د اخلی موضع جمال لوڑلی تھیل پاکپتن ضلع ساہیوال کنسل ۲۱۳ طوانہ کلاں



عظیم کے وارث شرعاً مسماة سیانی والدہ اور ہمیشہ گان عمران، سکینہ اور مانک روشن وغیرہ
بارہ کس چچا زاد گان ہیں اور چراغ وغیرہ چچاؤں کے پوتے اور صاحبزادی وغیرہ خواتین سب محروم
ہیں، ماں کا چھٹا حصہ ہے اور ہمیشہ گان کا حصہ دہتائی ہے اور باقی ماندہ چھٹا حصہ مانک وغیرہ کا
بھسہ برابر ہے۔ یہ سند حسب القواعد چھٹے اور تصحیح بہتر سے ہے، حسب ذیل :
عظیم سند از ۶ تصحیح از ۷۲

| | | | |
|-----------------|---------------------------------|---|---|
| سیانی والدہ | عمران سکینہ مانک روشن | محرم غلام رمضان | شمیر امیر کبیر |
| $\frac{12}{42}$ | $\frac{22}{42}$ $\frac{22}{42}$ | $\frac{1}{42}$ $\frac{1}{42}$ $\frac{1}{42}$ $\frac{1}{42}$ | $\frac{1}{42}$ $\frac{1}{42}$ $\frac{1}{42}$ $\frac{1}{42}$ |

سردار سعد اللہ سجوارہ یارا چچا زاد گان
 $\frac{1}{42}$ $\frac{1}{42}$ $\frac{1}{42}$ $\frac{1}{42}$

کما فی القرآن الکریم والحديث الشریف والفقہ المنیف۔

واللہ تعالی اعلم وصلی اللہ تعالی علی حبیبہ سیدنا

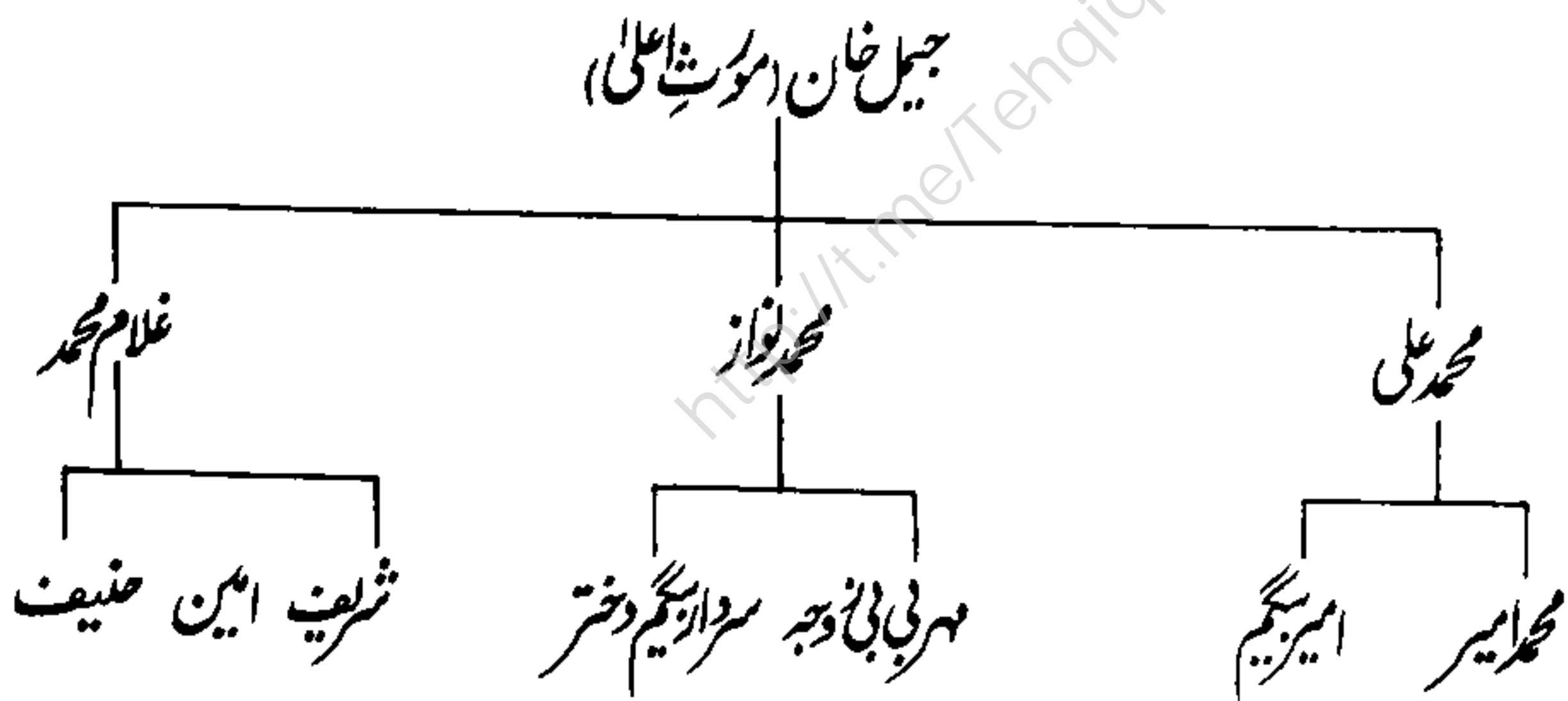
محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

نوٹ : یہ جواب تحریر سائل کی صداقت کی صورت میں ہے۔

حزب الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

۱۱ صفر الخیر ۱۳۸۹ھ ۲۹/۴

الاستفتاء



محمد نواز کی تمام جائیداد انگریزی قانون کے مطابق مہربانی بی بی کے نام منتقل ہوئی کیونکہ اس کا سرکار نہیں تھا صرف ایک لڑکی اور دو بھائی محمد علی اور غلام محمد موجود تھے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ محمد نواز کے وارث کون کون ہیں اور ان کے حصے کیا ہیں؟ محمد نواز وغیرہ تینوں بھائی ایک ہی والدہ سے ہیں۔

عبد الغنی بقلہ خود





شرعاً محمد نواز کے وارث اس کی زوجہ مہربی بی، لڑکی سردار بیگم اور محمد علی و غلام محمد
برادران ہیں۔ بیوی کا اٹھواں حصہ، لڑکی کا نصف اور باقی ماندہ محمد علی اور غلام محمد کا بھدہ مساوی ہے
حسب القواعد یہ مسئلہ اٹھ سے ہے اور اس کی تصحیح سولہ سے ہے، حسب ذیل:

محمد نواز مسئلہ از ۸ تصحیح از ۱۶

| | | | |
|----------------|-----------------|----------------|-------------------|
| مہربی بی زوجہ | سردار بیگم بیٹی | محمد علی | غلام محمد برادران |
| $\frac{2}{16}$ | $\frac{8}{16}$ | $\frac{3}{16}$ | $\frac{3}{16}$ |

کما فی القرآن الکریم و السراجیۃ و غیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد

وآلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

صاحب الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۴ رجب المرجب ۱۳۸۹ھ ، ۱۷/۹/۱۷

الاستفتاء

۴۸۶ بحضرت سیدی مسندی، مرشدی و مولائی شیخ الحدیث و التفسیر الحاج اباجان دامت برکاتہم العالی



السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :

معروض اینکہ مندرجہ ذیل صورت میں زید کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائیگا؟ اگر
حنو صورت حال سے جلوہ آگاہ فرمائیں تو ذرہ نوازی ہوگی کیونکہ میت کے ترکہ کی تقسیم کا
جھگڑا چل رہا ہے، صورت مندرجہ ذیل ہے :

زید

| | | | |
|--------------|---------------|----------------|---------------------|
| لڑکی | لڑکا | لڑکی لڑکی لڑکی | لڑکا لڑکا لڑکی لڑکی |
| پہلی بیوی سے | دوسری بیوی سے | تیسری بیوی سے | |

پہلی اور دوسری بیوی زندہ نہیں ہیں اور تیسری بیوی مطلقہ تھی۔ مطلقہ بیوی کا
ایک لڑکا اور ایک لڑکی زید کی زندگی میں ہی فرار ہو کر اپنی والدہ کے پاس چلے گئے تھے
اور زید کی موت کے وقت ان کو تقریباً سات سال کا عرصہ گزر چکا تھا، نیز زید کی والدہ
بھی زندہ ہے۔ والسلام مع الف احترام۔

خادم شہد طالب دعا : نذیر احمد حافظ نوری، خطیب جامع انوار مدینہ، سلاٹ ٹاؤن گوجرانوالہ
مؤرخہ: ۲۰ جمادی الاولیٰ بروز اتوار ۱۳۹۲ھ



علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :



لڑکے لڑکی کا والد سے فرار ہو کر والدہ کے پاس چلا جانا حق وراثت زائل نہیں کرتا لہذا دوسری اولاد کی طرح وہ بھی وارث ہیں تو اصل مسئلہ چھپے سے ہے، والدہ کا چھٹا حصہ اور باقی سب اولاد کا اور اس کی تصحیح بہتر سے ہے یعنی کل ترکہ جو کفن و دفن، وصیت سے بچا اس کے پورے بہتر حصے مساوی بنائے جائیں اور حسب ذیل تقسیم کئے جائیں :-

زید مسئلہ از ۶ تصحیح از ۲۷

| والدہ | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکی |
|-----------------|-----------------|-----------------|-----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|
| $\frac{12}{42}$ | $\frac{10}{42}$ | $\frac{10}{42}$ | $\frac{10}{42}$ | $\frac{5}{42}$ | $\frac{5}{42}$ | $\frac{5}{42}$ | $\frac{5}{42}$ | $\frac{5}{42}$ | $\frac{5}{42}$ |

کذا فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد

وعلى آله واصحابه وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

بانی و مہتمم دارالعلوم خفہ فی ریہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

۵-۷-۷۲



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ صحیحی صادق لاولد فوت ہوا ہے، اس کا

قادر بخش

رحماں

علی محمد

طفیل

مہمندہ

روشنائی میراں صوباں داراں
زندہ فوت ہو گئی ہے فوت زندہ
ایک لڑکی تین لڑکے دو لڑکے

صادق

متوفی ایک سال سے
گرم نشان بیوی زندہ

کھبوا

دوست محمد

نادر

شعیب
زندہ

حسن
زندہ

شہاد

سکھبرا

عبدالغریز صادق عطا محمد

سمان

زبیر
زندہ

مسٹر اعلیٰ
زندہ

دوست محمد
زندہ

عارف علی
زندہ

محمد علی
زندہ

فلک شیر
زندہ

سمان
زندہ

اس کے دادا فادر بخش کی ایک ہی بیوی سے سب اولاد تھی اور جب صادق فوت ہوا تو اس وقت اس کے چچا زادوں سے کوئی زندہ نہیں تھا اور نہ ہی کوئی چچا زندہ تھا، صرف ایک بیوی کرم نشاں اور عبدالعزیز وغیرہ چچا زاد سے اور دوست محمد وغیرہ بھانجے اور دو بہنیں حقیقی زندہ تھے تو شرعاً اس کی وراثت کے کون کون حقدار ہیں؟

سائل : دوست محمد بھوپھی زادہ از موضع رام پور متصل بصیر پور ۱۵-۲-۷۳



شرعاً بیوی کا حق چوتھا حصہ اور بہنوں کا حق دوہٹائی ہے اور باقی سب صرف چچا زادوں کی نرینہ ہم درجہ اولاد عبدالعزیز وغیرہ کا حق ہے اور بھانجے دوس محمد وغیرہ محروم ہیں ان کا کوئی حق نہیں اور حسب القواعد اس کے ترکہ کے بارہ حصے بنا کر $\frac{3}{12}$ بیوی کے اور $\frac{5}{12}$ بہنوں کے بھہ برابر اور باقی $\frac{1}{12}$ عبدالعزیز وغیرہ کو بھہ برابر دے جائیں اور اس کی تصحیح یعنی تقسیم بارہ کو دسٹل میں ضرب دیکر ایک سو بیس سے ہوگی حسب الذیل :

صادق مسئلہ از ۱۲ تصحیح از ۱۲۰

| | | | | | | | |
|----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|
| کرم نشاں بیوی | روشنائی بہن | داراں بہن | عبدالعزیز | صادق | عطا محمد | سماں | فلک شیر |
| $\frac{3}{12}$ | $\frac{2}{12}$ | $\frac{2}{12}$ | $\frac{1}{12}$ | $\frac{1}{12}$ | $\frac{1}{12}$ | $\frac{1}{12}$ | $\frac{1}{12}$ |

حسن شفیع محمد علی عارف علی طفیل
 $\frac{1}{12}$ $\frac{1}{12}$ $\frac{1}{12}$ $\frac{1}{12}$ $\frac{1}{12}$

کشاف السراجیۃ والفتاویٰ الہندیۃ - وصلى الله تعالى على حبيب سيدنا محمد
والسلام واصحابه وبارك وسلم

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انیس غفرلہ

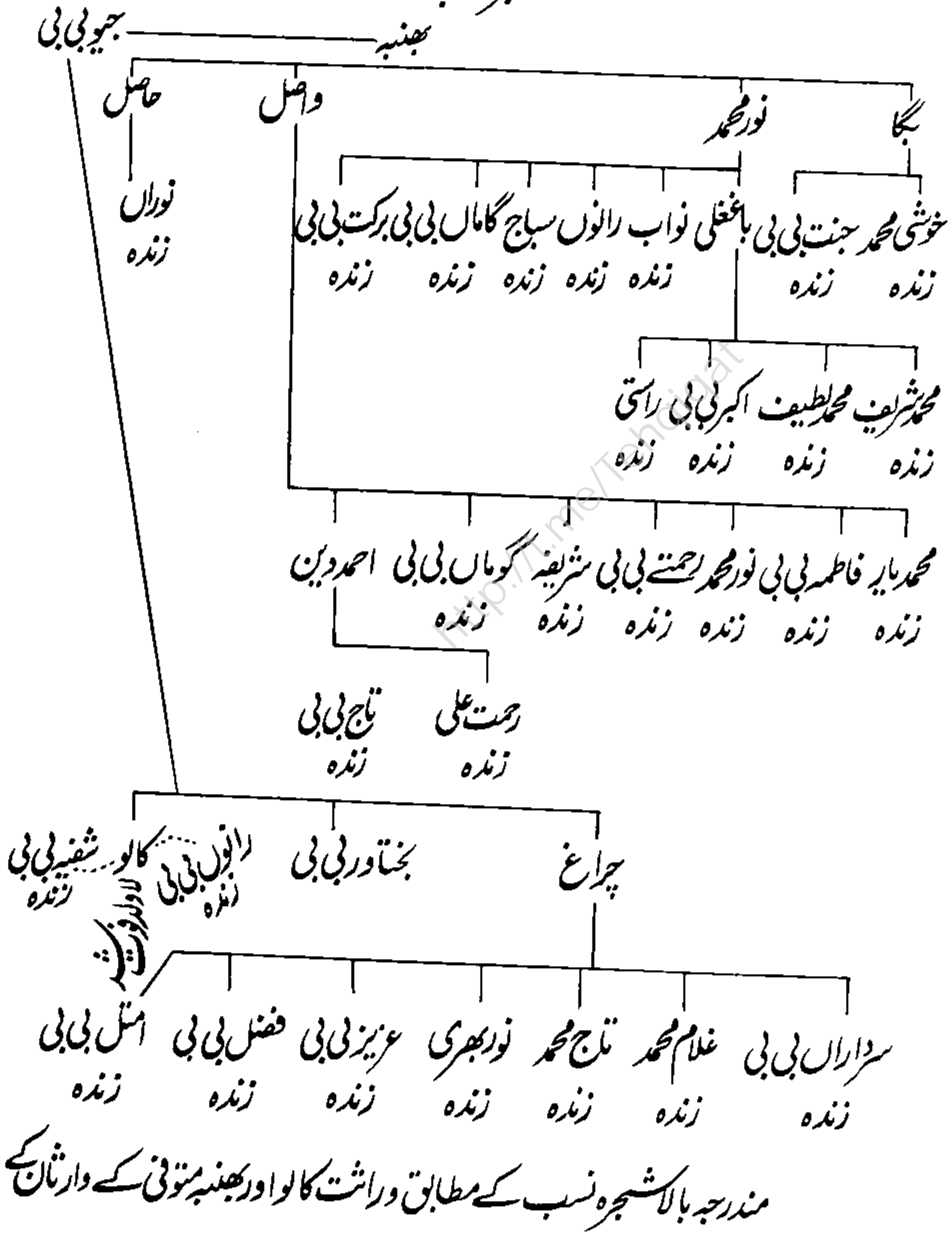
۱۳ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ

۱۶-۲-۶۳



الاستفتاء

شجرہ نسب



حصص کی تقسیم فرمائی جاوے۔

کمترین غلام محمد ولد چراغ ڈوگر ساکن بہلول پور تحصیل دیپال پور
نشان انگوٹھ غلام محمد $\frac{3}{4}$ ۲۷



شرعاً کالو کے وارث اس کی بیویاں اور بہن اور چراغ کے دونوں لڑکے ہیں
کہ قریبی عصبے ہیں باقی بچہ غیرہ کے لڑکے وارث نہیں، دونوں بیویوں کا حق چوتھائی اور بہن کا
نصف اور دونوں بھتیجیوں کا باقی ہے۔ یہ مسئلہ چار سے ہے اور تصحیح حسب القواعد
اٹھ سے ہے۔ حسب ذیل :

کالو مسئلہ از ۴ تصحیح از ۸

رائوں زوجہ شفیقہ بی بی زوجہ بختاوری بی بی بن غلام محمد بھتیجا تاج محمد بھتیجا خوشی محمد غیرہ بھتیجے
 $\frac{1}{8}$ $\frac{1}{8}$ $\frac{2}{8}$ $\frac{1}{8}$ $\frac{1}{8}$ x

کما فی السراجیۃ بل فی القرآن الکریم۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ ﷺ

واصلحہ وبارک وسلم۔

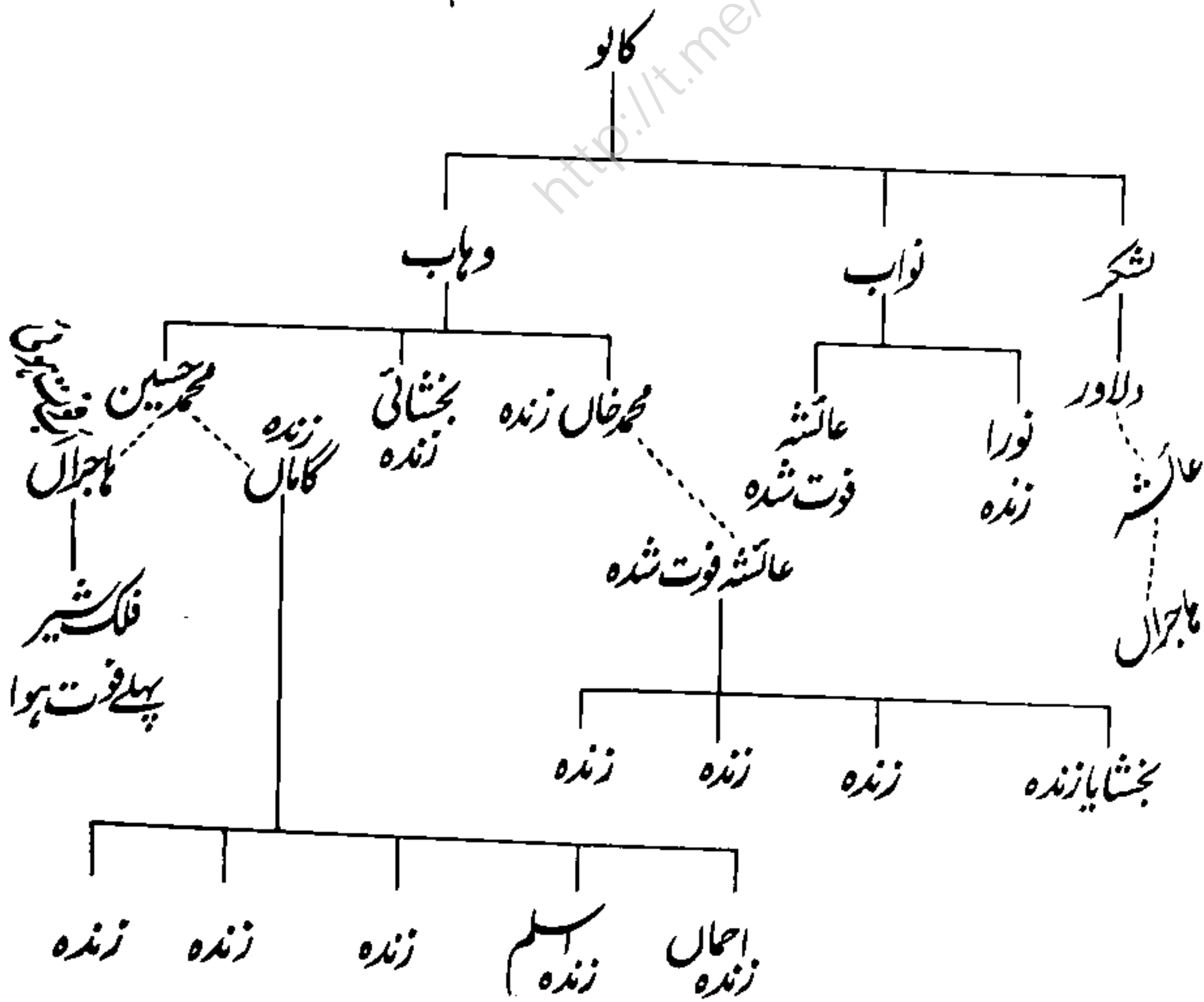
عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۱ صفر ۱۴۳۹ھ $\frac{3}{4}$ ۲۷

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین جبکہ کالو کے تین پسران لشکر، نواب، وہاب، اسکی ایک بیوی کی اولاد ہیں۔ اب کالو کے پوتگان میں سے نورا، محمد خاں زندہ ہیں اور مسماۃ ہاجرہ جو کہ کالو کی پڑپوتی ہے، لا ولد فوت ہو چکی ہے، مسماۃ ہاجرہ محمد حسین کی بیوہ ہے، محمد حسین کی دوسری بیوی مسماۃ گاماں سے احماں وغیرہ محمد حسین کے پسران و دختران زندہ ہیں۔ مسماۃ ہاجرہ کی والدہ عائشہ نے بعد ازاں محمد خاں سے عقد کیا جو سے بختا یا اور اس کی تین ہمشیراں زندہ ہیں، اندریں حالات مسماۃ ہاجرہ متوفیہ کے کون کون سے وارث ہیں اور ان کے کیا حصے ہیں؟
شجرہ نسب حسب ذیل ہے :

منظور حسین بقلم خود ۱۳-۷-۷۳



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



مسماة ہاجراں کے وارث نورا اور محمد خاں چچا زاد بھائی اور عصبہ ہیں اور اسکی والدہ عائشہ کی اولاد بخشایا وغیرہ بہن بھائی ہیں، بہن بھائیوں کا حصہ ایک بڑہ تین (۱/۳) میں بھتہ مساوی ہے اور باقی میں نورا اور محمد خاں بھتہ مساوی ہے، حسب ذیل :

ہاجراں مسئلہ از ۳ تصحیح از ۱۲

| نورا | محمد خاں | بخشایا | فجاں | داراں | سجاداں | باقی رشتہ دار محروم ہیں |
|----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|-------------------------|
| $\frac{۲}{۱۳}$ | $\frac{۲}{۱۳}$ | $\frac{۱}{۱۳}$ | $\frac{۱}{۱۳}$ | $\frac{۱}{۱۳}$ | $\frac{۱}{۱۳}$ | |

کما فی القرآن الکریم والسراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلوات اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ

وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نورا اللہ انعمی غفرلہ

۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

ولی داد ولد لہو خاں قوم گدھو کا دٹو سکنہ احمد گدھو کا تھانہ مکلوڈ گنج تحصیل منچر آباد

ضلع بہاولنگر اس کی اب وفات ہو چکی ہے، اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے مگر اس کی ایک بیوی مسماۃ جنت ہے جو اب بھی زندہ ہے، اس میں سے ولی داد مرحوم کی اولاد دختر سرزنگیم حسینہ بیگم، نور بیگم ہیں، اس کے علاوہ ولی داد کا ایک حقیقی بھائی ہے جس کا نام اللہ جو الہ ہے جو تقریباً دس پندرہ سال سے فوت ہو چکا ہے نیز بیوی بھی فوت ہو چکی ہے، اس کی بیوی میں سے بڑا لڑکا محمد حسن، نذر محمد، غلام محمد اور ان کی ہمشیرہ منور بیگم، غلام عائشہ ہیں جو اب تک زندہ ہیں۔ ولی داد کا دوسرا بھائی جو ہے وہ سوتیلی ماں سے ہے، اس کا نام باقر خاں ہے، اس کی اولاد محرم، معروف، منظور، محبوب، فتح محمد اور سجادیت غلام فاطمہ ہیں مگر باقر خاں اور اس کی بیوی پہلے ہی فوت ہو چکے ہیں، اولاد زندہ ہے شہریت کی رو سے یہ فتویٰ لگائیں کہ اس ولی داد کی وراثت کا کوئی مالک ہو سکتا ہے؟

سائل: بشیر احمد ولد فلک شیر قوم گدھو کا سکنا احمد گدھو کا
تھانہ بکلوڈ گنج تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر ۲۶/۵



شرعاً ولی داد کے وارث اس کی بیوی جنت اور تین لڑکیاں سردار بیگم وغیرہ اور حقیقی بھائی کے تین لڑکے محمد حسن وغیرہ ہیں، ان کے علاوہ سوتیلی بھائی کے لڑکے محرم وغیرہ



اور دونوں بھائیوں کی لڑکیاں منور بیگم، غلام عائشہ اور مسماۃ ہدایت، غلام فاطمہ محروم ہیں، بیوی کا حصہ اٹھواں ہے اور لڑکیوں کا دو تہائی اور باقی تحقیقی بھتیجیوں کا ہے۔ حسب دستور مسئلہ چوبیس سے ہے اور تصحیح بہتر سے ہے یعنی کل جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ کے بہتر حصے بنا کر نسبت مذکور بالا کے لحاظ سے تقسیم کئے ہیں، حسب ذیل :

ولی داد مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۲۷

جنت بیوی سر از بیگم حسینہ بیگم نور بیگم دختران محمد حسن نذر محمد غلام محمد بھتیجے منور بیگم وغیرہ بھتیجیاں

| | | | | | | | |
|----------------|-----------------|-----------------|-----------------|----------------|----------------|----------------|-------|
| $\frac{9}{42}$ | $\frac{14}{42}$ | $\frac{14}{42}$ | $\frac{14}{42}$ | $\frac{5}{42}$ | $\frac{5}{42}$ | $\frac{5}{42}$ | محروم |
|----------------|-----------------|-----------------|-----------------|----------------|----------------|----------------|-------|

نوٹ : یہ بہتر حصے کفن، دفن اور قرض و وصیت سے باقی ماندہ ترکہ سے بنائے جائیں

کما فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد

والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عہدہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۴ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ ۲۶-۴-۷۵

الاستفتاء

محرم المقام جناب بزرگوار ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم : آداب و تسلیمات کے بعد حامل عرضہ ہذا مولوی نذیر احمد اپنی خدمت میں

ایک مسئلہ وراثت پیش کرتے ہیں جو کہ وضاحت طلب ہے، مسئلہ درج ذیل ہے :
ایک شخص مندرجہ ذیل پسماندگان چھوڑ کر فوت ہوا ہے :
ایک بیوی، ایک لڑکی شادی شدہ، دو بہنیں شادی شدہ، دیگر چچا زاد بھائی وغیرہ وغیرہ،
متوفی کا کچھ سامان بطور ورثہ ہے جس کے متعلق متوفی نے کوئی وصیت نامہ مرتے وقت
نہیں کیا ہے، موجود ہے۔

براہ مہربانی تفصیلاً تحریر فرمائیں کہ متوفی کی اس وراثت کا زیادہ استحقاق
مذکور ان بالائیں سے کن کو زیادہ ہے یا بتدریجاً کس طرح تقسیم ہونا چاہئے؟
آپ کی نوازش ہوگی۔



سائل نے زبانی بیان کیا کہ متوفی کے ماں باپ، دادہ دادی سے کوئی زندہ نہیں
تو اس کے وارث اس کی بیوی اور لڑکی اور ہمیشہ گان جو بقول سائل حقیقی بہنیں ہیں، بیوی کا
اٹھواں حصہ اور لڑکی کا نصف ہے اور باقی سب دو بہنوں کا بھٹہ مساوی ہے۔ یہ مسئلہ
حسب القواعد اٹھ سے ہے اور تصحیح سولہ سے ہے حسب ذیل :

| | | | | |
|----------------|----------------|----------------|----------------|------------|
| بیوی | لڑکی | حقیقی ہمیشہ | حقیقی ہمیشہ | باقی محروم |
| $\frac{2}{16}$ | $\frac{4}{16}$ | $\frac{3}{16}$ | $\frac{3}{16}$ | |

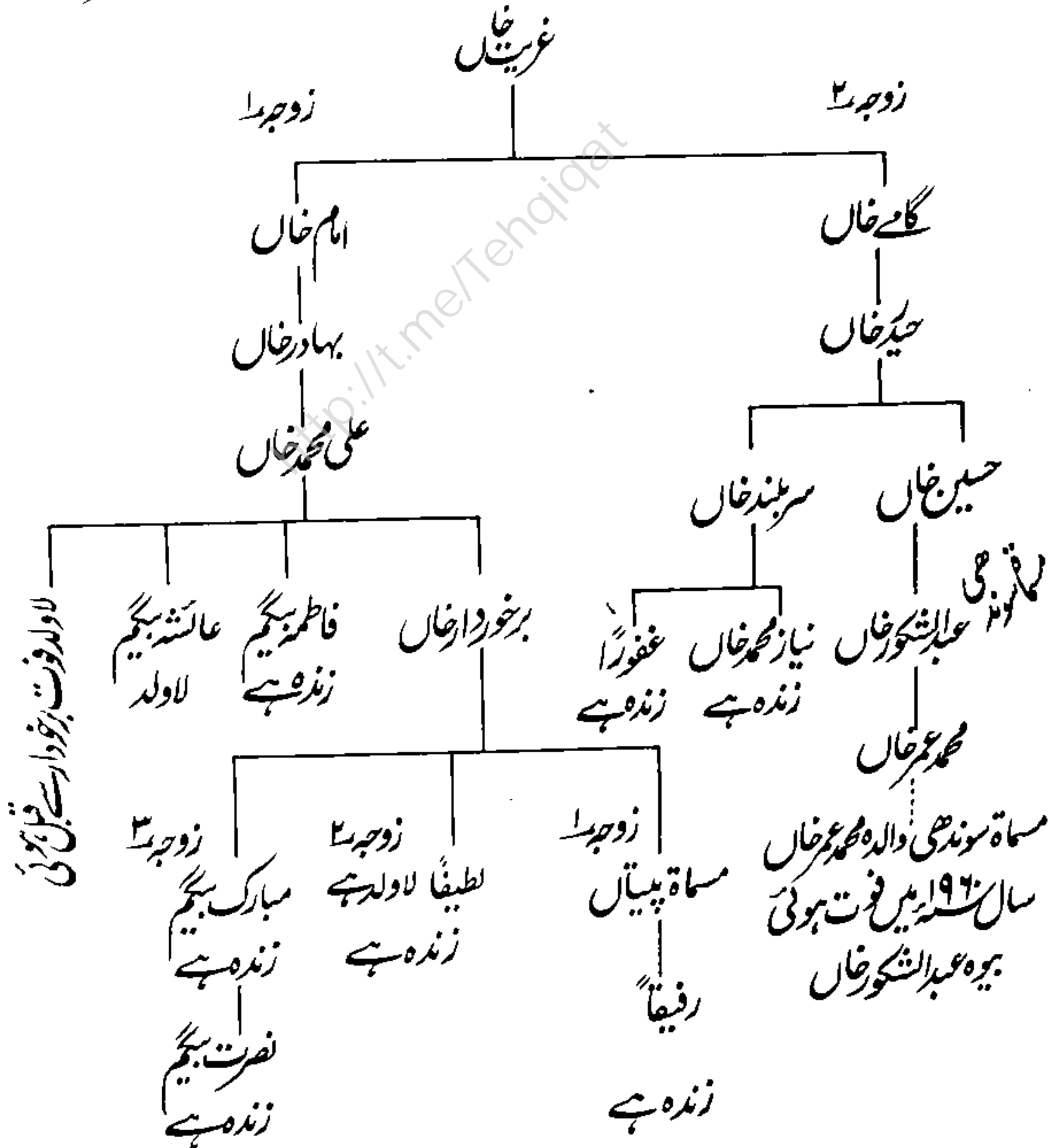
کما فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وعلى آله

عزیز الفقیر ابو الجحیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ از بصیر لوہر ۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ ۲۲-۱-۶۶

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میراث میں جس کا شجرہ نسب ذیل درج ہے
برخوردار خاں متوفی کے بازگشت حق داران جواب بالثواب سے بحوالہ کتب ارشاد فرمائیں :



نوٹ : برخوردار خاں، سال ۱۲۲۱ھ میں مقام ٹوہانہ ضلع حصار فوت ہوا۔
مسماۃ پیتاں زوجہ برخوردار خاں ۱۲۲۱ھ میں فوت ہوئی۔
مسماۃ عائشہ بیگم دختر علی محمد خاں سال ۱۲۶۷ھ میں مقام حویلی ضلع ساہیوال فوت ہوئی۔
عائشہ بیگم کے زینہ اولاد نہ ہے، خاوند نیک محمد خاں زندہ ہے۔
مسماۃ مبارک بیگم، لطیفاً بیوگان برخوردار خاں جائیداد پر قابض ہے۔
العارض : سعید احمد خاں ولد عبد الغفور خاں حویلی لکھا



برخوردار خاں کو رثا مبارک بیگم اور لطیفاً بیویاں اور مسماۃ رفیقاً اور نصرت
لڑکیاں اور مسماۃ اطمہ بیگم، عائشہ بیگم حقیقی بہنیں ہیں، حسب القواعد مسئلہ از ۲۴، تصحیح از
۲۸ ہے حسب ذیل :

برخوردار خاں مسئلہ از ۲۴ تصحیح از ۲۸

| | | | | | |
|-----------------|----------------|-----------------|-----------------|----------------|------------------|
| مبارک بیگم زوجہ | لطیفاً زوجہ | رفیقاً | نصرت لڑکیاں | فاطمہ بیگم | عائشہ بیگم بہنیں |
| $\frac{3}{28}$ | $\frac{3}{28}$ | $\frac{14}{28}$ | $\frac{14}{28}$ | $\frac{5}{28}$ | $\frac{5}{28}$ |

کما فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وعلى آلہ



واصلحہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
اربع الثانی ۱۳۹۶ھ ۱۱ - ۴ - ۱۱

الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ وکعبہ سیدی و سندی غوثی و غیاثی مجاہد فی سبیل اللہ شفیق رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت قبلہ فقیر عظیم صاحب دامت برکاتہم۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد گزارش ہے کہ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ وراثت
مسمیٰ رحمت علی شاہ صاحب کی تین لڑکیاں زندہ اور ایک بھتیجا زندہ اور دو بھتیجے فوت شدہ
اور بھتیجیاں زندہ ایک نواسہ اور ایک نواسی رحمت علی شاہ کی ستر ایکڑ زمین حصے اور
ان کے حصے کی تقسیم کیسے ہوگی؟ جواب سے مشکور فرمانا، ثواب ملے گا۔
آپ حضور کا خادم سگ دربانو! محمد امیر نوری، سکندریہ جھلانہ تحصیل پاپوہ ضلع ساہیوال



غسل، کفن، دفن اور قرض و وصیت سے بچا ہوا سارا مال اس کی دو تہائی

تین لڑکیوں کا حق ہے اور باقی سب بھتیجا زندہ کا ہے اور فوت شدہ کا کوئی حق نہیں
تو حسب دستور شرع پاک یہ سہ تین سے آتے گا اور تصحیح ۹ سے ہوگی حسب ذیل:
رحمت علی شاہ مسد از ۳ تصحیح از ۹

| | | | | | | | | |
|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|-----|
| رشد یگم | لطیف یگم | نذیر یگم | صدیق شاہ | زندہ | مشتاق شاہ | طفیل شاہ | فوت شدہ | اور |
| $\frac{2}{9}$ | $\frac{2}{9}$ | $\frac{2}{9}$ | $\frac{2}{9}$ | $\frac{2}{9}$ | $\frac{2}{9}$ | $\frac{2}{9}$ | $\frac{2}{9}$ | |

تین بھتیجیاں ریاض شاہ نواسہ ثریا یگم نواسی۔

کذا فی السراجی وغیرہا من اسفار المذهب المہذب الحنفی و
القران الکریم والاحادیث الشریفۃ۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم
وعلى آله وصحبه وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ ۱۱/۲۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسیئے کمال فوت
اس کے پسماندگان میں ایک بیوی، دو لڑکیاں، ایک ہمشیرہ اور ایک بھائی موجود ہیں، متوفی کی

چھ مرلہ زمین ہے۔ یہ زمین ورثہ کے درمیان تقسیم ہونے کا کیا حکم ہے۔

السائل: محمد شریف، بصیر پور ۵، ۶، ۷

نیز علاوہ ازیں دو مکان ایک شیشم کا درخت بھی ہے، اس کی تقسیم کا حکم کیا ہے
نیز مستوفی پر قرض نہیں تھا اور کفن و دفن بھی ہو چکا ہے۔

السائل: محمد شریف مدرس محلہ درس گاہ بصیر پور ضلع ساہیوال ۵ ۶ ۷



شرعاً بیوی کا آٹھواں حصہ اور دو لڑکیوں کا حصہ دو تہائی اور باقی بہن اور بھائی کا ہے
یہ مسئلہ حسب القاعدہ چوبیس سے آئے گا اور تصحیح بہتر سے ہوگی، حسب ذیل :

کمال مسداز ۲۲ تصحیح از ۷۲

| زہرہ زوجہ | اسماء | اور خنیفاں لڑکیاں | ابراہیم بھائی | جواں بہن |
|----------------|-----------------|-------------------|-----------------|----------------|
| $\frac{9}{42}$ | $\frac{22}{42}$ | $\frac{22}{42}$ | $\frac{10}{42}$ | $\frac{5}{42}$ |

کذا فی القرآن الکریم سورة النساء والسراجیة وغیرہا من
کتب الفقہ الحنفی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ و

علیہ وسلم وبارک وسلم

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ ۵ جون ۱۹۷۷ء

الاستفتاء

سے محمد یعقوب فوت ہو گیا ہے، اس کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا محمد حیات ہے اور
دوسری بیوی سے دو لڑکیاں ہیں اور پہلی بیوی اس کے انتقال سے قبل فوت ہو گئی تھی اور
دوسری بعد میں فوت ہوئی ہے، اس کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی؟ بینواتوجروا
السائل: بشیر احمد بٹلم خود



شرعاً محمد یعقوب کی دوسری بیوی کا آٹھواں حصہ ہے اور باقی سب مال لڑکے
اور لڑکیوں کا ہے، لڑکے کا حق نصف باقی اور لڑکیوں کا باقی نصف ہے بھروسہ ساوی،



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کتاب الفرائض

حب ذیل :

محمد یعقوب مسد از ۸ تصحیح از ۳۲

| | | |
|-----------------|-----------------|----------------|
| محدث لڑکا | دولڑکیاں | اور دوسری بیوی |
| $\frac{۱۲}{۳۲}$ | $\frac{۱۲}{۳۲}$ | $\frac{۲}{۳۲}$ |

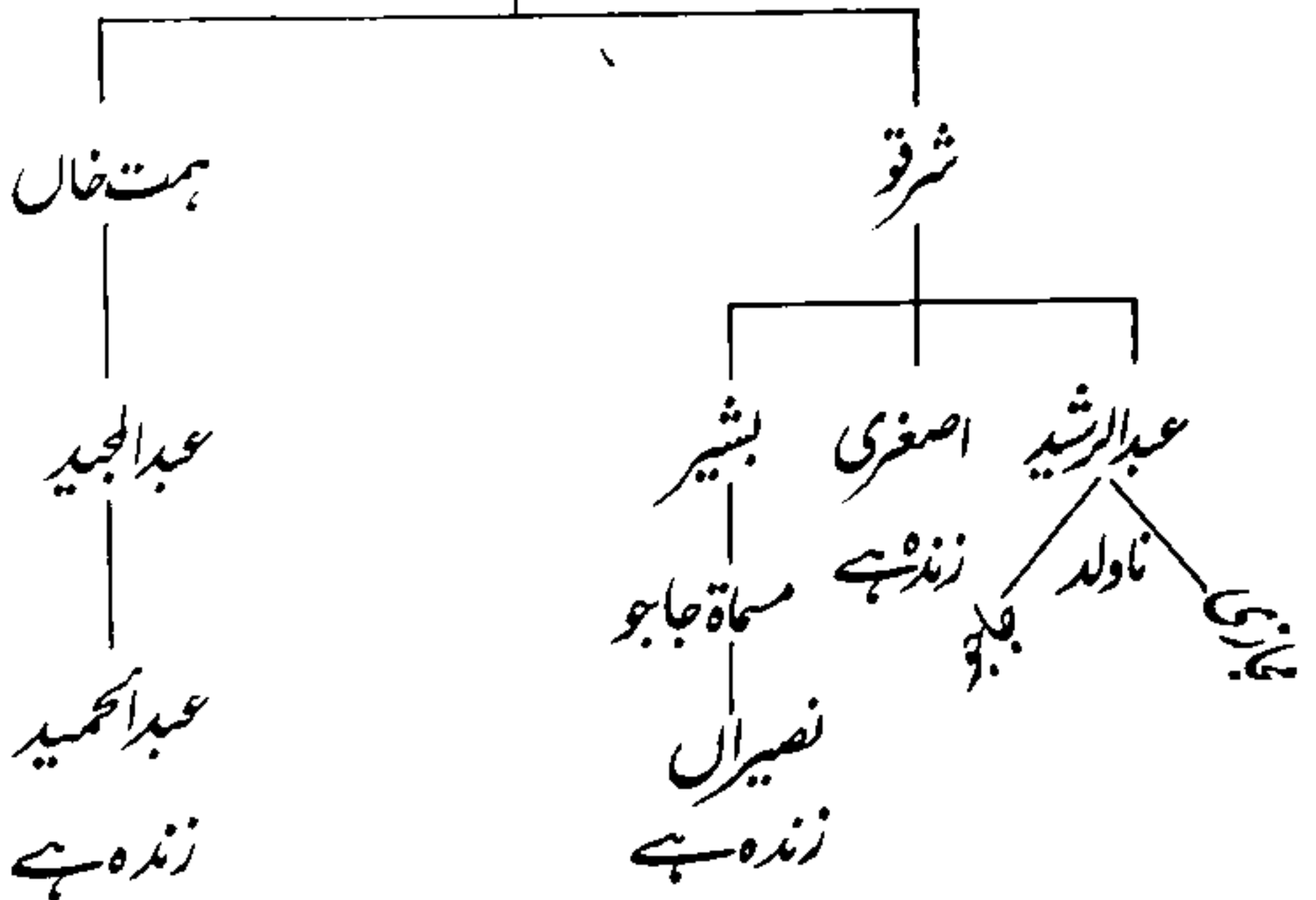
کما فی القرآن الکریم والحديث الشریف والفقہ المذہب
واللہ تعالیٰ اعلم و علم اتم و احکم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲-۶-۷۸

الاستفتاء

شہاب الدین



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مرحوم عبدالرشید کی وراثت کے وارثین حسب ذیل :
دو عدد عورتیں زندہ ہیں اور ایک عدد ہمیشہ زندہ ہے اور شہاب الدین
سے چوتھی پشت پر عبدالحمید زندہ ہے۔
ایک بھتیجی زندہ ہے۔



دونوں عورتوں کا حق جو عبدالرشید کی بیوہ بیویاں ہیں چوتھائی ہے، قرآن کریم
میں ہے وَلَهُنَّ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمُ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ (پک ۱۳۶ آیت ۱۲)
اور بن کا حق نصف ہے، قرآن کریم میں ہے اِنْ اَمْرٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ
وَلَهُ اخٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ (پک ۱۴۶ آیت ۱۷) اور باقی سب عبدالحمید کا ہے
جو عصبہ ہے، حدیث شریف میں ہے الْحَقُّوْا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ
لِأَوَّلَى رَجُلٍ ذَكَرَ بخاری شریف جلد ثانی ص ۹۹۔
یہ مسئلہ چار سے ہے اور چھ آٹھ سے یعنی کل مال جو کفن و دفن اور قرض و وصیت سے بچا
اس کے آٹھ حصے بنا کر یوں تقسیم کیا جاتے۔

عبدالرشید مسئلہ از ۴ تصحیح از ۸

| | | | |
|---------------|---------------|----------------------------------|---------------|
| مجازی بیوی | جانبو بیوی | اصغری بن عبدالحمید بھتیجا نصیراں | معموم |
| $\frac{1}{8}$ | $\frac{1}{8}$ | $\frac{2}{8}$ | $\frac{2}{8}$ |

کتاب الفرائض

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ علی حبیب الاعظم وعلی آلہ
وصحبہ وبارک وسلم۔

حزقہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

المحرم الحرام ۱۴۳۹ھ ۲۸-۱۲-۱۲

الاستفتاء

جناب عالی

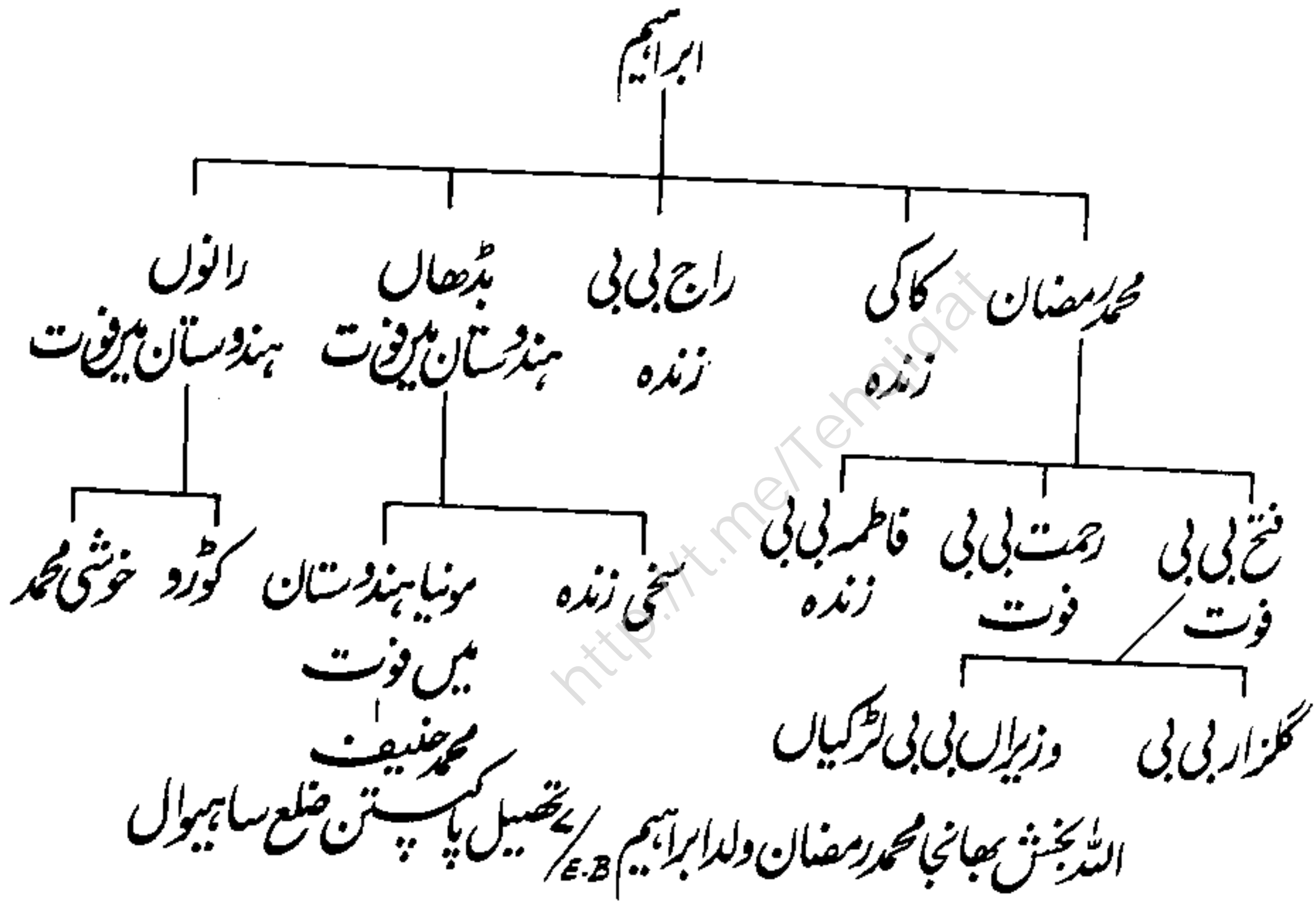
گزارش ہے کہ میرا ماموں محمد رمضان ولد ابراہیم مورخہ ۱۲/۱۲ کو قضا اللہی سے فوت ہو گئے ہیں، اس نے تین شادیاں کیں ۱۔ فتح بی بی ۲۔ رحمت بی بی ۳۔ فاطمہ بی بی۔ ۱۔ فتح بی بی کی دو لڑکیاں گلزار بی بی اور وزیراں بی بی ہیں جو کہ زندہ ہیں جبکہ فتح بی بی مرگئی رحمت بی بی بغیر اولاد کے فوت ہو گئی اور ۳۔ فاطمہ بی بی بغیر اولاد کے زندہ ہے۔

۲۔ جناب عالی! میرے ماموں محمد رمضان کی چار بہنیں تھیں، دو بہنیں بڑھاں اور رانوں ہندوستان میں فوت ہو گئیں اور دو بہنیں کاکی اور راج بی بی زندہ ہیں، جو بہنیں فوت ہو گئی تھیں ان کی اولاد ہے جو حقدار ہیں، ان کو کتنا کتنا حصہ جائے گا۔

۳۔ عالی جاہ! میرے ماموں محمد رمضان کا کوئی حقیقی بھائی یا بھتیجہ نہیں ہے بلکہ محمد رمضان کے والد ابراہیم کے بھائی دتہ، فتاح تھے، ان کے پوتے پوتیاں زندہ ہیں۔ محمد رمضان کا والد

ہندوستان میں پاکستان بننے سے قبل سینٹ سال فوت ہو گئے تھے۔
۴۔ سوال یہ ہے آیا جوہنیں ہندوستان میں فوت ہو گئی تھی، ان کی اولاد کو حصہ جابجا
یا کہ نہیں؟

۵۔ سوال ملے جو محمد رمضان کے والد ابراہیم کے بھائیوں کے پوتے پوتیاں ہیں، ان کو
حصہ جاتے گا یا کہ نہیں، عالی جاہ! فتویٰ دے کر مشکور فرمادیں اور رمضان کا شجرہ ذیل ہے:



محمد رمضان کی بیوی فاطمہ بی بی کا آٹھواں حصہ ہے اور دو لڑکیوں گلزار بی بی،



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وزیراں بی بی کا دو تہائی اور باقی سب دونوں بہنیں کا کی اور راج بی بی کا حق ہے۔ یہ مسئلہ
چوبیس^{۲۲} سے ہے اور تصحیح اڑتالیس سے ہے :

محمد رمضان مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۲۸

فاطمہ بی بی گلزار بی بی وزیراں بی بی لڑکیاں کا کی اور راج بی بی بہنیں باقی سب محروم
 $\frac{6}{28}$ $\frac{16}{28}$ $\frac{16}{28}$ $\frac{5}{28}$ $\frac{5}{28}$

صدر الفقیر البوالمخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ ۷-۷-۲۰۱۷ء

الاستفتاء

نہایت ہی واجب الاحترام بزرگ فقیہ اعظم حضرت علامہ نعیمی رضا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

عرض ہے کہ میرے والد صاحب مرحوم و مغفور کی اولاد میں ہم تین بھائی اور چھ بہنیں
اور میری والدہ ہیں، میرے والد صاحب مرحوم کی تمام جائیداد کی نقد رقم بنالی ہے، اب اس رقم
میں ہم تینوں بھائیوں کا کتنا حصہ ہے؟ اور چھ بہنوں کا کتنا حصہ ہے؟ اور ہماری والدہ کا کتنا
حصہ ہے؟ برائے مہربانی جواب جلدی دیجئے، عین نوازش ہوگی، فقط

کرمی جنرل سٹور، لال چند آباد، میرپور خاص

سندھ، حیدر آباد



کفن و دفن اور قرض اور وصیت سے باقیانہ مال کا آٹھواں حصہ بیوی کا حق ہے اور باقی سات حصے کل تین لڑکوں اور چھ لڑکیوں کے ہیں۔ حسب القواعد یہ مسئلہ آٹھ سے ہے اور تین بیٹے چھ بیٹیاں شمار ہونگی کیونکہ ایک بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے، قرآن کریم میں فللذکر مثل حظ الانثیین اور آٹھ میں سے باقیانہ سات حصے بارہ پر صحیح تقسیم نہیں ہو سکتے لہذا بارہ کو آٹھ میں ضرب دے کر چھپیانوے بنا کر چھپیانوے کا آٹھواں حصہ جو بارہ ہیں، بیوی کا بنے گا اور چھپیانوے سے سات حصے ہر ایک لڑکی کے اور ہر لڑکے کے چودہ حصے ہیں۔



سراجیہ ص ۱۸ میں ہے والثلثین من ثمانیۃ اور ص ۲۲ میں ہے
والثالث ان لاتكون بین سهام و رعو سهم موافقة الخ هکذا:

زید مسئلہ از ۸ تصحیح از ۹۶

| بیوی | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکی | لڑکی | لڑکی | لڑکی | لڑکی |
|------|------|------|------|------|------|------|------|------|
| ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ |
| ۹۶ | ۹۶ | ۹۶ | ۹۶ | ۹۶ | ۹۶ | ۹۶ | ۹۶ | ۹۶ |

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و خیر خلقہ



سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

حرمہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ ۸۰-۳-۳۰

الاستفتاء



کوٹ رادھا کشن سے سائل نے سوال کیا کہ متوفی محمد علی کے وارث اس کی بیوی
اور والدہ بختا و ربی بی اور دو حقیقی بھائی سردار محمد اور گلزار اور والدہ بختا و ربی بی کی تین لڑکیاں جو دوسرے
خاوند سے ہیں اور تین لڑکے ہیں جو بختا و ربی بی کے دوسرے خاوند کی دوسری بیوی سے ہیں
تو اس کی وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ :



بیوی کا چوتھا حصہ ہے اور والدہ کا چھٹا حصہ اور تینوں سوتیلی بہنوں کا تیسرا حصہ ہے
اور باقی دونوں حقیقی بھائیوں کا ہے۔ حسب القاعدہ یہ مسئلہ ۱۲ سے ہے، ۳ بیوی کے اور دو

ماں کے اور تین بہنوں کے چار حصے اور باقی سب دونوں بھائیوں کا ہے اور باقی تین لڑکے
محروم ہیں مگر تصحیح بہتر سے ہے، حسب ذیل،
محمد علی مسئلہ از ۱۲ تصحیح از ۲۷

بیوی ماں تیسری بہن بہن بہن دو حقیقی بھائی سردار محمد گلزار تین بھائی جو والدہ
 $\frac{18}{42} \times \frac{12}{42} \frac{1}{42} \frac{1}{42} \frac{1}{42} \frac{9}{42} \frac{9}{42}$

کے دوسرے خاوند کے لڑکے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب سیدنا و مولانا

محمد و علی و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

حررہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۹ جمادی الاخریٰ ۱۲۰۰ھ ۲۵/۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ مسٹے حاجی موسے خاں کا انتقال ہو گیا
اور زینہ اولاد نہیں صرف دو لڑکیاں اور دو حقیقی بہنیں اور دو حقیقی بھائیوں کی اولاد ہیں تو
ان کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے، بینوا بالصواب توجروا۔

سائل : محمد حسین بقلہ خود

نوٹ : اور حاجی صاحب متوفی کی ایک بیوی بھی ہے جس کا نام حاجن فاطمہ بی بی

ہے اور سکینہ بی بی صفیہ بی بی لڑکیاں ہیں اور دو ہمیشہ میں غلام جنت غلام فاطمہ اور
بھتیجے محمد حسین و محمد اصغر و محمد سلیمان، محمد رمضان ہیں۔

محمد حسین بسم خود



شرعاً بیوی کا آٹھواں حصہ ہے اور دو لڑکیوں کا دو تہائی ہے اور باقی
دو بہنوں کا ہے اور بھتیجے وغیرہ محروم ہیں کما فی القرآن الکریم والمسراجیۃ والفتاویٰ الہندیۃ
مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۲۸

عاجن فاطمہ بیوی سکینہ بی بی صفیہ بی بی لڑکیاں غلام جنت غلام فاطمہ بہنیں
 $\frac{6}{28}$ $\frac{16}{28}$ $\frac{16}{28}$ $\frac{5}{28}$ $\frac{5}{28}$

سراجیہ ص ۸ میں ہے والشن مع الولد اور اسی صفحہ میں ہے والثلثان
للاشتین فصاعداً اور ص ۱۵ میں ہے کالاحت مع البنت لما ذکرنا وکذا
فی الہندیۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا و

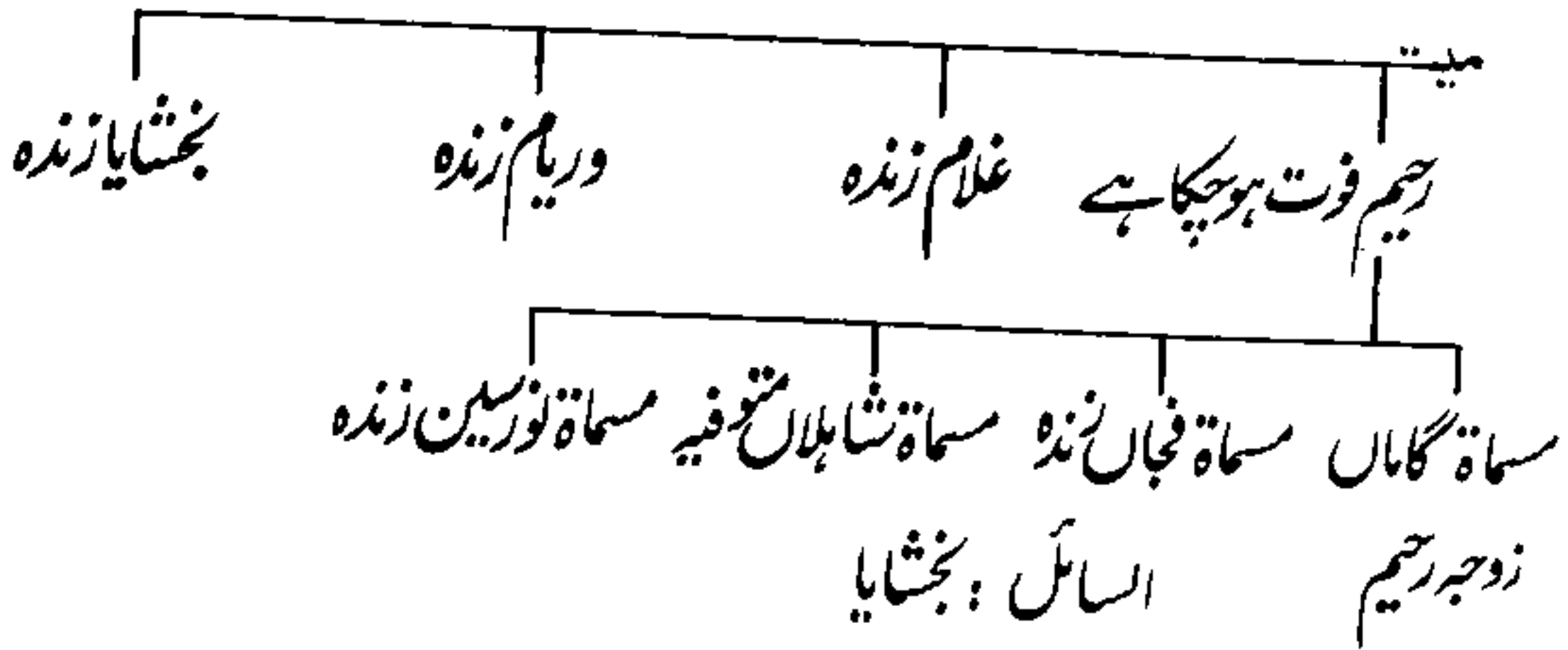
صحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۶ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ ۲۲-۲-۸۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسماۃ شاہلاں فوت ہوئی
اور اس کی والدہ مسماۃ گاماں اور دو حقیقی بہنیں مسماۃ فجاں و نورسین اور تین حقیقی چچے غلام، وریام،
بخشیا یا زندہ ہیں تو اس کی وراثت کا کون مستحق ہے اور کس طرح حصص ہیں بینوا تو جو وہ
شجرہ نسب
الہی بخش



چک ۳۹ تحصیل دیپال پور ضلع غنیمگری

بخشیا یا بقلم خود



مسماة شہلاں کی مملوکہ متروکہ جائیداد کا چھٹا حصہ مسماة گاماں والدہ کا اور دو تہائی
دونوں بہنوں باقی چھپوں کا ہے اور یہ سہ حصہ چھپے آئے گا اور اٹھارہ سے تصحیح ہے، حسب ذیل :
شہلاں مسئلہ از ۶ تصحیح از ۱۸

گاماں والدہ فجاں بہن نورین بہن غلام چچا دریم چچا بخشا یا چچا
 $\frac{2}{18}$ $\frac{4}{18}$ $\frac{2}{18}$ $\frac{1}{18}$ $\frac{1}{18}$ $\frac{1}{18}$

سراجیہ ص ۱۲ میں ہے او مع الاثنین من الاخوة والاخوات، نیز ص ۱۰ میں ہے
والثلثان للاثنین اور ص ۴ میں ہے ثم بالعصبات نیز ص ۱۸ میں ہے كالسنة
ھی مخرج للسدس ولضعف ولضعف اور ص ۲۲ میں ہے فیضرب
کل عدد رءوس من انكسرت علیہم السہام فی اصل المسئلة۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و
آلہ وصحبہ وسلم۔

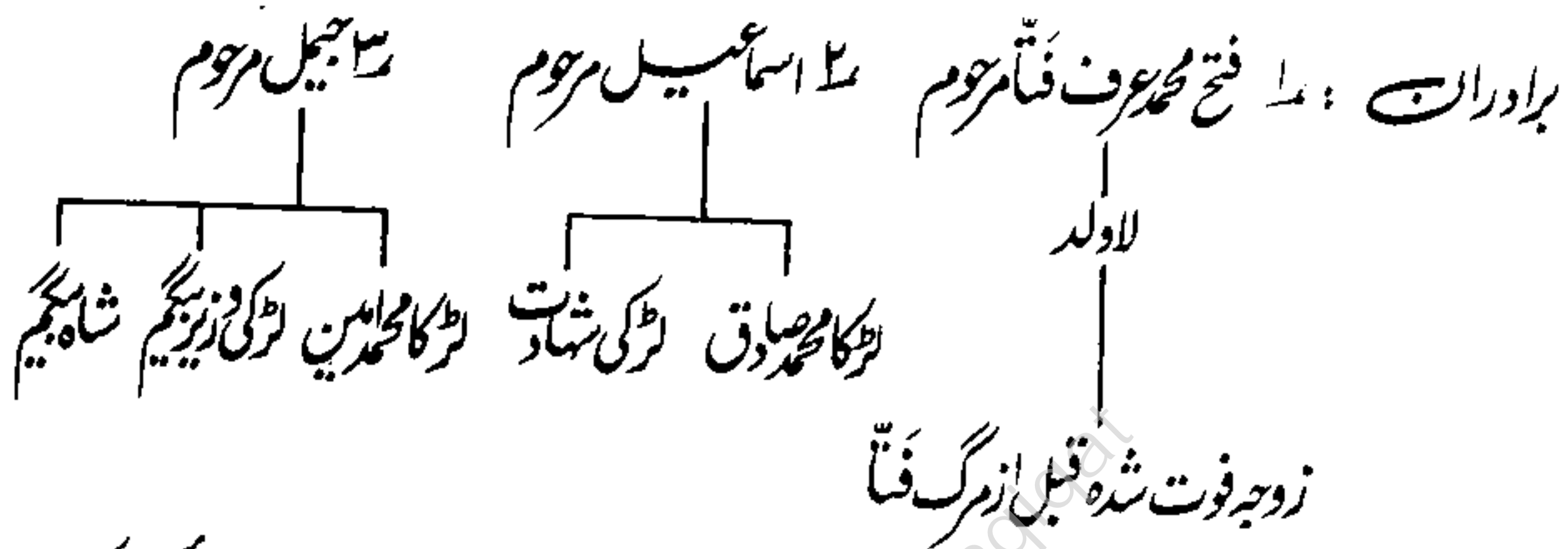
صّره الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ میرے والد صاحب

تین بھائی تھے اور ان کی ایک بہن ہے، دو بھائیوں کی اولاد موجود ہے اور تیسرا بھائی لا ولد فوت ہو چکا ہے، اس کی وراثت کے حقدار مندرجہ ذیل افراد ہیں، از روئے شریعت انہیں کتنا حصہ ملے گا؟ یہ سب بہن بھائی ایک والد اور ایک ہی والدہ سے ہیں اور ان کے والدین پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔

نقشہ رشتہ



نوٹ : اسماعیل اپنے لا ولد بھائی فتّا سے پہلے فوت ہوا تھا اور جمیل اپنے بھائی فتّا کے بعد فوت ہوا ہے۔

سائل : محمد امین بھتیجا فتح محمد عرف فتّا مرحوم لا ولد



وزیر بیگم ہمیشہ کا حصہ ایک تہائی اور محمد امین برادر زادہ کا بھی ایک تہائی ہے اور وزیر بیگم شاہ بیگم برادر زادوں کا حصہ مشترکہ باقی ایک تہائی ہے یعنی چھٹا چھٹا حصہ ہے اور محمد مصداق



وغیرہ محروم ہیں۔

یہ مسئلہ تین سے ہے اور صحیح چھ سے ہے، حسب ذیل :

فتا، مسئلہ از ۳ تصحیح از ۶

نور بیگم حقیقی بہن محمد امین برادرزادہ وزیر بیگم، شاہ بیگم دختران برادرزین محمد صادق شہاد اولاد اسماعیل

$\frac{2}{4}$ $\frac{2}{4}$ $\frac{1}{4}$ $\frac{1}{4}$ \times \times

اسماعیل چونکہ فتا سے قبل فوت ہوا ہے لہذا اس کی اولاد فتا کی وراثت سے محروم ہے بحکم کتاب والسنت والفقہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد و

آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۲۰ صفر المظفر ۱۳۹۰ھ ۲۷/۲

الاستفتاء

سوال ۱۔

میت زوجہ ۱ بنات ۲ اخوات لاکم ام ۲

سوال ۲۔ طوطا حلال ہے یا حرام باحوالہ۔

حضرت ذی المراتب الجاہ مولانا حافظ سید مرتب علی شاہ صاحب

مہتمم مدرسہ رضویہ عارفوالہ

۲۸ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ





① تجبیز تکفین وغیرہ سے باقی ماندہ ترکہ کا اٹھواں حصہ زوجہ اور دو تہائی لڑکیوں کا اور باقی کل بہنوں کا ہے۔ قرآن کریم میں ہے فان كان لکھ ولد فلہن الثمن نیز فرمایا للذکر مثل حظ الانثیین۔ تشریفیں ۲۱ میں ہے وادنی مراتب الاختلاط ابن و بنت فللابن حینئذ الثلثان بالاتفاق فعرفت بہئذہ الاشارة ان البنین لہما الثلثان فی الجملة الخ ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۲، ترمذی ج ۲ ص ۳۰، ابن ماجہ ص ۲۰۰۔ مستدرک ج ۲ ص ۳۳۲، دارقطنی ص ۴۵۸ وغیرہا میں بکلمات متعارفہ مرفوعاً ہے اعط ابنتی سعد الثلثین وامہما الثمن نیز صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۸، ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۲، ترمذی ج ۲ ص ۳۰، ابن ماجہ ۲۰۰، مستدرک ج ۲ ص ۳۳۵ وغیرہا میں مرفوعاً ہے وما بقی فلالخت سراجیہ ص ۸، ہندیہ ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے والثن مع الولد نیز سراجیہ ص ۸، ہندیہ ج ۲ ص ۲۰۳ میں ہے وللبنین فصاعدا الثلثان تفسیر مظہری ج ۲ ص ۲۳ میں ہے وعلیہ انعقد الاجماع نیز سراجیہ ص ۱۰، ہندیہ ج ۲ ص ۲۰۲ میں ہے ولہن الباقی مع البنات تو یہ مسئلہ حسب القواعد ۲۲ سے آئے گا اور تصحیح ۹۶ سے ہوگی ہکذا :

| مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۹۶ | | | | | | |
|-------------------------|-----|-----|-----|-----|-----|-----|
| زوجہ | بنت | بنت | اخت | اخت | اخت | اخت |
| ۱۲ | ۳۲ | ۳۲ | ۵ | ۵ | ۵ | ۵ |
| ۹۶ | ۹۶ | ۹۶ | ۹۶ | ۹۶ | ۹۶ | ۹۶ |



② طوطا حلال ہے، قرآن کریم میں ہے خلق لکم ما فی الارض جمیعاً نیز فرمایا
عفی اللہ عنہا اور احادیث الوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، حاکم، بیہقی وغیرہا سے صراحتاً یہ عفو و اباحت
اصلیہ آفتاب سے بھی زیادہ نمایاں ہے اور تصریحات قواعد و ضوابط فقہیہ متعلقہ حل و حرمت حیوانات
سے بھی اس کا حلال ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے بلکہ اس کی تصریح بھی موجود ہے۔ میزان شجرانی
ج ۲ ص ۶۲، رحمۃ الامر ج ۱ ص ۱۷۱ والنظم من المیزان قول الائمة الثلاثة
الامام الاعظم والامام مالک والامام احمد فی المشہور عنہم انہ لا کراہۃ
الی ان قال، والبیضاء والطاوس۔ فتاویٰ برہنہ ج ۲ ص ۱۵۲ میں ہے و بچیں طوطی
وعلیہ الفتویٰ تو اس شمس کی طرح ثابت ہوا کہ طوطا حلال ہے والتفصیل فی الفتاویٰ النوریۃ
ج ۱ ص ۱۶۱ (وفی المطبوعۃ ج ۳ ص ۳۳۵ مرتب)
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الأكرم وآله
واصحابہ ذوی الکرم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

<http://t.me/Tehqiqat>

منہاج

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

باب المُناسِکَة



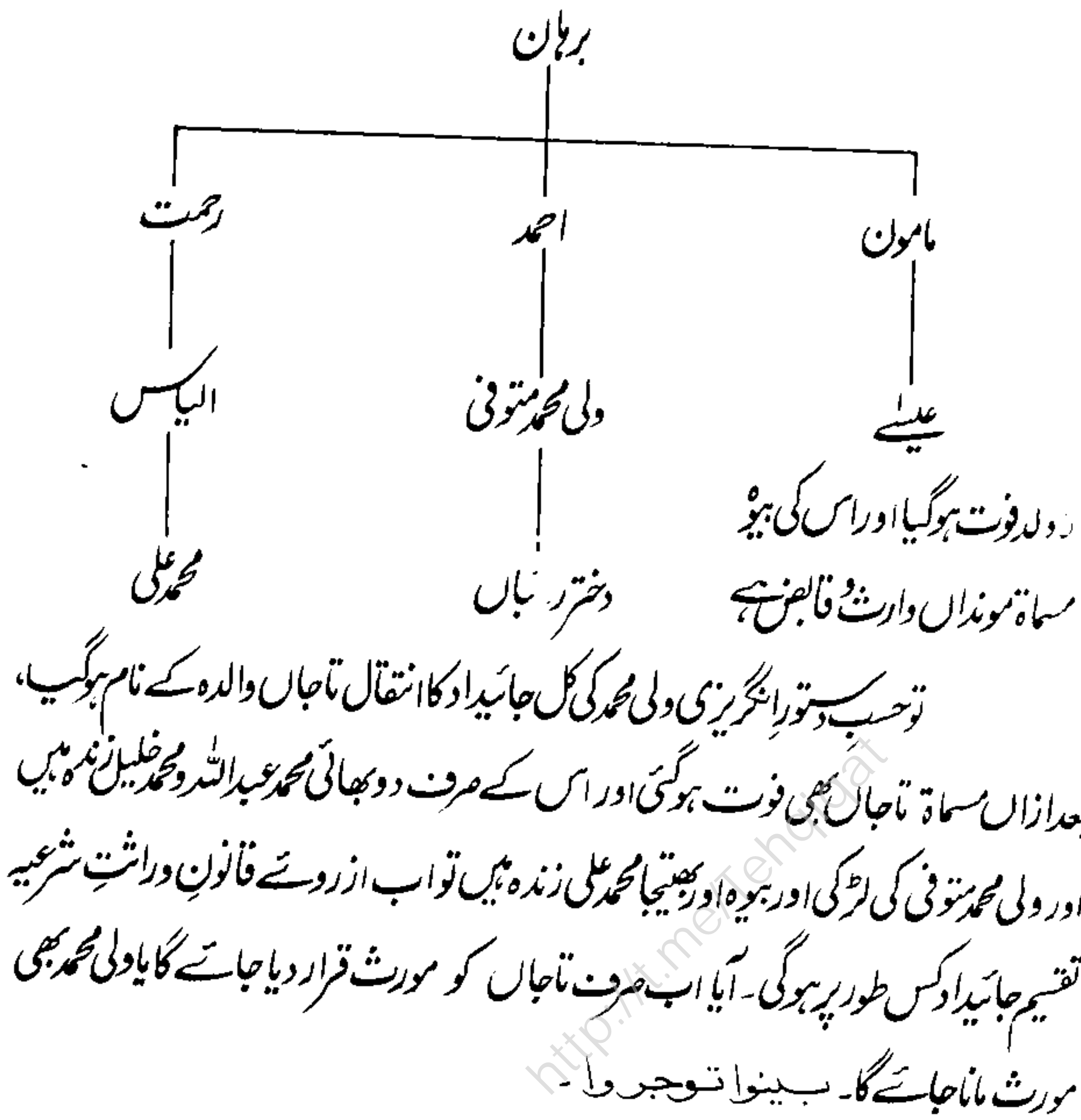
الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ولی محمد انگریزی دور میں فوت ہو گیا اور اس وقت وارث موجود اس کی والدہ مسماۃ تاجاں، بیوی مسماۃ فاطمہ، لڑکی مسماۃ راباں اور اس کے چچے کا بیٹا مسٹر محمد علی ہے، شجرہ حسب نسب ذیل ہے :



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



مسماۃ تاجاں کے نام انتقال انگریزی دور میں برائے گزر اوقات بصورتِ امانت تھا کہ انگریزی قانون وراثت میں مستورات کے لئے حقوق مالکانہ نہیں تھے اور بعد از وفات باز گشت ہی مالک متصور ہوتے تھے اور ان کے نام انتقال مستقل ہو جایا کرتا تھا تو اصل مورث ولی محمد ہے اس کی جائیداد اولاً مذکورہ بالا چار وارثوں پر تقسیم کی جاوے گی۔ والدہ کا چھٹا حصہ، بیوی کا اٹھوا



لڑکی کا نصف حصہ باقی کل بھتیجے کا ہے ہکذا :

ولی محمد مسند از ۲۲

| | | | |
|-------------|------------|-----------|-----------------|
| تاجاں والدہ | فاطمہ بیوی | رأساں ختر | محمد علی بھتیجا |
| ۲ | ۳ | ۱۲ | ۵ |

قرآن کریم میں ہے ۱۔ ولا بیوی لکل واحد منهما السدس

۲۔ فلهم الثمن ۳۔ فلها النصف ۴۔ للرجال نصیب الاية (سورة النساء)
اور تاجاں کے وارث دو بھائی اور پوتی مذکور ہیں، پوتی کا نصف اور باقی دو بھائیوں میں مساوی طور پر تقسیم ہوگا ہکذا :

تاجاں مسند از ۲ تصحیح ۲

| | | |
|------------|--------------------|-----------------|
| پوتی رأساں | محمد عبداللہ برادر | محمد خلیل برادر |
| ۲ | ۱ | ۱ |

للايات المذكورة والاحادیث۔ یہ صورت مناسخہ ہے۔

الحاصل محمد علی بھتیجا کے لئے ولی محمد متوفی کی کل جائیداد کے چوبیس حصوں میں سے صرف پانچ حصے ہیں اور بیوی فاطمہ کے لئے تین حصے ہیں اور ماں کے لئے چار حصے تھے جس سے دو حصے رأساں کو ملے اور ولی محمد کی طرف سے رأساں کو ۱۲ حصے ملے تو رأساں کے پاس کل چودہ حصے ہوئے، باقی ماں کے دو حصے اس کے بھائیوں کے ہیں۔

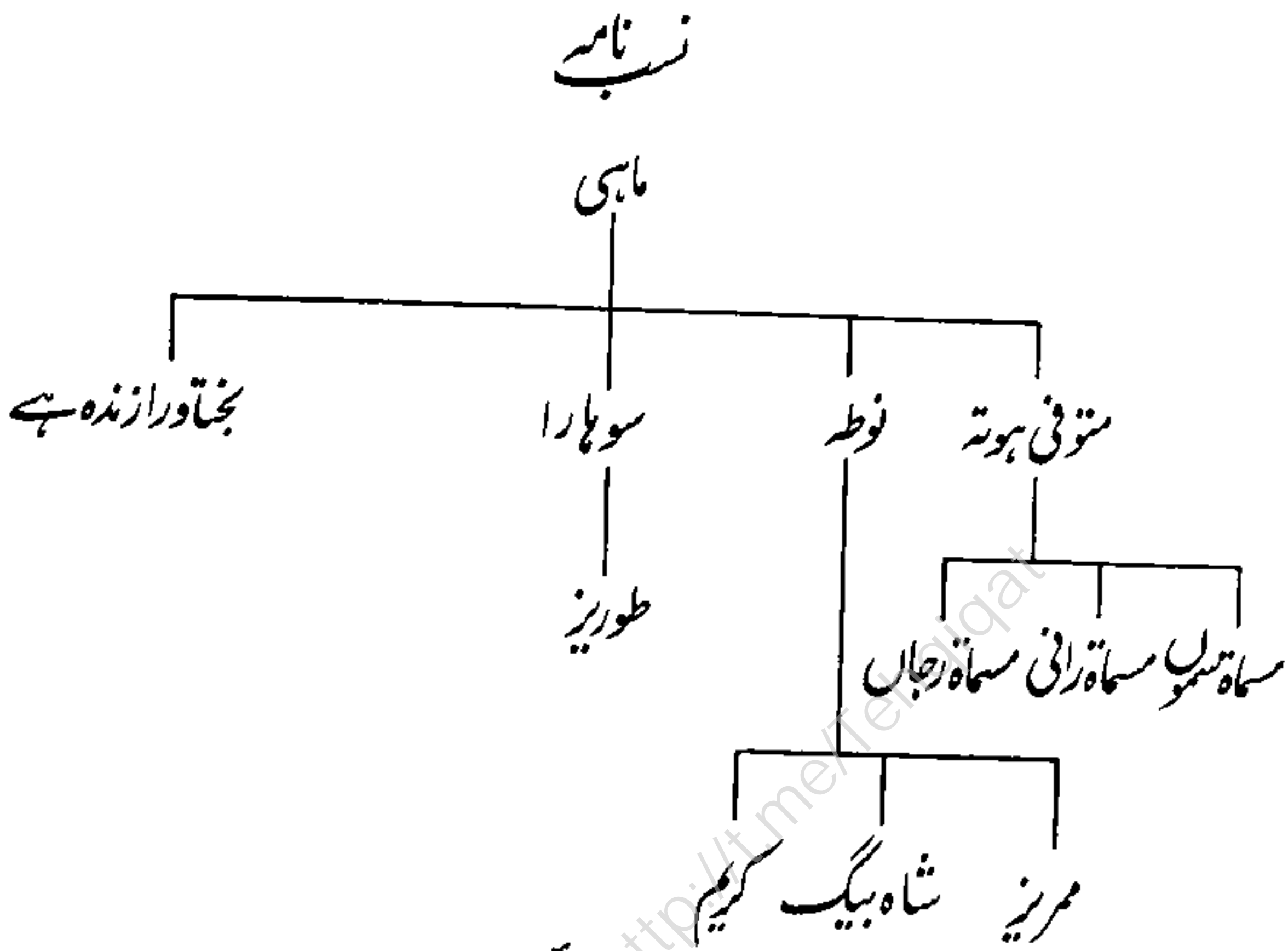
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وآل

وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۱۹ شوال مکرم ۱۴۲۸ھ

الاستفتاء



نوٹ : سائل نے بیان کیا کہ تمیز حقیقی بھاتی ہیں۔

نوٹ : ہوتہ کی ایک اور لڑکی رحمانی شادی شدہ تھی جو ہوتہ کے بعد چند ایام فوت ہو گئی ایک خاوند اور صرف ایک لڑکا موجود ہے۔

ماہی عطیہ دار پہلے فوت ہو چکا ہے جس کے چار وارث ہوتہ، نوطہ، سوہاوا، بختاؤرا جن کے نام انتقال ہو چکا ہے، نوطہ بھی فوت ہو چکا ہے جس کے حصہ کے مالک مرز بیگ کریم ہے اور سوہاوا بھی فوت ہو گیا جس کے حصے کا مالک طوریز ہے، بختاؤرا حصہ دار خود زندہ ہے اب ہوتہ حصہ دار فوت ہو گیا ہے جس کا فیصلہ مطلوب ہے۔ ہوتہ حصہ دار کی تین لڑکیاں سماء سمیہ رانی رجاں ہیں۔ سمیہ، رانی شادی شدہ ہیں اور سماء رجاں کنواری ہے



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مسماة سموں، رانی بیان کرتی ہیں کہ ہمارا حصہ بھی مسماة رجاں جو کہ کنواری ہے، ہماری ہمشیرہ ہے اس کو دیا جاوے۔ آپ اس کے متعلق فتویٰ شریعت تحریر کریں، ہوتہ متوفی کا حصہ کس کس کو اور کتنا کتنا ہر ایک کو ملنا چاہئے، مکرر طور پر زولد سوہاوا کا کھانا الگ ہے، باقی مشترکہ ہے۔

السائل: بختاور اولد ماہی، سکند چک ۵۷



ہوتہ متوفی کی چاروں لڑکیاں رحمانی، سموں، رانی، رجاں دوتہائی کی وارث ہیں اور مسے بختاور کا باقی ایک ۱/۸ ہے، سراجیس ۸ میں ہے و الثلثان للثنتان فصاعداً نیز ص ۱۲ میں ہے جزء ابی ای الاخوة مسئلہ تین سے آئے گا اور چھ سے تصحیح ہوگی، حسب ذیل :

ہوتہ متوفی مسئلہ از تین تصحیح از چھ

| رحمانی | رانی | سموں | رجاں | بختاور ابرادر حقیقی |
|--------|------|------|------|---------------------|
| ۱/۶ | ۱/۶ | ۱/۶ | ۱/۶ | ۲/۶ |

مسیان مرز شاہ بیگ کریم طور پر محروم ہیں اور مسماة رحمانی لڑکی جو فوت ہو چکی ہے

اس کے وارث اس کا خاوند اور لڑکا ہیں، خاوند کا اپنی بیوی مسماة رحمانی کے ترکہ سے ۱/۴ اور لڑکے کے ۳/۴ حصے ہیں اور جو لڑکیاں عاقلہ بالغہ اپنا حصہ بطور رضا و رغبت ہبہ کریں تو کر سکتی ہیں

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ على حبیبہ

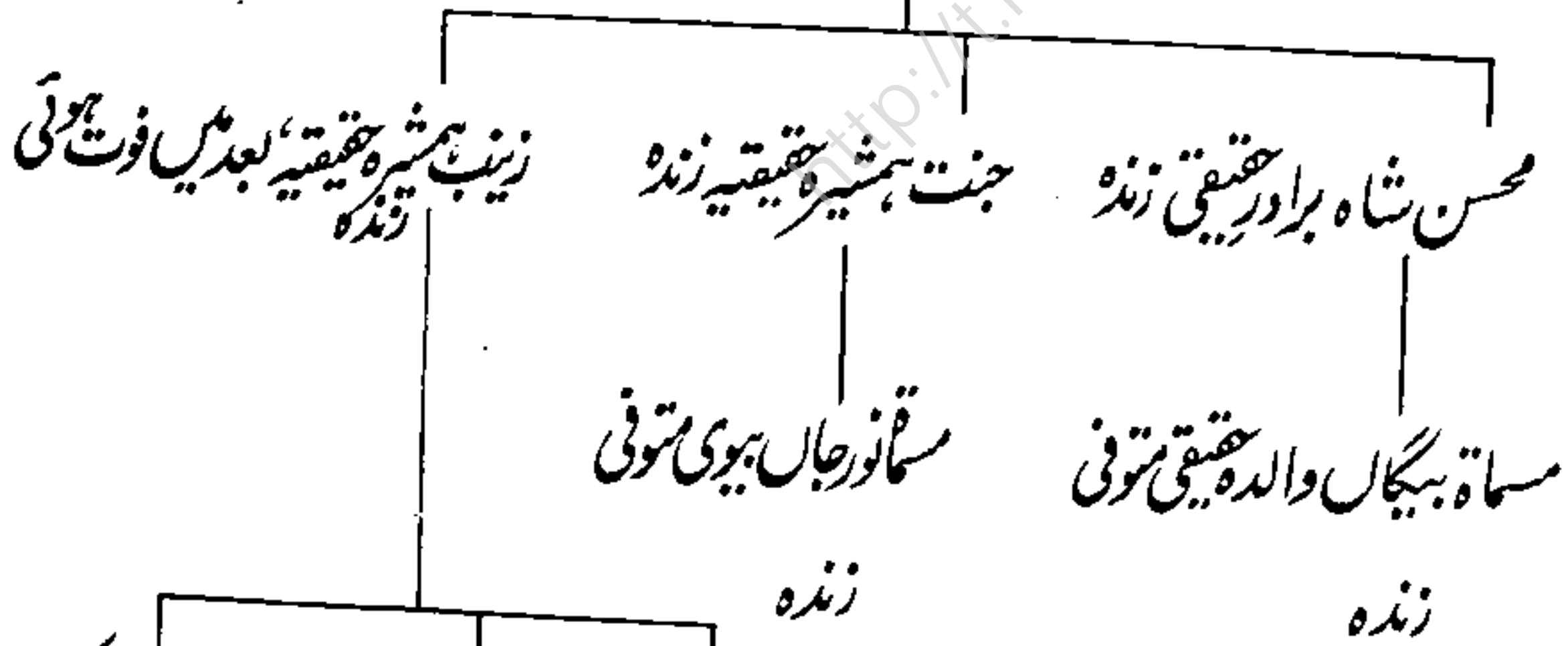
والہ وصحبہ وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ سہمی عبدالحق شاہ
فوت ہوا، ورثہ حسب ذیل ہیں :

متوفی عبدالحق شاہ



نہی : سائل کی زبانی معلوم ہوا کہ مسماۃ زینب کا خاوند مسماۃ محمد نواز بھی
موجود ہے۔



والدہ کا $\frac{1}{4}$ بیوی کا $\frac{1}{4}$ باقی بھائی اور بہنوں کا، دوسرے بھائی کے اور ایک ایک
بہنوں کا، مسئلہ ۱۲ سے اور تصحیح ۲۸ سے ہوگی، حسب ذیل :
عبدالخالق مسئلہ از ۱۲ تصحیح از ۲۸

بیٹیاں والدہ نور جاں بیوی محسن شاہ برادر جنت ہمیشہ زینب ہمیشہ
 $\frac{1}{28}$ $\frac{12}{28}$ $\frac{4}{28}$ $\frac{4}{28}$ $\frac{4}{28}$

بعد ازاں مسماۃ زینب ہمیشہ کا حصہ اس کے ورثہ میں تقسیم ہوگا، والدہ کا $\frac{1}{4}$ خاوند کا $\frac{1}{4}$
باقی کا نصف لڑکے کا اور چوتھائی چوتھائی لڑکیوں کی، حسب ذیل ہے :
زینب مسئلہ از ۱۲ تصحیح از ۲۸

مسماۃ بیگیاں والدہ محمد نواز خاوند مظہر علی لڑکا انور بی بی لڑکی حسنہ بی بی لڑکی
 $\frac{1}{28}$ $\frac{12}{28}$ $\frac{4}{28}$ $\frac{4}{28}$ $\frac{4}{28}$

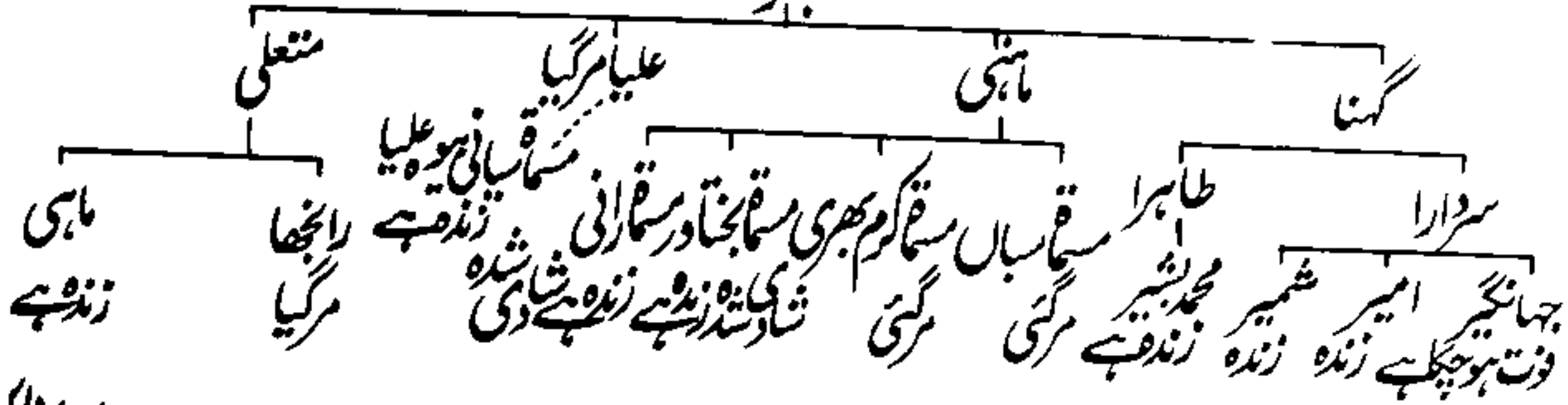
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ
وصحبہ وبارک وسلم۔

مدرسہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۸ سوال المکرم السہ

الاستفتاء

باکڑ



نوٹ : مسماہ سباں مسماہ کرم بھری دختران ماہنی فوت ہو چکی ہیں، ان کی وراثت کا فتویٰ بنا کر
ماہنی کی وراثت پہلے انکی دوسری لڑکیوں کے نام نہیں ہے کیونکہ شادی شدہ تھیں۔ آپ
پوری وضاحت کر دیوں کہ مسماہ سباں، مسماہ کرم بھری کی وراثت کس کو ملے گی؟
نوٹ : سائل بانی مظہر مسمیٰ ماہنی کی وفات پہلے ہی گنا فوت ہو گیا تھا اور مسماہ علیا بعد میں فوت ہوا
اور ایسے ہی مسماہ متعلی بھی بعد میں فوت ہوا، نیز بوقت وفات ماہنی اس کی بیوی مسماہ جنڈاں
زندہ تھی اور کل جائیداد حسب قانون انگریزی عارضی طور پر اس کے نام انتقال کی گئی
اور جب وہ فوت ہوئی تو عارضی طور مسماہ سباں اور مسماہ کرم بھری کے نام انتقال ہوا نیز
مسماہ جنڈاں کی چار لڑکیاں زندہ ہیں جو کہ ماہنی کی لڑکیاں مندرجہ بالا ہیں اور کچھ مسماہ جنڈاں
کے دور کے عصبیات ہیں اور مسماہ سباں اور کرم بھری شادی سے پہلے ہی فوت ہو گئیں
اور اس وقت ان کے چچا زاد بھائیوں سے رانجھا اور ماہی ہی زندہ تھے، سردار اور
طاہرا پہلے فوت ہو چکے تھے اور ایسے ہی علیا اور متعلی چچے بھی۔
السائل : امیر ولد سردار ایک ۵۳ تحصیل دیپال پور ضلع مظفری





انگریزی دور میں مستورات کے نام انتقالات عموماً محض عارضی نکاح و وفات تک ہوا کرتے تھے اور اصل مستحق و بازگشت عصبات ہی ہوا کرتے تھے لہذا ایسے مسائل میں یہ ضروری ہے کہ مورث کی وفات کے وقت جو لوگ شرعاً مستحق وراثت تھے ان پر تقسیم کر دی جائے اور جو ان میں سے فوت ہو گئے ان کے حصے ان کے وارثوں میں شرعی طور پر تقسیم کر دئے جائیں تو مسئلے ماہی کی وفات کے وقت اس کے وارث حسب ذیل ہیں: بیٹا، سائل کے لحاظ سے ہمسایان علیا، متعلی برادران مسماۃ جنڈاں، ہمسایات سباں، کرم بھری، بختاور، رانی، دختران، شرعاً جنڈاں کا $\frac{1}{8}$ حصہ اور لڑکیوں کا $\frac{1}{4}$ ، باقی کل ہمسایان علیا، متعلی برادران، یہ مسئلہ چوبیس سے آئیگا اور بیچ اڑتالیس سے ہوگی، حسب ذیل:

ماہی مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۲۸

میت جنڈاں بیوی سباں دختر کرم بھری دختر بختاور دختر رانی دختر علیا برادر متعلی برادر
 $\frac{1}{28}$ $\frac{1}{28}$ $\frac{1}{28}$ $\frac{1}{28}$ $\frac{1}{28}$ $\frac{1}{28}$ $\frac{1}{28}$ $\frac{1}{28}$

اب جبکہ مسماۃ سباں اور کرم بھری فوت ہو چکی ہیں تو ان کے خالص اپنے حصے حسب تقسیم مندرجہ بالا اور جو کچھ انہیں شرعاً اپنی والدہ جنڈاں کی جائیداد سے ملے، اس مجموعے کے وارث ان کی دو بہنیں بختاور، رانی اور دو چچا زاد بھائی رانجھا اور ماہی ہیں۔ بہنوں کا حصہ

۲ اور بھائیوں کا ۱۔ مسئلہ چھ سے آئے گا تو ۲ بخت اور بہن کے اور ۲ رانی بہن کے اور
۱ رانجھا چچا زاد کا اور ۱ ماہی چچا زاد کا کما فی السراجیۃ وغیرہا۔

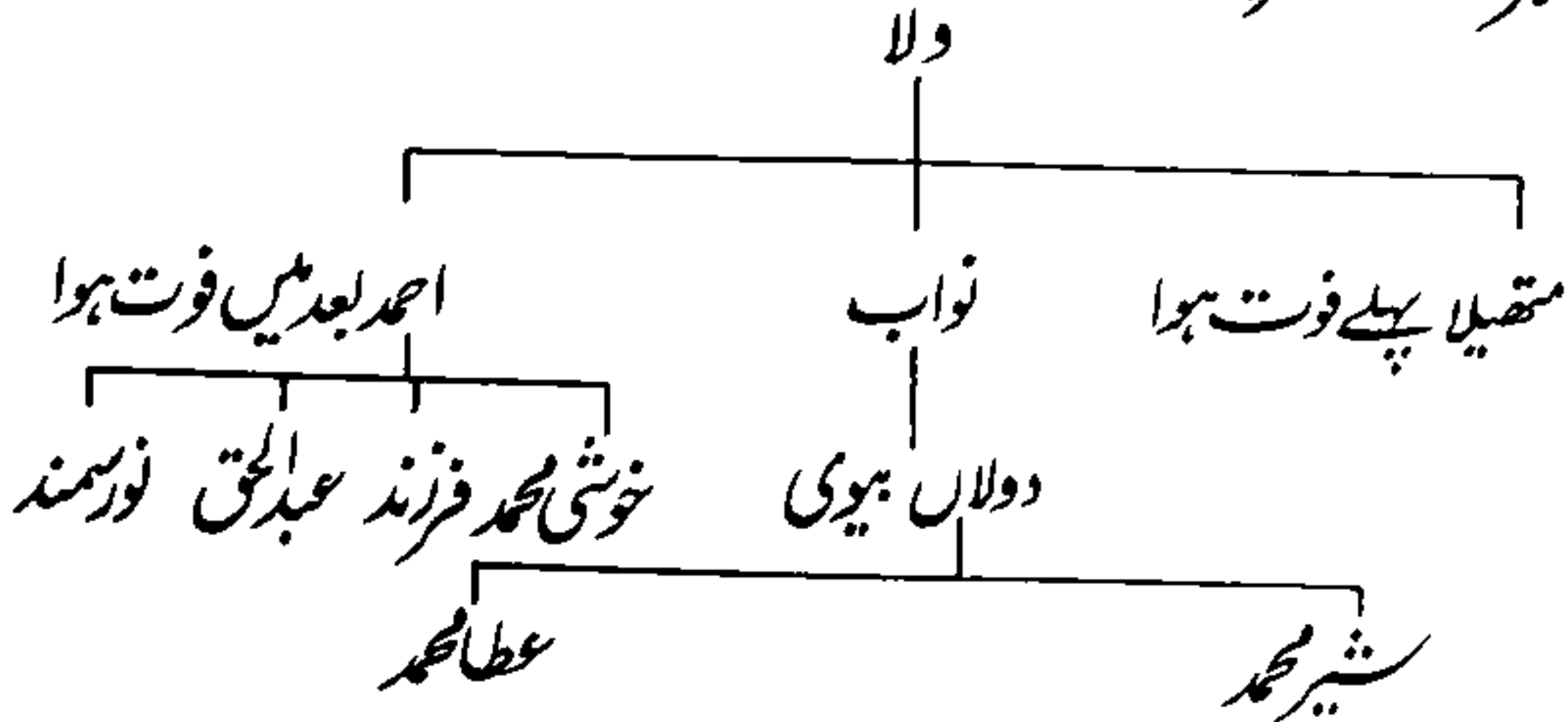
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب علی اللہ تعالیٰ حبیب و صاحب

والہ و باریک وسلم۔

حررہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسئلے نواب فوت ہوا
ایک بھائی مسئلے احمد اور بیوی مسماۃ دولہاں چھوڑ گئی۔ انگریزی قانون کے مطابق کل جائیداد مسماۃ دولہاں
کے نام عارضی طور پر انتقال کی گئی۔ بعد ازاں دولہاں فوت ہو گئی اور دولہاں کے شیر محمد و عطا محمد
چھوڑ گئی تو کیا احمد مذکور کو اس جائیداد سے جو عارضی طور پر دولہاں کے نام تھی کچھ ملے گا یا
نہیں؟ شجرہ نسب حسب ذیل ہے :



یہ دولہاں کے مسماۃ دولہاں کے ہیں جبکہ نواب لا ولد فوت ہوا ۱۲ من المع



شرعاً دولابیوی کا صرف $\frac{1}{4}$ حصہ تھا باقی $\frac{3}{4}$ احمد کا ہے تو وفاتِ دولال
کے بعد اس کے وارث دونوں لڑکے صرف ماں کا وہی $\frac{1}{4}$ حصہ لے سکتے ہیں
باقی احمد کا حق ہے اس کو ملے گا یہ سہ چار سے آئے گا، حسبِ ذیل کما
فی السراجیۃ :

نواب مسد از ۴

| | |
|------------------|----------------|
| تسماء دولال بیوی | میں احمد برادر |
| $\frac{1}{4}$ | $\frac{3}{4}$ |

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ

وصحبہ وبارک وسلم

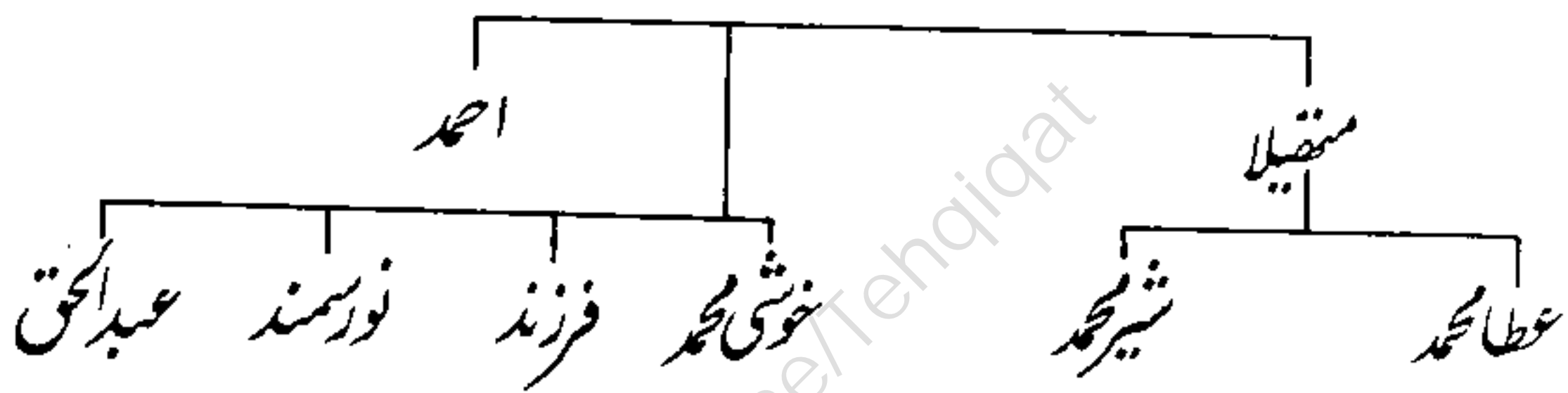
صدر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مستمے و لا



کے مین لڑکے تھے، مسیان مٹھیل، نواب، احمد مسماۃ دولہاں مٹھیل کے گھر آباد تھی جن کے لطن سے دولڑکے مسیان شیر محمد، عطا محمد تھے بعد میں مٹھیل فوت ہو گیا اور مسماۃ دولہاں نے نواب کے ساتھ نکاح ثانی کر لیا مگر نواب لا دل فوت ہو گیا۔ نواب کی زمین مسماۃ دولہاں کے نام انتقال ہو گئی اب مسماۃ دولہاں بھی فوت ہو گئی، اس کے فوت ہونے کے وقت احمد زندہ تھا۔ تین ماہ بعد احمد بھی فوت ہو گیا جس کے چار لڑکے مسیان خوشی محمد، فرزند، عبدالحق، نور سمند ہیں۔ زمین جو نواب کے حصہ کی مسماۃ دولہاں کے نام تھی اب کس کس کو ملے گی شجرہ نسب حسب ذیل ہے:



یہ خیال رہے کہ مسماۃ دولہاں پہلے مٹھیل کی بیوی تھی جس کے لطن سے شیر محمد، عطا محمد ہیں۔ ان کی پیدائش کے بعد مٹھیل فوت ہو گیا اور مسماۃ دولہاں نے نکاح ثانی نواب کے ساتھ کر لیا۔ نواب کے فوت ہونے پر نواب کی ملکیت مسماۃ دولہاں کے نام منتقل ہو گئی۔

اب مسماۃ دولہاں بھی فوت ہو گئی ہے۔ اس کی فوتیدگی کے وقت احمد زندہ تھا اور مٹھیل کے شیر محمد، عطا محمد بھی زندہ ہیں مگر انتقال ابھی درج نہ ہوا تھا کہ احمد بھی فوت ہو گیا مگر یہ فتویٰ اب احمد کو زندہ تصور کر کے لکھا جائے گا کیونکہ وہ بعد فوت ہوا مگر عرض آنکہ مسیان مٹھیل اور نواب ہندوستان میں انقلاب سے پہلے فوت ہو گئے جسکی وجہ سے مسیٰ نواب کا حصہ دولہاں کے نام منتقل ہو گیا مسماۃ دولہاں اور احمد پاکستان میں فوت ہوتے ہیں۔ دولہاں کو چھ ماہ اور احمد کو فوت ہوتے



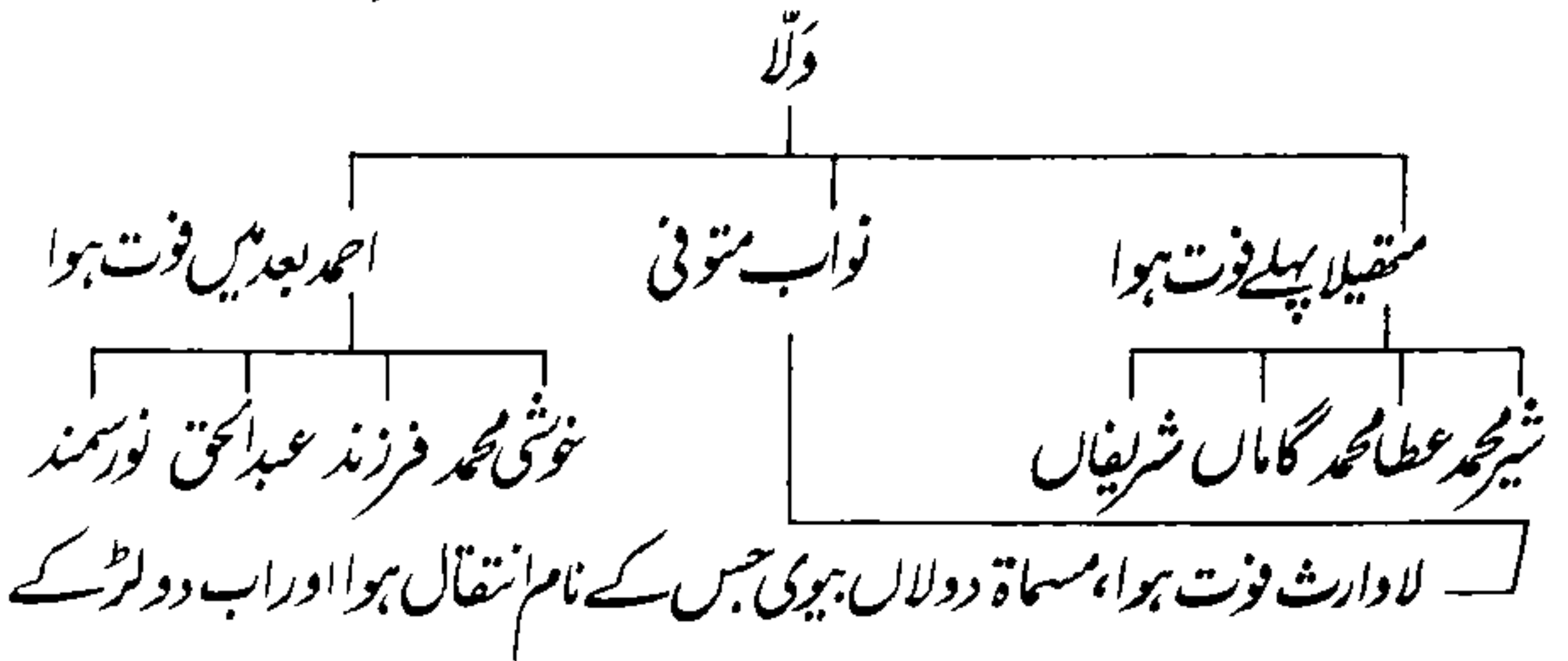
تین ماہ گزر چکے ہیں۔ فقط

سائلہ : راراں موضع ڈولووال

۲۰-۹-۵۲



انگریزی دور کے منتقلات بیوگان کے نام محض عارضی تھے، ان کے نکاح یا وفات کے بعد عصبیات بازگشت ہی مالک قابض قرار پاتے تھے بنا علیہ دولاں کے نام بھی انتقال محض عارضی تھا تو اب وفات دولاں سے انتقال ٹوٹ گیا اور شرعاً اس کا جو حصہ اور حق تھا وہ اس کے دونوں لڑکوں مسمیان شیر محمد، عطا محمد پسران مہتھیلہ کو ملے گا مگر اس حیثیت سے نہیں کہ مہتھیلہ کے لڑکے ہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ دولاں کے لڑکے اور وارث ہیں کہ مہتھیلہ کا نواب کی وراثت میں قطعاً کوئی حق نہیں جو اس کے لڑکے اس کے وارث بن کر لیں وہ تو پہلے ہی فوت ہو چکا تھا، قبر میں پڑا ہوا وارث بن گیا؟ اور دولاں کا شرعی حصہ فریضہ تھا جس کا حصہ ہے، باقی سب احمد کا ہے جو اس کے وارث لیں گے، شجرہ حسب ذیل ہے :



چھوڑ کر فوت ہوئی جو متھیدا سے ہیں شیر محمد، عطا محمد اور ہر دو لڑکیاں گاماں شریفیاں
مسئلہ چار سے آئے گا :

نواب مسئلہ از ۴

| | |
|-------------------|-----------------|
| مسماۃ دوللاں بیوی | مسئۃ احمد برادر |
| $\frac{1}{4}$ | $\frac{3}{4}$ |

اور جب دوللاں فوت ہوئی تو دوللاں کا اصلی حق $\frac{1}{4}$ اُس کے دونوں لڑکے شیر محمد، عطا محمد لیں گے
اب جب احمد بھی فوت ہو چکا تو اس کے $\frac{3}{4}$ اس کے وارث چاروں لڑکے اور دوسرے
مختار بیوی اور لڑکیاں حسب دستور شرع لیں گے کذا فی السراجیۃ وغیرہا۔
نوٹ : اس جواب کی تحریر کے بعد سائلہ نے زبانی بتایا کہ مسماۃ دوللاں کی دو لڑکیاں
گاماں، شریفیاں متھیدا کی پشت سے ہیں، تو مسماۃ دوللاں کے وارث اس کے دو لڑکے
شیر محمد، عطا محمد اور دو لڑکیاں گاماں، شریفیاں ہیں۔

یہ مسئلہ چھ سے آئے گا، حسب ذیل :

دوللاں مسئلہ از ۶

| | | | |
|---------------|---------------|---------------|----------------|
| شیر محمد | عطا محمد لڑکے | گاماں | شریفیاں لڑکیاں |
| $\frac{1}{4}$ | $\frac{2}{4}$ | $\frac{1}{4}$ | $\frac{1}{4}$ |

دوللاں کے اصلی حق $\frac{1}{4}$ کے چھ حصے بنا کر تقسیم کی جاتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ

والہ و صحبہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مسئلہ
جیل خاں عرصہ تقریباً ۳۵ سال ہوتے فوت ہو گیا۔ اس کی دو بیویاں تھیں، اس کی
ایک بیوی مسماۃ جوانی جس سے دو لڑکے مسئلہ محب علی و اکبر خاں پیدا ہوئے مسیحی جیل خاں
کی حین حیات میں ہی فوت ہو گئی اور دوسری بیوی مسماۃ حیات بانو سے تین لڑکیاں
مسماۃ سرداراں و فتح بی بی و بخشائی تھیں مسیحی جیل خاں کے ہر دو لڑکوں سے مسیحی جیل خاں کے فوت ہو جانے کے بعد اپنی
سوٹی والدہ مسماۃ حیات بانو کو اپنے باپ کی کل جائیداد کا $\frac{1}{4}$ حصہ بطور معاش کے دے دیا اور
کل جائیداد کے $\frac{1}{4}$ حصہ کا انتقال بھی مسماۃ حیات بانو کے نام ہو گیا۔ اب حیات بانو فوت ہو گئی،
اس کے ورثہ میں سے تین لڑکیاں مذکورۃ الصدر اور ایک بھائی ہے۔ آیا مسماۃ حیات بانو
کل جائیداد کے $\frac{1}{4}$ حصہ کی شرعاً جائز وارث تھی اور اس کے ورثہ کو کتنا کتنا حصہ پہنچتا ہے؟
بینوا و توجروا۔

السائل: مسیحی محب علی لڈ جیل خاں ساکن اینانہ تحصیل دیپالپور ضلع مظفر گڑھ

۱۳ اپریل ۱۹۵۶ء



مسماۃ حیات بانو کا صرف $\frac{1}{8}$ حصہ تھا، باقی لڑکوں اور لڑکیوں میں للذکر مثل

حظ الانثیین تھا یعنی ہر لڑکے کے دو حصے اور ہر لڑکی کا ایک حصہ، اور مسئلہ آٹھ سے صحیح تھا
یعنی کل مال کے آٹھ حصے کر کے تقسیم کیا جاتا، حسب ذیل :
جمل خاں مسئلہ از ۸

| | | | | | |
|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|
| بیوی | لڑکا | لڑکا | لڑکی | لڑکی | لڑکی |
| حیات بانو | محب علی | اکبر خاں | سرداراں | فتح بی بی | بخشائی |
| $\frac{1}{8}$ | $\frac{2}{8}$ | $\frac{2}{8}$ | $\frac{1}{8}$ | $\frac{1}{8}$ | $\frac{1}{8}$ |

بہر حال حیات بانو کا شرعاً جائز حق صرف آٹھواں حصہ ہی تھا تو وہ آٹھواں حصہ نکال کر
اس کا $\frac{2}{8}$ تینوں لڑکیوں کا حق ہے اور $\frac{1}{8}$ حیات بانو کے بھائی کا حق ہے اور صوت مذکورہ
میں جبکہ کل جائیداد کا $\frac{1}{8}$ حصہ حیات بانو کے نام منتقل ہو چکا ہے تو آٹھواں نکالنے کے بعد جو بچے
وہ صرف تینوں لڑکیوں کو دے دیا جاتے کہ ان بیچاروں کا حق تو زیادہ ہے مگر انگریزی دور
میں جو مستقل انتقال لڑکوں کے نام ہو گئے وہ قانون مال کی رو سے فسخ نہیں کئے جاتے ورنہ
حق وہی ہے جو اوپر تحریر کیا گیا کذا فی السراجیۃ وغیرہا من کتب المذہب
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ
وصحبہ و بارک و سلم۔

حضرہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

سائل نے بیان کیا کہ مسیئے علو کی نرینہ اولاد نہیں تھی، صرف ایک لڑکی مسلمان بی بی

اور ایک بیوی مسماۃ رانی تھی تو انگریزی قانون کے مطابق کل زمین مسماۃ رانی کے نام بطور گزارہ منتقل ہوگی اور بازگشت لشکر سالم محرم دوسا ہنالا پسران جیل ولد نہتو چچا حقیقی متوفی علو موجود اور زندہ ہے مگر بعد ازاں لشکر سالم، محرم ہر سہ فوت ہو گئے ہیں اور دوسا اور ہنالا زندہ ہیں اب مسماۃ رانی مذکورہ بالا فوت ہو گئی ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسماۃ لشکر سالم محرم جو علو کے بعد اور مسماۃ رانی سے پہلے فوت ہو گئے ہیں ان کی اولاد علو کی جائیداد منتقلہ بنام رانی سے حصہ کے مستحق ہیں یا نہیں؟

سائل : نور محمد

از عملیکے اہتر شاہ علاقہ بیر سنگھ

۵ اذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۸۷ھ



جب وہ جائیداد علو کی ہے اور علو کی وفات کے بعد لشکر سالم محرم زندہ ہیں تو انکا حق شرعاً ثابت ہو چکا اور عارضی طور پر ان کے نام منتقل نہ ہوا تو ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد ضرور بالضرور مستحق ہے کہ یہ جائیداد رانی کی نہیں بلکہ علو کی ہے، رانی صرف آٹھویں حصہ کی مستحق تھی جو اب بھی اس کے عصبے لیں گے اور لڑکی نصف کل جائیداد کی وارث ہے اور باقی لشکر وغیرہ پسران جیل کا حق ہے، مسئلہ آٹھ سے آئے گا :

علم مسئلہ از ۸

رانی بیوی $\frac{1}{8}$ لڑکی سلطانہ $\frac{2}{8}$ پسران جہیل لشکر وغیرہ چچا زاد بھائی $\frac{3}{8}$

اور جب پسران جہیل کا برابر حق ثابت ہو گیا تو ان میں سے جو بھی فوت ہوا، اس کی اولاد وارث و مستحق رہے گی ومن ادعی الخلاف فعلیہ البیان۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی

اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و یاربک و سلم۔

حضرہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ سہمی صاحب خاں کی تین بیویاں تھیں، ایک بیوی سے ایک لڑکا و احد خاں ہوا اور وہ بیوی فوت ہو گئی اور دوسری بیوی مسماۃ لال بی بی سے فلکاں بی بی لڑکی پیدا ہوئی اور تیسری بیوی مسماۃ نور سین سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ جب صاحب خاں فوت ہوا تو اس کی جائیداد کا $\frac{1}{4}$ حصہ احد خاں کے نام منتقل ہوا اور $\frac{1}{4}$ حصہ مسماۃ نور سین کے نام اور $\frac{1}{4}$ حصہ مسماۃ لال بی بی کے نام منتقل کیا گیا انگریزی قانون کے مطابق اور فلکاں بی بی لڑکی کو کچھ نہ ملا، بعد ازاں واحد خاں بھی فوت ہو گیا اور اس کا ایک لڑکا ہے۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسماۃ لال بی بی اور نورسین کے فوت ہونے کے بعد ان کے نام منتقل شدہ اراضی شرعاً کس کو دی جائے؟ سبینواتوجروا۔
اسائل: محمد خاں ولد شکر خاں حصہ دار لکھو ملکمانہ

۱۲ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۷۳ھ



چونکہ لال بی بی، نورسین بیوگان صاحب خاں کے نام $\frac{3}{8}$ اراضی محض بطور گزارہ انگریزی دور میں منتقل کی گئی تھی اور ان کے قانون کے مطابق بیوگان کی فوتگی کے بعد بازگشتوں یعنی صاحب خاں کے ورثہ کو بھی ملنی تھی لہذا انہوں نے تصور کرنا چاہتے کہ صاحب خاں اب فوت ہوا ہے اور اس کے ورثہ ایک لڑکا واحد خاں، ایک لڑکی فلکاں بی بی اور دو بیویاں مسماۃ لال بی بی، نورسین ہیں تو شرعاً دونوں بیویوں کا حق $\frac{1}{8}$ اور باقی $\frac{5}{8}$ سے دو حصے لڑکے کے اور ایک لڑکی کا ہے تو یہ مسئلہ آٹھ سے آیا اور تصحیح ۲۸ سے ہوگی کہ بلا کہ تقسیم ہو سکے ہکذا :
صاحب خاں مسئلہ از ۸ تصحیح از ۲۸

لال بی بی بیوی نورسین بیوی واحد خاں لڑکا فلکاں بی بی لڑکی
 $\frac{3}{28}$ $\frac{3}{28}$ $\frac{28}{28}$ $\frac{12}{28}$

یعنی آٹھ کے لڑکے تیس حصے بنائے جائیں۔

اور جب واحد خاں کو تہائی یعنی $\frac{1}{3}$ پہلے مل چکے ہیں تو $\frac{1}{3}$ اور دے کر $\frac{2}{3}$ پورے کرتے جائیں اور جب وہ فوت ہو چکا ہے تو اس کے لڑکے وغیرہ ورثہ کو دے دتے جائیں اور لال بی بی کے فوت ہونے پر اس کے حصہ $\frac{1}{3}$ کا نصف اس کی لڑکی فلکاں بی بی کو اور باقی دوسرے ورثہ ذوی الفروض اور عصباء کو حسب دستور شرع دیا جائے اور اگر نہ ہوں تو باقی بھی لڑکی ہی کو دیا جائے اور نورسین کے $\frac{1}{3}$ اس کے ورثہ کو موافق محکم شرع دتے جائیں۔ سراجیہ ص ۸ میں ہے والشمین مع الولد نیز اسی میں ہے ومع الابرار للذکر مثل حظ الانثیین ص ۸ میں ہے والشمین من ثمانیۃ ص ۲۳ میں ہے فالحکم فیہا ان یضرب احد الاعداد فی جمیع الثانی الخ ص ۸ میں ہے النصف للواحدة ص ۴ میں ہے ثم الرد علی ذوی الفروض النسبۃ بقدر حقو قہم۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

اردی الحجۃ المبارکہ ۱۳۷۷ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ہم تین حقیقی بھائی تھے رنگا، نور محمد، علی محمد پسران کالے خاں، رنگا فوت ہو گیا اور اس کی جائیداد اُسکے لڑکے خوشی محمد کے نام منتقل ہو گئی، بعد ازاں علی محمد لا ولد فوت ہوا اور اس کی کل جائیداد حسب



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دستورِ برطانیہ عارضی طور اس کی بیوی مسماۃ نوراں کے نام انتقال کی گئی اور سکہ میں ہم لوگ پاکستان میں آگئے اور موضع و نجہل تحصیل دیپال پور میں رقبہ ملا مسماۃ نوراں کے نام بھی حسب دستور موضع مذکور میں اراضی الاٹ ہو گئی، بعد ازاں وہ بھی لا ولد فوت ہو گئی اور اس کی حقیقی دو بہنیں مسماۃ سلطان اور راج بی بی اور ایک حقیقی تایا زاد بھائی نور محمد جو علی محمد متوفی کا حقیقی بھائی بھی ہے اور حقیقی تایا زاد رنگا کا لڑکا خوشی محمد موجود ہیں۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعاً اس اراضی کا وارث کون کون ہے؟
یکل اراضی خوشی محمد نے اپنے نام کسی حال سے منتقل کرا لی ہے۔ آیا یہ درست ہے؟

عرضہ

فدوی نور محمد ولد کالے خاں قوم وٹو

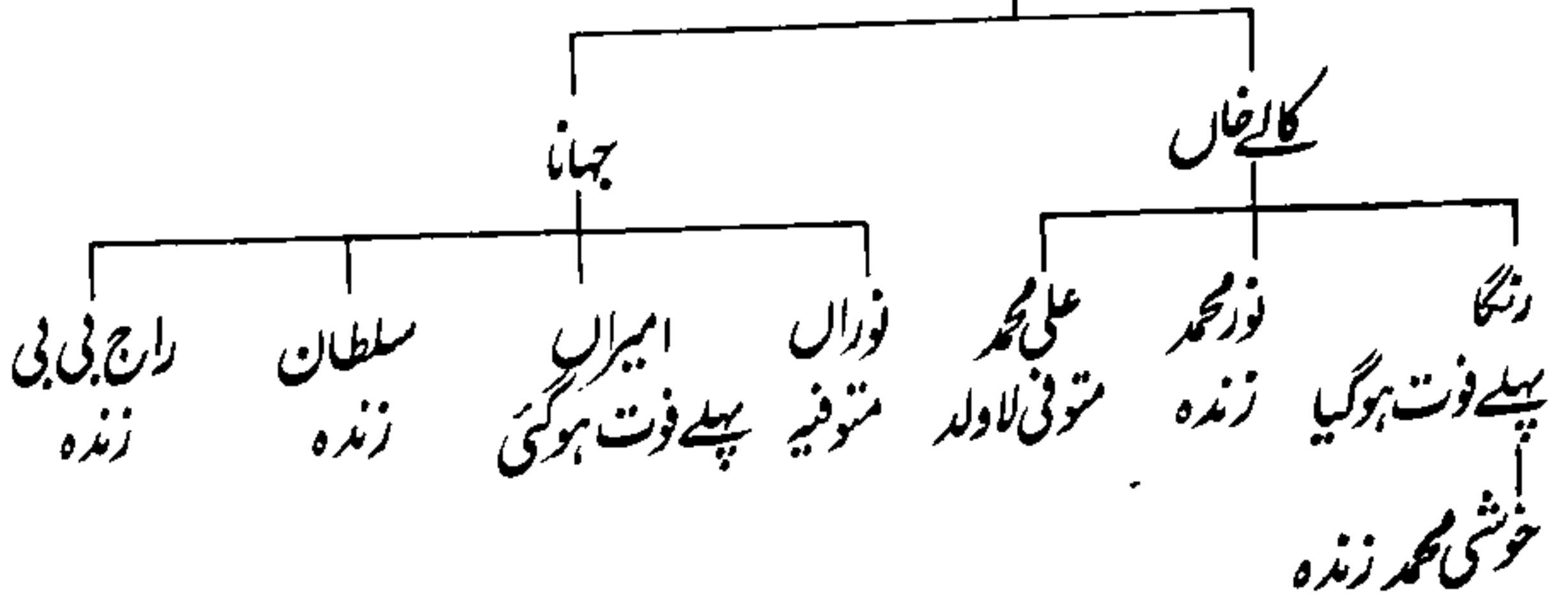
سکنہ و نجہل تحصیل دیپال پور

ضلع مظفرگڑی

۵۲ - ۸ - ۳

شجرۂ نسب حسب ذیل ہے :-

جدا — گولے خاں — دُلا





مسماة نوراں کے نام کل اراضی کا انتقال محض عارضی بطور گزارہ تھا، وہ مستقل مالک نہیں ہوئی تھی، دراصل اس کا شرعی حق صرف ہم تھا باقی ہم صرف نور محمد برادر حقیقی کا حق ہے جواب اس کے سپرد کرنا ضروری ہے البتہ نوراں کے اصل حق ہم کے وارث اسکی دو حقیقی بہنیں مسماة سلطان اور راج بی بی اور نور محمد تایا زاد ہیں، ۲ بہنوں کے اور ۱ تایا زاد کا اصل مسئلہ چار سے آئے گا اور نوراں کے ورثہ میں تقسیم کرنے کے لئے بارہ سے آئے گا یعنی علی محمد کی جائداد کے بارہ حصے مساوی بنائے جائیں جن سے ۹ نور محمد کو علی محمد متوفی کے بھائی ہونے کے لحاظ سے دئے جائیں اور ۱ نور اں متوفیہ کے حق سے تایا زاد بھائی کی حیثیت سے تو اس کے کل حصے ۱۱ ہو گئے اور سلطان کا ۱ نور اں کے حق سے ہے اور ایسے ہی راج بی بی کا ۱۱ ہے لہذا :



میت علی محمد مسئلہ از ۴ پھر میت نوراں مسئلہ از ۳ کل کی تصحیح ۱۲ سے ہے

نور محمد حقیقی بھائی علی محمد کا اور تایا زاد نوراں کا سلطان راج بی بی ہشیر گاہ حقیقی نوراں

۱۰/۱۲ ۱/۱۲ ۱/۱۲

سراجیہ ص ۷ میں ہے الربع للواحدة، ص ۴ میں ہے ثمة بالعصبات

ص ۱۰ میں ہے والثلثان للثنتين ص ۱۸ میں ہے فمخرج كل فرض سمت



ص ۳۳۳ میں ہے وان كان بينهما مباينة فاضرب كل التصحيح الثاني في كل التصحيح الاول فالسبلغ مخرج المسئلتين۔

رہا خوشی محمد تو وہ نور محمد کی موجودگی کے سبب بالکل محروم و محجوب ہے کہ نور محمد علی محمد متوفی کا بھائی ہے اور بھائی کے ہوتے بھتیجا وارث نہیں ہو سکتا اور اسی طرح مسماٰ نورال کا تایا زاد ہے اور تایا زاد کے ہوتے تایا کا پوتا وارث نہیں ہو سکتا۔ سراجیہ ص ۱۲ میں ہے یرجحون بقرب الدرجة ص ۷۷ میں ہے والثانی الاقرب خالاقرب تو اس کے نام کل اراضی کا انتقال جائز نہیں بلکہ وہ تو حصہ دار بھی نہیں تو یہ انتقال منسوخ کر کے نور محمد کے نام کیا جاتے۔

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيب و آلہ

و اصحابہ و بارک و سلم۔

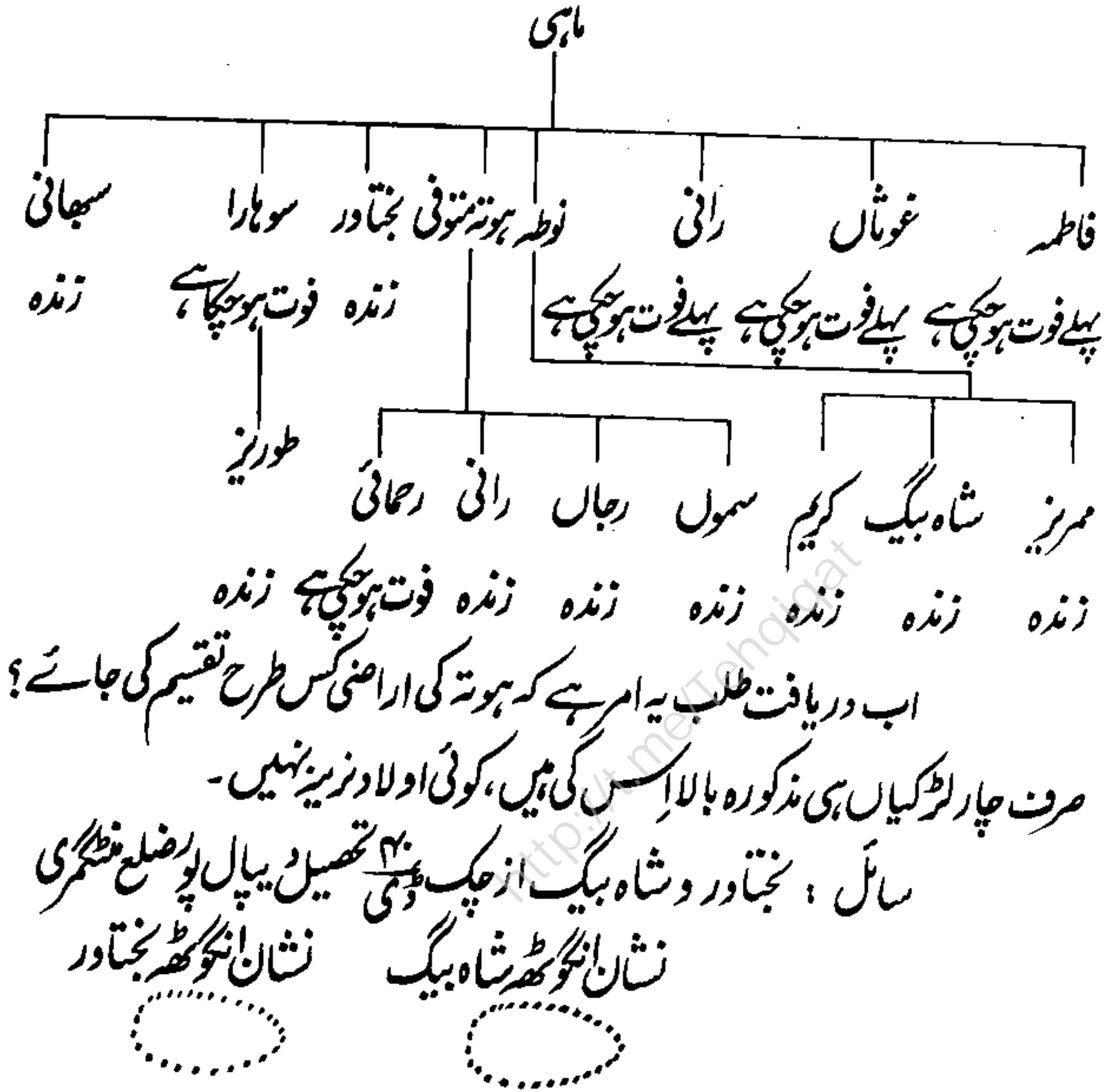
عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ ذی الحجۃ المبارک ۱۴۳۳ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماٰ ہوتے فوت ہوا بعد ازاں اس کی لڑکی مسماۃ رحمانی جو مریز ولد لوطہ کی بیوی تھی فوت ہوئی، اس کے پیٹے مریز کا لڑکا سو ہارا موجود ہے، بعد ازاں مسماۃ بھرو بیوہ ہوتے والدہ رحمانی سے مذکور فوت ہوئی

اور اس کے صرف تین بھائی مسیان بلوچ، سوجا، شہداد موجود ہیں، شجرہ نسب ہوتہ حسب ذیل ہے :-



مسئلہ ہوتہ کے وارث اس کی بیوی بھرو اور چار لڑکیاں مذکورہ بالا اور بختاور
بھائی اور سبھانی بہن ہیں، نوطہ وغیرہ جو فوت ہو چکے ہیں وہ وارث نہیں بن سکتے اور نہ ہی

ان کی اولاد کا ہوتے کی وراثت میں کوئی حق ہے اور مسئلہ چوبیس سے آئے گا، بھڑ بھڑ کا اٹھواں حصہ اور چار لڑکیوں کا دوہٹائی ہے اور باقی بخت اور اور بھائی کے درمیان دو حصے بخت اور کے اور تیسرا بھائی کا اور صحیح تقسیم کے لئے چوبیس کو تین میں حسب قانون فرائض ضرب دیکر بٹنٹے جائیں گے اور جب رحمانی فوت ہوئی تو اس کے وارث اس کا لڑکا سوہارا ولد مرنیز اور خاوند مرنیز اور والدہ بھروہیں، والدہ کا چھٹا حصہ اور خاوند کا چوتھا، باقی سب لڑکے کا ہے اور جب بھرو بھی فوت ہو گئی تو اس کے وارث اس کی تین لڑکیاں سموں رجاں رانی مذکورہ بالا اور تین بھائی بلوچ، سو جا، شہاد اہیں، دوہٹائی تینوں لڑکیوں کا حق ہے اور ایک ہٹائی تینوں بھائیوں کا حق ہے اور چونکہ بھرو کے پاس خاوند کی طرف سے ۹/۲۲ اور لڑکی کے حصہ سے ۲۲ جو درحقیقت ۲۲ ہے ہیں جن کا مجموعہ ۱۱/۲۲ ہے اور ۱۱ کی صحیح تقسیم مذکورہ لڑکیوں اور بھائیوں میں نہیں ہو سکتی لہذا حسب دستور ۹ کو بہتر میں ضرب دیکر ۶۴۸ حصے بنا کر صحیح تقسیم کیا جائے گا۔ اب بھرو کے گیارہ حصے مندرجہ بالا ۹۹ ہو گئے پس اس مسئلہ مناسخہ کی صحیح صورت حسب ذیل ہے :

میت ہوتہ ولد ماہی مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۲۲ آئندہ تصحیح کیلئے حسب قانون ۹ سے ضرب دیکر کل تصحیح ۶۴۸

مسما بھڑ بھڑی سمو لڑکی رجاں لڑکی رانی لڑکی (رحمانی لڑکی) بخت اور بھائی سبجانی بہن

| | | | | | | |
|------------------|-------------------|-------------------|-------------------|-------------------|------------------|------------------|
| $\frac{9}{22}$ | $\frac{12}{22}$ | $\frac{12}{22}$ | $\frac{12}{22}$ | $\frac{12}{22}$ | $\frac{10}{22}$ | $\frac{5}{22}$ |
| $\frac{81}{648}$ | $\frac{108}{648}$ | $\frac{108}{648}$ | $\frac{108}{648}$ | $\frac{108}{648}$ | $\frac{90}{648}$ | $\frac{25}{648}$ |
| میت | مسما رحمانی | مسئلہ از ۱۲ | مافی الید | ۱۰۸ | سوہارا لڑکا | |
| $\frac{12}{12}$ | $\frac{12}{12}$ | $\frac{12}{12}$ | $\frac{12}{12}$ | $\frac{12}{12}$ | $\frac{12}{12}$ | |
| $\frac{18}{18}$ | $\frac{18}{18}$ | $\frac{18}{18}$ | $\frac{18}{18}$ | $\frac{18}{18}$ | $\frac{18}{18}$ | |

| میت بھرو | مسند از ۳ | تصحیح از ۹ | ما فی الید ۹۹ |
|-----------------|-----------------|-----------------|-----------------|
| سموں لڑکی | رجاں لڑکی | رانی لڑکی | بلوچ بھائی |
| شہاد بھائی | سوجا بھائی | شہاد بھائی | |
| $\frac{2}{9}$ | $\frac{2}{9}$ | $\frac{2}{9}$ | $\frac{1}{9}$ |
| $\frac{22}{99}$ | $\frac{22}{99}$ | $\frac{22}{99}$ | $\frac{11}{99}$ |

| الاحیاء | سموں | رجاں | رانی | بختاور | سجانی | ممریز | سولارا | بلوچ | سوجا | شہاد |
|---------|---------|---------|---------|---------|---------|---------|---------|---------|---------|---------|
| ازوالد | ازوالد | ازوالد | ازوالد | ازوالد | ازوالد | ازوالد | ازوالد | ازوالد | ازوالد | ازوالد |
| ۱۰۸ | ۱۰۸ | ۱۰۸ | ۱۰۸ | ۱۰۸ | ۱۰۸ | ۱۰۸ | ۱۰۸ | ۱۰۸ | ۱۰۸ | ۱۰۸ |
| ازوالدہ | ازوالدہ | ازوالدہ | ازوالدہ | ازوالدہ | ازوالدہ | ازوالدہ | ازوالدہ | ازوالدہ | ازوالدہ | ازوالدہ |
| ۲۲ | ۲۲ | ۲۲ | ۲۲ | ۲۲ | ۲۲ | ۲۲ | ۲۲ | ۲۲ | ۲۲ | ۲۲ |
| ۱۳۰ | ۱۳۰ | ۱۳۰ | ۱۳۰ | ۱۳۰ | ۱۳۰ | ۱۳۰ | ۱۳۰ | ۱۳۰ | ۱۳۰ | ۱۳۰ |

واللہ تعالیٰ اعلم

حضرہ الفقیر البواکیہ محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

ولیا ولد ہدایت متوفی کو فوت ہوتے تین چار سال گزر چکے ہیں۔ ولیا مذکور نے اپنی وفات کے بعد چار لڑکیاں اور ایک لڑکا محمود باقی چھوڑا اور جب ولیا مذکور کی وراثت کا انتقال ہونے لگا، لڑکیوں کو حقوق وراثت دینے کے لئے بلایا گیا تو انہوں نے عدالت کے سامنے بیان حلفی دیا کہ ہم اپنی حصہ کی وراثت اپنے بھائی محمود کو دینا چاہتی ہیں۔

اس کے بعد عدالت نے فیصلہ کیا اور محمود کے نام تمام وراثت منتقل کر دی۔ اب مسئلہ متوفی محمود بھی فوت ہو گیا ہے اور اس کا کوئی لڑکا یا لڑکی باقی نہیں ہے، لا ولد فوت ہوا باقی اس کے ایک بیوی اور چار ہمیشہ ہیں اور ایک حقیقی چچا اور چچا زاد بھائی بھی ہیں لہذا سوال کیا جاتا ہے کہ اب محمود متوفی کی وراثت کے حقدار کون ہیں اور کتنے حصہ کے حقدار ہیں۔ برائے مہربانی جواب سے مشکور فرما کر ممنون فرمائیں۔

ذوالفقار ولد جمال خاں بلوچ چک ۸۳ ڈاک خانہ فتنہ ریلوے اسٹیشن
تحسین پاکستان ضلع مظفری



وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ :-

آپ کا جوابی کارڈ ملا، جواب مسئلہ لکھا جاتا ہے۔

ولیا کی چار لڑکیاں اپنے حق وراثت سے اپنے بھائی محمود کے حق میں دستبردار گئیں تو محمود ہی مالک ہو گیا۔ اب جب محمود لا ولد فوت ہو گیا ہے تو وہ بہنیں بھی اس کی وراثت کی حقدار ہیں اور اس کی بیوی اور حقیقی چچا بھی اور چچا زاد بھائی محروم ہیں چاروں بہنیں دو تہائی ترکہ کی حقدار ہیں (قرآن کریم سورۃ النساء) اور بیوی چوتھائی کی۔ (قرآن کریم سورۃ النساء) اور باقی سب حقیقی چچا کا ہے (قرآن کریم اور حدیث متفق علیہ) یہ مسئلہ بارہ سے آئے گا

صورت حسب ذیل ہے :-

محمّد مسند از ۱۲

بیوی بہن بہن بہن بہن حقیقی چچا چچا زاد بھائی
 $\frac{3}{12}$ $\frac{2}{12}$ $\frac{2}{12}$ $\frac{2}{12}$ $\frac{2}{12}$ $\frac{1}{12}$ $\frac{x}{x}$

نوٹ : یہ فتوے اس صورت میں ہے کہ چاروں بہنیں محمّد ہی کی حقیقی بہنیں یا سب سوتیلی باپ سے ہوں اور اگر بعض حقیقی اور بعض سوتیلی یا کل سوتیلی صرف ماں سے ہوں تو حکم بدل جائے گا، دوبارہ سوال کر کے دریافت کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ

واصحابہ و بارئ وسلم۔

عزہ الفقیر الباقی محمد نور الدین غفرلہ
۲۸ ربیع الاول شریف ۱۴۲۷ھ

الاستفتاء

جناب مولانا مولوی صاحب حسب ذیل مسئلہ کا جواب دیکر مشکور فرمادیں :-

۱۔ سوال : مسئلہ حسب ذیل ہے :

یہ کہ ولیا متوفی نے اپنے مرنے کے بعد چار لڑکیاں اور ایک لڑکا اور ایک حقیقی بھائی چھوڑا ہے، اس کی وراثت کے حقدار کون کون ہیں؟ از روئے شریعت جواب دے کر مشکور فرمائیں، اس کی بیوی بھی زندہ ہے۔ اس کا جواب علیحدہ دیوں۔



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

۲۔ یہ کہ محمود متوفی نے اپنے مرنے کے بعد چار بھتیجے اور ایک بیوی ایک چچا چھوڑا ہے اور اس کی جو چار بہنیں ہیں انہوں نے پہلے بھی اسی وراثت سے جو محمود کو تقسیم ہوئی تھی اپنے باپ کی طرف سے حصے چکی ہیں اور اب محمود اور اس کی والدہ کا انتقال وراثت ہوتا ہے۔ یہ وراثت جو اب تقسیم ہو رہی ہے یہ محمود کے باپ کی ہے۔ پہلے یہ مندرجہ ذیل طریقہ سے تقسیم ہوئی ہے، کیا یہ ٹھیک ہے؟ اس کا جواب علیحدہ دیوں۔

کل وراثت سے بیوی کو $\frac{1}{8}$ حصہ اور باقی $\frac{7}{8}$ حصہ سے $\frac{1}{4}$ حصہ محمود کو اور $\frac{3}{4}$ حصہ اس کی چار بہنوں کو دیا گیا۔ اب محمود اور اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ ان دونوں کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی۔ وارثان مندرجہ بالا ہیں، چار بہنیں اور ایک بیوی اور ایک چچا محمود کا حقیقی ہے اور اس کے والدہ کے بھی یہ وارثان ہیں۔ اس کی والدہ محمود سے پہلے فوت ہوئی تھی، تقریباً ایک سال ان ہر دو سہ کا جواب علیحدہ علیحدہ مفصل لکھیں، مہربانی اور نوازش ہوگی۔

السائل : ذوق فستار بقلم خود



السلام علیکم :-

قبل ازیں محمود کی وراثت کا فتوے آپ ہمیں سے لے چکے ہیں مگر پہلے آپ نے محمود کی والدہ و لیا کی بیوہ کا ذکر ہی نہیں کیا، یہ تمہاری سخت غلطی تھی پھر دوسری سخت غلطی یہ ہے کہ

آپ نے لکھا تھا کہ لڑکیوں کے حلفی بیان پر عدالت نے تمام وراثت محمود کے نام منتقل کر دی ہے حالانکہ اب لکھا ہے کہ ولیا کی بیوی کو اور لڑکیوں کو بھی حصے دئے گئے ہیں۔ شرعی فتوے حاصل کرنے وقت غلط بیانیوں سے کام لینا نہایت ہی برا کام ہے۔ اب آپ ہی بتاؤ کہ تمہاری کس بات کا اعتبار کر کے فتوے دیا جائے؟

بہر حال جو صورت آپ نے لکھی ہے اگر وہ صحیح ہے اور ولیا کی کوئی اور بیوی یا ماں باپ یا دادا دادی نانی بھی زندہ نہیں ہے اور محمود اور لڑکیوں کے ماسوا کوئی اور اولاد بھی نہیں تھی تو یہ فیصلہ یعنی $\frac{1}{8}$ حصہ بیوی اور $\frac{1}{8}$ حصہ محمود کو اور $\frac{1}{8}$ اسکی چاروں بہنوں کو دیا گیا، یہ درست ہے مگر اس کی تقسیم از روئے قواعد یوں ہوگی کہ ولیا کے مال کے $\frac{2}{8}$ حصے کئے جائیں اور حسب ذیل تقسیم ہوں:

ولیا مسئلہ از ۸ تصحیح از ۲۸

| بیوی | محمود لڑکا | لڑکی | لڑکی | لڑکی | لڑکی |
|----------------|-----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|
| $\frac{6}{28}$ | $\frac{12}{28}$ | $\frac{4}{28}$ | $\frac{4}{28}$ | $\frac{4}{28}$ | $\frac{4}{28}$ |

کذا فی السراجیۃ بعد ازاں ولیا کی بیوہ اور محمود اور ان چاروں لڑکیوں کی ماں فوت ہوئی اور اس کے وارث بھی یہی تھے یعنی اس نے کسی اور مرد سے نکاح بھی نہیں کر لیا تھا اور اس کے ماں باپ دادا دادی نانی زندہ نہ تھے اور نہ ہی کوئی اور اسکی اولاد تھی پھر اس کے ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے محمود بھی فوت ہو گیا اور اس کے وارث صرف ایک بیوی، چار حقیقی بہنیں اور ایک چچا ہے اور دادا دادی نانی زندہ نہیں اور وہ لا ولد فوت ہوا تو اب ان دونوں ماں بیٹا کا ترکہ یوں صحیح طور پر تقسیم ہوگا کہ محمود کو ولیا کی وراثت سے جو $\frac{1}{8}$ حصے اور اسکی ماں کو $\frac{1}{8}$ حصے تھے، یہ کل بیٹل تھے ہوتے، ان کے ساٹھ برابر حصے بناتے جائیں اور حسب ذیل دئے جائیں۔



بیوہ ولایا ۶ حصے اور دوسرا میت محمود ۱۴، کل ۲۰ اور تین کی ضرب سے ۶۰ ہوتے

| | | | | | |
|---------------|-----|-----|-----|-----|-----|
| محمود کی بیوی | بہن | بہن | بہن | بہن | چچا |
| ۱۲ | ۱۱ | ۱۱ | ۱۱ | ۱۱ | ۲ |

من السراجیۃ و غیرہا۔

نوٹ : محمود کا چچا اور بیوی صرف محمود کے وارث ہیں اور اس کی ماں کے وارث نہیں اور محمود کی بہنیں ماں اور محمود بھائی دونوں کی وارث ہیں۔ یہ مسئلہ مناسب کا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و

اصحابہ و بارک وسلم۔

صّوہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص خان محمد نامی جو سگڑھ میں فوت ہو چکا ہے اس کی زمین جو اس کو اپنے باپ سے بذریعہ ورثہ ملی تھی وہ یہاں پاکستان میں انہیں مل گئی، اس وقت اس کے متعلقین میں سے یہ افراد زندہ ہیں اس کی بیوی (جو اس کے فوت ہونے کے بعد دوسری جگہ شادی کر چکی ہے) اس کا ایک لڑکا جو اس کی وفات کے بعد تین ماہ کو اسی بیوی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا مگر وہ فوت ہو چکا ہے اس کا بھتیجا حقیقی زندہ ہے، اس کی تین بہنیں تھیں جن سے دو فوت ہو چکی ہیں ان کی اولاد بھی

ایک کے تین لڑکے ہیں اور ایک کا ایک لڑکا ہے، باقی ایک بہن خان محمد مذکور کی زندہ ہے، یہ وارث اس کے موجود ہیں۔ شریعت حقہ کے مطابق ان میں جائداد (زمین) کی تقسیم کس طرح ہوگی۔ بیوی کا نام فاطمہ اور نومولود متوفی لڑکے کا نام عبدالعزیز تھا اور حقیقی بھتیجے کا نام قاسم ولد چراغ ہے اور زندہ بہن کا نام جویو ہے۔

سائل: قاسم ولد چراغ از بہن ۱۲ رجب المرجب ۱۳۶۶ نشان انگوٹھ سائل



یہ مسئلہ مناسخ ہے۔ خان محمد میت کا مسئلہ اٹھ سے ہے۔ آٹھواں حصہ بیوی فاطمہ کا اور باقی سات عبدالعزیز نومولود کے ہیں اور خان محمد کی وراثت سے حقیقی بھتیجے قاسم اور بہن جویو اور دو متوفی بہنوں کی اولاد کو کچھ نہ ملے گا۔ پھر عبدالعزیز کا مسئلہ تین سے آئے گا یعنی اسکو اپنے باپ کی وراثت سے جو سات حصے آتے ہیں ان کا تیسرا حصہ اسکی ماں فاطمہ کا ہے اور باقی دو حصے قاسم چچا زاد بھائی کے ہیں اور جویو پھوپھی اور دوسری دو پھوپھیوں کی اولاد کو کچھ نہ ملے گا اور چونکہ سات تین پر تقسیم نہیں ہو سکتے تو حسب القواعد تین سے کو خان محمد کے مسئلہ کے آٹھ میں ضرب دے کر چوبیس بنائے جائیں گے تو ان چوبیس سے آٹھواں حصہ تین فاطمہ کو خان محمد خاوند کی وراثت سے ملیں گے اور اکیس حصے باقی عبدالعزیز کو، پھر ان اکیس سے تیسرا حصہ سات فاطمہ کو اپنے لڑکے کی وراثت کے ملیں گے اور باقی چودہ قاسم چچا زاد کو بوجہ عصبہ

ہونے کے ملیں گے تو خان محمد کی جائداد کے چوبیس حصوں سے دس حصے فاطمہ کے اور چودہ قاسم کے حسب تفصیل مندرجہ بالا ہیں :

ہکذا

| میت | | | |
|-------------------------------------|--------------------|--------------|------------|
| خان محمد مستد از ۸ ذی ۲۲ | | | |
| فاطمہ بیوی | عبدالغزیز لڑکا | قاسم | جمیہ وغیرہ |
| $\frac{3}{22}$ | $\frac{21}{22}$ | x | x |
| میت | | | |
| عبدالغزیز مستد از ۳ مانی الیہ ذی ۲۱ | | | |
| فاطمہ ماں | قاسم چچا زاد بھائی | پھوپھی وغیرہ | |
| $\frac{4}{21}$ | $\frac{12}{21}$ | x | |
| الاحیاء | | | |
| فاطمہ | قاسم | جمیہ وغیرہ | |
| $\frac{10}{22}$ | $\frac{12}{22}$ | | |

سراجیہ ص ۷ میں ہے والشمین مع الولد، ص ۱۲ میں ہے وہم اربعة اصناف جنء الميت (الی ان قال) الاقرب فالاقرب، ص ۱۱ میں ہے وبنو الاعیان والعلات کلم یسقطون بالابن الخ، ص ۱۲ میں ہے وجزء جدہ، ص ۳۳ میں ہے وان کان بینہما مباینۃ فاضرب کل التصحیح الثانی فی کل التصحیح الاول فالسبلغ مخرج المسئلتین۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وآلہ واصحبہ

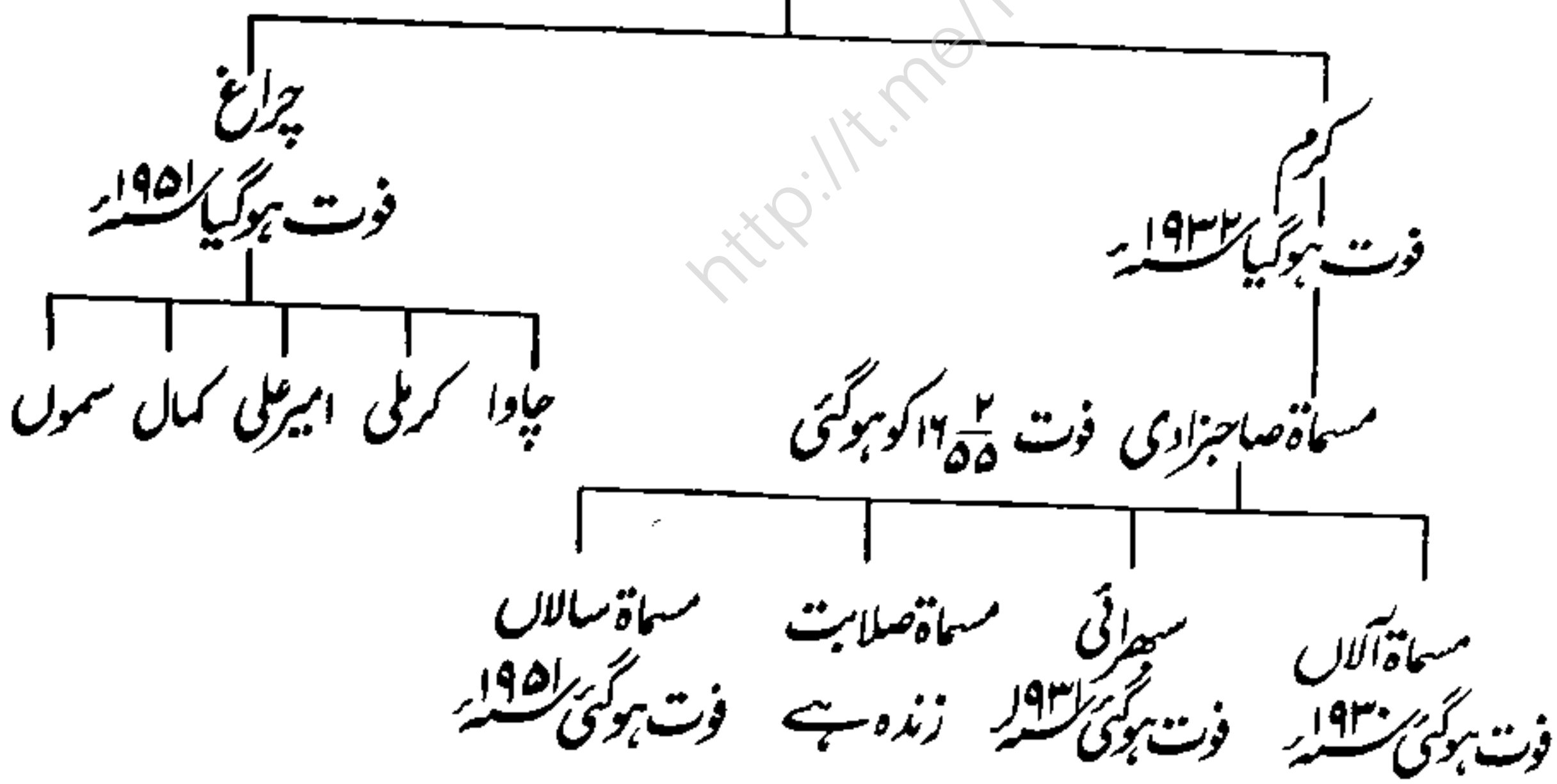
و بارت وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۱۲ رجب المرجب ۱۴۰۶ھ

الاستفتاء

شجرۂ نسب

محبت



جب مسسٹی کرم فوت ہوا تھا تو اس کی تمام زمین کا انتقال اس کی بیوی مسماۃ صاحبزادی کے نام بطور گزارہ ہوا تھا، اب مسماۃ صاحبزادی ۱۶/۵/۵۵ء کو فوت ہو گئی ہے حالانکہ اس کا بھائی بہادر زندہ ہے تو اب یہ زمین کس طرح تقسیم ہوگی۔

سائل: کرملی سکھ ٹھٹھہ کالیاں ابراہیم ضلع منٹگمری



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



سائل نے یہ بیان کیا ہے کہ وفات چراغ کے وقت اس کی بیوی زندہ نہیں تھی اور مسماۃ سالان کے لڑکے ہیں۔ یہ مسئلہ مناسخہ کا ہے، اصل میں چوبیس سے آتا ہے اور حسب القواعد چار سو بتیس سے صحیح آئے گا۔ مسماۃ صاحبزادی کا آٹھواں حصہ ہے اپنے خاوند کے ترکے کا جو ۵۴ ہے اور مسماۃ صلابت کو ۱۴۴ باپ کے ترکہ سے اور مسماۃ سالان لڑکی کو بھی ۱۴۴ باپ کے ترکہ سے ملے، پھر جب سالان فوت ہوئی تو اس کے ترکہ سے چھٹا حصہ صاحبزادی ماں کا بنا جو ۲۴ ہے اور ۱۲۰ سالان کے لڑکوں کے ہیں تو اب صاحبزادی کے پاس کل ۷۸ آگئے جو اس کے ایک بھائی اور ایک لڑکی میں تقسیم ہو گئے، لڑکی صلابت کو ماں کے حصوں کا نصف (۳۹) ملے اور باقی اس کے بھائی مسٹے بہادر کا ہے اور چراغ کو باقی ۹۰ ہے آتے جو اس کے چار لڑکوں اور ایک لڑکی پر تقسیم ہوئے، لڑکوں کے بیس بیس اور لڑکی کے دس حصے بنے، ہکذا صورت :-

مستثنیٰ کرم پہلے فوت ہوا پھر سالان اور چراغ فوت ہوئے بعد ازاں مسماۃ صاحبزادی فوت ہوئی
اصل مسئلہ از ۲۴، تصحیح ۲۳۲

| صلابت بہادر برادر حقیقی صاحبزادی سالان کے لڑکے | چاوا کرلی | امیر علی کمال | سموں اولاد چراغ |
|--|------------------|------------------|------------------|
| $\frac{183}{232}$ | $\frac{20}{232}$ | $\frac{20}{232}$ | $\frac{20}{232}$ |
| $\frac{39}{232}$ | $\frac{20}{232}$ | $\frac{20}{232}$ | $\frac{20}{232}$ |

آٹاں اور سبھرائی کرم سے پہلے ہی فوت ہو چکی تھیں تو محروم رہیں۔

یہ جواب اس صورت میں ہے کہ بہادر صاحبزادی کا عینی یا علاتی بھائی ہو اور اس کی کوئی اور بہن یا بھائی یا ماں باپ سے کوئی بھی نہ ہو ورنہ یہ حکم نہیں رہے گا۔
نوٹ : اور یہ تو عام دستور شرعی ہی ہے کہ کفن و دفن اور قرض و وصیت سے بچے ہوئے ترکہ کے وارث مستحق ہو کرتے ہیں، سراجیہ وغیرہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بآسک و سلم۔

زہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۶ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مانا ہندوستان میں فوت ہوا جس کی دو عورتیں تھیں، ایک عورت مسماۃ عیجاں بی بی مانا مذکور کی موجودگی میں فوت ہوئی اور دوسری مسماۃ بختا اور جو کہ اب فوت ہوئی ہے جس کے نام مانا مذکور کی زمین تھی۔ مسماۃ بختا اور سے دو لڑکیاں مانا سے ہیں اور عیجاں بی بی سے ایک لڑکی مسماۃ رحمت بی بی مانا سے ہے مگر عیجاں بی بی کے نام ہندوستان میں زمین نہ تھی، بختا اور کی لڑکیوں کے نام مذکور ہیں۔ رانوں بی بی، رجاں بی بی اور ایک بھائی بختا اور کا مستحق جیل زندہ ہے۔ مسماۃ بختا اور کا قرضہ اتارنے کے کوئی نہ مستحق ہیں۔

سائل: محمد الدین بقلم خود از بھوکن تحصیل دیپال پور ضلع مظفر گڑھ ۲ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ



اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو مانا کی جائداد سے دو تہائی تین لڑکیوں رحمت بی بی، رانوں بی بی، رجاں بی بی کی ہیں اور آٹھواں حصہ سماءہ بنتا اور بیوی کا ہے اور باقی مانا کے عصبات میں سے جو قریبی ہو، خواہ آٹھویں پشت میں ملتا ہو، اس کا ہے اور اگر کوئی جدی عصبہ نہ ہو تو باقی سب تینوں لڑکیوں کا ہے۔ بیوی کو اس باقی سے کچھ نہیں ملے گا اصل میں یہ مسئلہ ۲۲ سے ہے اور حسب قواعد ۷۲ سے صحیح ہوگا، حسب ذیل :

مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۷۲

بیوی بنتا اور لڑکیاں رحمت بی بی رانوں بی بی رجاں بی بی عصبہ قریبی سلیک یا زیادہ

| | | | | |
|----------------|-----------------|-----------------|-----------------|-----------------|
| $\frac{9}{42}$ | $\frac{16}{42}$ | $\frac{16}{42}$ | $\frac{16}{42}$ | $\frac{15}{42}$ |
|----------------|-----------------|-----------------|-----------------|-----------------|

اور اگر کوئی بھی جدی عصبہ موجود نہ ہو تو پھر یہ صورت ہوگی :

مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۷۲

بنتا اور بیوی لڑکیاں رحمت بی بی رانوں بی بی رجاں بی بی

| | | | |
|----------------|-----------------|-----------------|-----------------|
| $\frac{9}{42}$ | $\frac{21}{42}$ | $\frac{21}{42}$ | $\frac{21}{42}$ |
|----------------|-----------------|-----------------|-----------------|

اور جبکہ بنتا اور بھی فوت ہو چکی ہے تو اس کے نو حصے اس کی دو لڑکیوں رانوں بی بی رجاں بی بی اور اس کے بھائی جمیل کے ہیں اور قواعد کے رُو ہر ایک ۱۱ کا مستحق ہے مگر جب بنتا اور پر قرض ہے تو حسب قانون وراثت بنتا اور کے ترکہ سے جو نو حصے مذکورہ ہیں صرف یا اس کا کوئی ذاتی مال اور ہو

تو اس سمیت کل مال سے پہلے قرضہ پورا کیا جائے گا اور جو بچے وہ وارثوں کا ہے اور ایسے ہی تجہیز و تکفین اور وصیت حسب دستور شرع پہلے پورے کئے جاتے ہیں، بعد میں وارث اپنے حق لیتے ہیں، سراجیہ وغیرہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلما جل مجدہ اتموا حکم و صلی
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ واصحابہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشدائعی غفرلہ
۲ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ

نوٹ : سائل کہتے ہیں کہ مانا، بھانا دو بھائی تھے، بھانا پہلے فوت ہو گیا اور اس کی دو لڑکیاں اور کل جائداد انگریزی قانون کے تحت مانا کے نام منتقل ہو گئی، اب مانا کی جائداد سے ان لڑکیوں کو کچھ ملتا ہے یا نہیں؟
تو شرعاً جواب واضح ہے کہ بھانا کی لڑکیاں بھانا کی دو تہائی جائداد کی وارث ہیں اور مانا کی ذاتی جائداد کی وارث نہیں۔

ابوالخیر ایسی غفرلہ ۲ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ صورت کہ مسمیٰ بھانا فوت ہوا اور اس وقت اس کا ایک لڑکا مسمیٰ اکبر اور دو لڑکیاں عیجاں اور ہا بچاں اور ایک بھائی مانا موجود تھے



تو انگریزی دستور کے مطابق زمین، لڑکے اکبر کے نام منتقل ہوئی، بعد ازاں اکبر کنوارہ ہی فوت ہو گیا اور زمین ہامپھاں کنواری کے نام منتقل ہوئی۔ بعد ازاں ہامپھاں کی شادی ہو گئی اور زمین مانا کے نام ہو گئی، پھر مانا فوت ہوا اور چونکہ اس کا کوئی لڑکا نہیں تھا اور ایک بیوی بختا اور تین لڑکیاں تھیں تو زمین بختا اور کے نام پر منتقل ہوئی۔ اب بختا اور فوت ہو گئی ہے تو از روئے شرع شریف عیجاں اور ہامپھاں دختران بھانا کا کوئی حق ہے تو تفصیل و اربتایا جائے۔ بینوا تو جبروا۔
سائلہ: عیجاں بنت بھانا از ویرہ والہ تحصیل دیپالپور ضلع مظفر گڑھی ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۵۷ھ



اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو بھانا کی زمین کے وارث اکبر لڑکا، عیجاں اور ہامپھاں لڑکیاں ہی وارث تھے اور مانا کا اس میں کوئی حق نہیں تھا، قرآن کریم میں ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین تو مسئلہ چار سے تھا دو حصے اکبر کے اور ایک ایک عیجاں اور ہامپھاں کا تھا اور جب اکبر بھی کنوارا ہی فوت ہو گیا تو اس کے جائز وارث اسکی دو بہنیں عیجاں اور ہامپھاں اور ایک چچا مانا تھے۔ بہنوں کی دو تہائی اور باقی تیسری تہائی مانا چچا کی، قرآن کریم میں ہے وان امرؤ هلك ليس له ولد وله اخ فتعطيها نصف ما ترك وهو يرثها ان لم يكن لها

ولد فان كانتا اثنتين فلهما الثلثان مما ترك اور حدیث شریف میں ہے
فما ابقت الفرائض فلا ولی رجل ذکر۔ (مستدرک ج ۲ ص ۳۳۸، کنز العمال ج ۶ ص ۱۳)
یہ مسئلہ اکبرین سے ہے، سب کا ایک ایک حصہ بنا اور چونکہ پہلے مسئلہ سے
اکبر کے دو حصے تھے اور دو تین پر تقسیم نہیں ہو سکتے تو حسب القواعد تین کو چار میں ضرب دیکر
بارہ بنائے جائیں گے یعنی بھانا کے ترکہ (زمین) کے بارہ حصے برابر بنائے جائیں گے جن سے
عیمجاں اور ہابچاں کو تین تین حصے بھانا باپ کے ترکہ سے آئیں گے اور دو حصے اکبر بھائی
کے ترکہ سے تو ان کے مجموعی طور پر پانچ پانچ حصے بن گئے اور مانا کا حق اپنے بھتیجے اکبر کے
ترکہ سے صرف دو حصے تھے حسب ذیل (یہ مسئلہ مناسخہ ہے)۔

بھانا مسئلہ از ۴ اور بوجہ وفات اکبر مناسخہ ہوا تو تصحیح از ۱۲

| مانا | ہابچاں | عیمجاں |
|----------------|----------------|----------------|
| $\frac{2}{12}$ | $\frac{5}{12}$ | $\frac{5}{12}$ |

سراجیہ وغیرہ۔

رہا انگریزی دستور سے اکبر، ہابچاں، مانا، بختا ور کے نام تمام زمین کا بالترتیب انتقال
تو وہ محض ظلم اور غصب تھا اور جب یکے بعد دیگرے وہ سب فوت ہو چکے ہیں اور عیمجاں اور
ہابچاں جائز حقدار اور وارث زندہ ہیں تو بھانا کی اراضی کے برابر برابر بارہ حصوں سے دس حصے
حسب تفصیل مندرجہ بالا ان کے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ

و اصحابہ و بارک وسلم۔

نوٹ: قبل ازیں دوسرے فریق نے صرف مانا کے ترکہ کا سوال کیا اور جب شرعی جواب
لکھا گیا تو بھانا کی لڑکیوں کا ذکر کیا اور لڑکے کے اکبر کا ذکر کیا بلکہ ظاہر یہ کیا کہ اور کوئی وارث نہیں تھا

تو نوٹ کی صورت میں یہ لکھا گیا کہ بھانا کی لڑکیاں بھانا کی جائداد سے دوہتائی کی حقدار ہیں مگر اب اس سائل نے ظاہر کیا کہ بھانا کا لڑکا بھی تھا تو اس صورت میں حسب تفصیل مندرجہ بالا ان کا حق بڑھ گیا۔ ایسے مسائل میں سائل بعض دفعہ ایر پھیر سے مفاد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، افسران مجاز کا فرض ہے کہ خوب غور سے کام لیں۔

حقوق الفقیر الہو الخیر محمد نور الشدائعی غفرلہ

۲۴ شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ

الاستفتاء

واضح رائے شریف ہو کہ مسمیٰ نیاز احمد کی وفات کے بعد جب چھ مہینے گزرے تو اس کی بنت امیراں فوت ہو گئی، اب بغیر لڑکی کے اس کے پانچ وارث موجود ہیں ایک بھائی سردارا اور دو بہنیں ایک نظراں دوسری سرداراں، ایک عورت الہی سین اور ایک والدہ مہراں۔ ترکہ کیسے تقسیم کیا جائے؟ بتیو اتوجہ رسد۔

متوفی نیاز احمد ذیل

| | | | | | |
|--------|--------|-------|--------|----------|-------|
| اخ | اخت | اخت | بنت | زوجہ | والدہ |
| سردارا | سردارا | نظراں | امیراں | الہی سین | مہراں |
| پدري | پدري | پدري | | | |

اس کی تصدیق کے لئے محمد حیات ولد بالا قوم مہار حصہ دار قائم کے مہار
محمد حیات بقلم خود مستفتی، محمد اسماعیل بقلم خود



مستوفی نیاز احمد کی لڑکی امیراں کا حصہ نصف اور والدہ مہراں کا چھٹا حصہ اور عورت الہی سین
کا آٹھواں، باقی سب سردار اہجائی اور سرداراں، نظراں بہنوں کا ہے۔ حسب قواعد یہ مسئلہ ۱۲ سے
اسیگا اور تصحیح ۹۶ سے ہوگی ہکذا :
نیاز احمد مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۹۶



میت لڑکی امیراں والدہ مہراں زوجہ الہی سین برادر سردارا بہن سرداراں نظراں
۲۸ ۱۶ ۱۲ ۱۰ ۵ ۵
پھر جب امیراں فوت ہوئی تو اس کے وارث صرف اسکی ماں الہی سین اور چچا سردارا ہیں، ماں کا
تیسرا حصہ، باقی سب چچا کا۔ اس کا مسئلہ ۳ سے ہی صحیح ہے ہکذا :

میت امیراں مسئلہ از ۳
والدہ الہی سین چچا سردارا
۱ ۲



اور چونکہ امیراں کا کل مال ۲۸ حصہ ہے تو ماں کا تیسرا حصہ ۱۶ بنے اور چچا کے دو حصے ۳۲ بنے تو ۹۶ سے
ماں کے کل حصے بمع سابقہ ۲۸ بنے اور سردارا کے بمع سابقہ ۲۲ بنے تو اب ہموں کی یہ موت ہے :

نیا زاد احمد ۹۶ حصے مع المناسخہ

میت والدہ مہراں بیوی الہی سین بھائی سردارا بہن سردارا نظراس

۱۶ ۲۸ ۲۲ ۵ ۵

کذا فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام وعلیہ اتم واحکم وصلی

اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

صّوہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ مسئلے شیخ محمد فزت ہوا

اس کے فوت ہونے کے وقت اس کی والدہ مسماۃ ساماں ایک بیوی مسماۃ کرم بھری، ایک لڑکے مسماۃ خورشید، تین حقیقی بہنیں مسماۃ مریم، سلوں، جنت موجود تھیں اور اس کا کوئی لڑکا اور بھائی نہیں اور بعد از چھ ماہ اس کی والدہ ساماں بھی فوت ہو گئی، اب اس کا ترکہ کس طرح تقسیم جائے؟ اس پر کوئی قرض نہیں اور نہ ہی اس نے کوئی وصیت کی ہے۔

نوٹ: مسماۃ ساماں کے حقیقی بھتیجے اور تین لڑکیاں جنت وغیرہ موجود ہیں۔
مستفتی: مسئے علاول بھٹہ

ساکن رتہ کھنہ نزد دیپال پور



اگر سوال صحیح ہے تو مسئے شیخ محمد کے کفن و دفن سے بچے ہوئے کل ترکہ کا چھٹا حصہ والدہ کا ہے اور اٹھواں حصہ بیوی کا اور آدھا لڑکی کا باقی سب تین بہنوں کا ہے حسب القواعد (اصل سند ۲۲ سے اور تصحیح ۲ سے ہے یعنی کل ترکہ کے ۷۲ حصے برابر بنا کر حسب تفصیل ذیل دئے جائیں)

شیخ محمد مسند از ۲۲ تا ۷۲

میت والدہ ساماں بیوی کرم بھری لڑکی خورشید بہن مریم بہن سہلو بہن جنت

$\frac{۱۲}{۷۲}$ $\frac{۹}{۷۲}$ $\frac{۳۶}{۷۲}$ $\frac{۵}{۷۲}$ $\frac{۵}{۷۲}$ $\frac{۵}{۷۲}$

پھر جب مسماۃ ساماں والدہ فوت ہوئی تو اس کے کفن دفن وغیرہ سے بچے ہوتے کل ترکہ کی

دو تہائی حصے اس کی تینوں لڑکیوں کے ہیں اور باقی تیسرا حصہ بھتیجیوں کا ہے۔ سراجیہ میں ہے

السدس مع الولد، والثلثین مع الولد، النصف للواحدة، ولہن الباقی

مع البنات، والثلثان للثنتین فصاعداً، ثم بنوہم۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى اللہ

تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۵ رجبی الاخریٰ ۱۳۷۸ھ

۷۷ یہ اصل سند تین سے آئے گا:

میت ساماں مسند از ۳

۳ لڑکیاں بھتیجے

اور اس کی تصحیح اس لئے نہیں کی گئی کہ بھتیجیوں کی تعداد مذکور نہیں ۱۲ میں سے ۱۳ تصحیح

الاستفتاء

مورث علی صباہ خاں

ست بھرائی

دو بیویاں

لال بی بی

سمنڈ خاں
ممنڈ خاں
مطابق رواج نصف حصہ کے مالک

مشرقی خاں
موسیٰ خاں
مراد خاں
ما بھی خاں
لا ولد

لڑکا احمد خاں
لڑکی مائی صوباں

احمد خاں کی دو بیویاں

روشن بی بی صاحبزادی

لڑکا محمد امین لڑکیاں فجاں بی بی جباں بی بی

وراثت ۱/۴ حصہ محمد امین خاں یعنی نصف حصہ مائی صاحبزادی سوتیلی والدہ بموجب رواج چونکہ وہ فوت ہوئی

وراثت ۱/۴ برقتیگی محمد امین خاں روشن بی بی اور محمد امین خاں کی دای مائی صباہ کے نام چھٹا حصہ

مائی صباہ یعنی محمد امین کی دای کی فوتیگی پر پائی روشن بی بی اور مائی صاحبزادی سوتیلی والدہ کے نام روشن بی بی کی فوتیگی پر کلہم حصہ مائی صاحبزادی کے نام

تین بیویاں

مائی اللہ جوانی جوانی مائی بھرائی

انور خاں مرحوم سجاد خاں

پسر فتح دین سرور خاں علاؤ خاں
مرحوم مرحوم زندہ

ایک لڑکی مائی روشن بی بی والدہ محمد امین خاں مرحوم

نوٹ: انور خاں مرحوم، سجاد خاں مرحوم کی فوتیگی سے بعد مائی روشن بی بی نے انتقال کیا فتح الدین، سرور دین





حسب بیان سائیں علاول خان وغیرہ متوفی احمد خاں کے ورثہ اس کا ایک لڑکا محمد امین خاں، دو لڑکیاں فجاں بی بی۔ رجاں بی بی اور والدہ صباں بی بی، دو بیٹیاں روشن بی بی اور صاحبزادی بوقت وفات احمد خاں زندہ تھے، بعد ازاں محمد امین خاں بچپن میں ہی فوت ہوا اس وقت روشن بی بی مذکورہ اسکی والدہ اور فجاں بی بی، رجاں بی بی بہنیں اور علاول خاں، نور خاں، سجاول خاں پسرانِ ما بھی خاں محمد امین خاں کے پردادے صابے خاں کے پوتے جو اس کے دادے کے حقیقی بھتیجے تھے، موجود تھے پھر روشن بی بی فوت ہوئی اور اسکی دونوں لڑکیاں فجاں بی بی رجاں بی بی اور ایک بھائی علاول خاں مذکور تھے۔ صباں بی بی والدہ احمد خاں قبل از وفات روشن بی بی فوت ہوئی اور اس کی دو پوتیاں فجاں بی بی، رجاں بی بی اور کچھ بھتیجے وغیرہ زندہ تھے حالانکہ سمنڈ خاں، ممنڈ خاں وغیرہ پسرانِ صابے خاں محمد امین خاں کی وفات سے پہلے فوت ہو چکے تھے تو دریافت کیا کہ اس صورت میں مذکورہ بالا ورثہ کے کیا کیا حصے آتے ہیں۔ جو شجرہ نسب منسلک سوال میں درج ہیں تو متوفی احمد خاں کی والدہ کا چھٹا حصہ اور دونوں بیویوں کا آٹھواں حصہ اور باقی حسب دستور لڑکے اور لڑکیوں کا۔ یہ سہ ۲۴ سے آئے گا اور تصحیح ۹۶ سے ہے حسب ذیل:

سہ فجاں بی بی روشن بی بی سے قبل فوت ہو چکی تھی، یہ علاول خاں نے آج بیان دیس ہے۔ نور غفرلہ ۲۵-۳-۶۳

احمد خاں مسد از ۲۴ تصحیح از ۹۶ جو نجلی تقسیمات کے لئے حسب القواعد ۸۶۲۰ بن گئے۔

والدہ صباں بی بی بیوی روشن بی بی بیوی صلاحی زادی لڑکا محمد امین خاں لڑکی فجاں بی بی لڑکی جہاں بی بی

$\frac{16}{1220}$ $\frac{6}{520}$ $\frac{4}{520}$ $\frac{32}{3060}$ $\frac{14}{1530}$ $\frac{14}{1530}$

اور متوفی محمد امین خاں کی والدہ کا چھٹا حصہ اور بہنوں کا تیسرا تیسرا حصہ اور باقی علاول خاں وغیرہ
پسران ماجھی خاں کا جو زندہ تھے۔ یہ سکہ ۶ سے آئے گا اور تصحیح ۱۸ سے ہوگی مگر حسب القواعد ۸۶۲۰ سے
محمد امین کا حصہ لے کر تقسیم صحیح ہوگی، حسب ذیل :

محمد امین خاں مسد از ۹ تصحیح از ۱۸ اور والد کی وراثت سے اسکے مافی الید ۳۰۶۰ تھے۔

والدہ بہن بہن پردے کا پوتا پردے کا پوتا پردے کا پوتا

روشن بی بی فجاں بی بی رجاں بی بی علاول خاں انور خاں سجاد خاں

۵۰ ۱۰۲۰ ۱۰۲۰ ۱۴۰ ۱۴۰ ۱۴۰

بعدہ صباں بی بی کی دونوں پوتیوں کا تیسرا تیسرا حصہ اور باقی بھتیجے وغیرہ کا سکہ ۳ سے آئیگا
حسب ذیل :

صباں بی بی مسد از ۳ اور اس کے قبضے میں ۱۲۲۰ تھے

پوتی فجاں بی بی پوتی رجاں بی بی بھتیجے وغیرہ

۲۸۰ ۲۸۰ ۲۸۰

اور جب فجاں بی بی فوت ہوئی تو اس کا مسدہ روید از ۵ ہے، ۲ حصے اس کی والدہ روشن بی بی کے
اور تین حصے اس کی بہن رجاں بی بی کے اور اس کے پاس مافی الید ۳۰۳۰ تھے حسب ذیل :-

فجاں بی بی مسد از ۵ مافی الید ۳۰۳۰

والدہ روشن بی بی بہن رجاں بی بی

۱۸۱۸

۱۲۱۲



آخر میں جب روشن بی بی فوت ہوئی تو اس کے مال سے نصف اس کی لڑکی
رجاں بی بی کا اور باقی نصف اس کے بھائی علاول خاں کا ہے اور کل اس کے مافی الیہ ۲۲۶۲ تھے
حسب ذیل :

| روشن بی بی مسئلہ ۲ مافی الیہ ۲۲۶۲ | |
|-----------------------------------|-------------|
| لڑکی | برادر حقیقی |
| رجاں بی بی | علاول خاں |
| ۱۱۳۱ | ۱۱۳۱ |

اب حسب بیان سائلین جو زندہ ورثاء ہیں ان کے حصص یوں ہیں :

| الاحیاء | | | | | اموات |
|---------------------|-------------------|-------------------|-------------------|----------------------|-------|
| رجاں بی بی صاحبزادی | علاول خاں | انور خاں | سجاد خاں | سباں کے بھتیجے وغیرہ | |
| ازورثت والد | ازورثت محمدین خاں | ازورثت محمدین خاں | ازورثت محمدین خاں | ازورثت محمدین خاں | |
| ۱۵۳۰ | بھتیجا | بھتیجا | بھتیجا | بھتیجا | |
| ازورثت بھائی | ۱۴۰ | ازورثت | ازورثت | ازورثت | |
| ۱۰۲۰ | ہمیشہ روشن بی بی | | | | |
| ازورثت دادی | ۱۱۳۱ | | | | |
| ۲۸۰ | | | | | |
| ازورثت ہمیشہ | | | | | |
| ۱۸۱۸ | | | | | |
| ازورثت والدہ | | | | | |
| ۱۱۳۱ | | | | | |
| ۵۹۷۹ | ۵۲۰ | ۱۳۰۱ | ۱۴۰ | ۱۴۰ | ۲۸۰ |

نوٹ : شریعت اسلامیہ کی رو سے اگر کوئی وارث اپنے مورث کی وفات کے وقت

مرتد ہو چکا ہے مثلاً عیسائی وغیرہ بن چکا ہے تو وہ حصہ وراثت نہیں پاسکتا اور محروم رہتا ہے
تو اگر ان مذکورہ بالا میں سے کوئی ایسا ہو تو محروم رہے گا اور دوسرے اس کے ہم درجہ
کے حصے بھی بدل جائیں گے کذا فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علم جل مجدہ اتم واحکم و صلی
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۸ رذی القعدہ المبارکہ ۱۴۲۸ھ

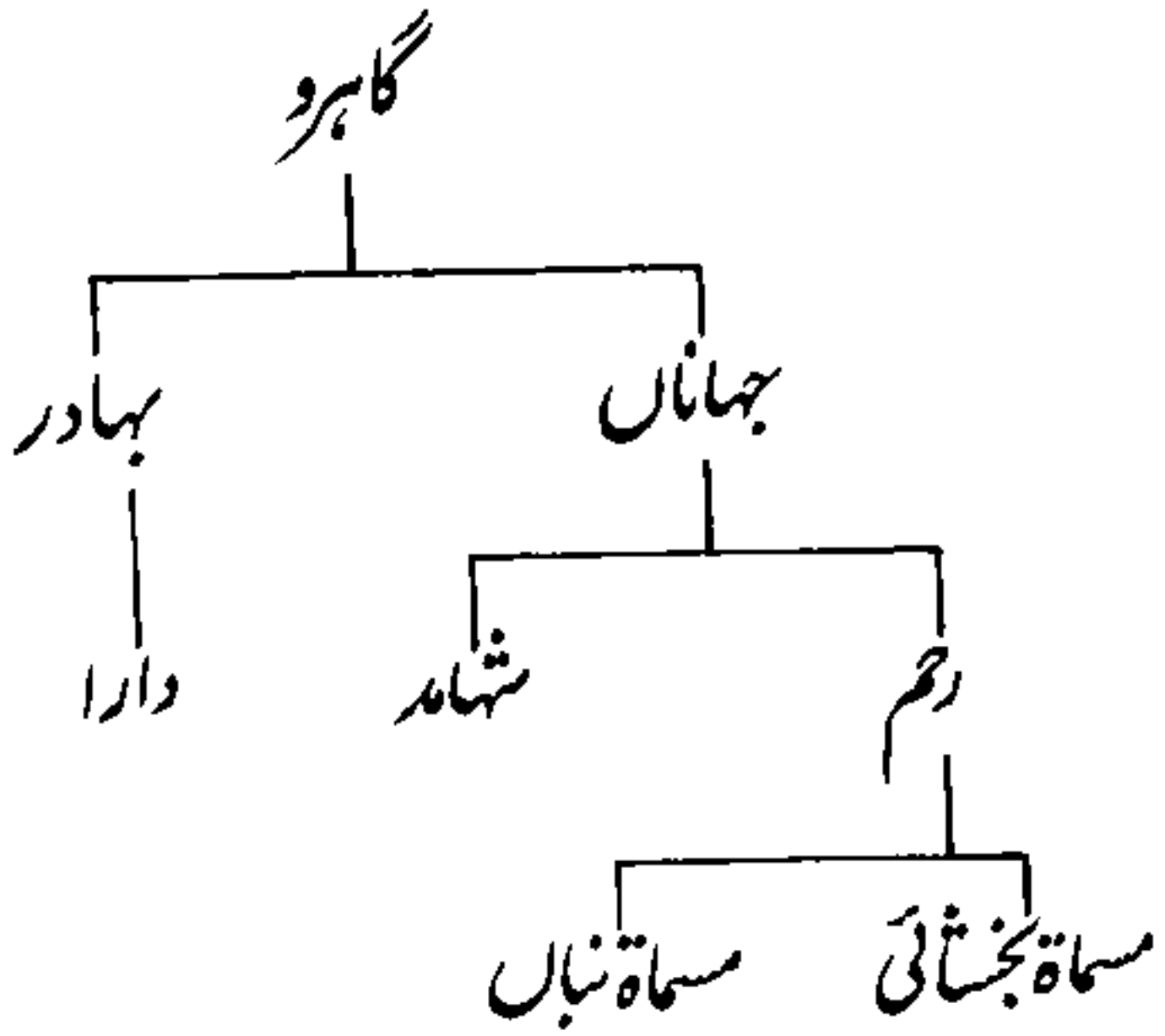
بروز التوار

الاستفتاء

بھنو جناب حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعمتی مہتمم العلوم خفیفہ فرید بصیر پوشہ شریعت ضلع مظفر
درخواست برادر یافت حکم شرع نسبت تقسیم جائیداد منقولہ بصوت ذیل

جناب عالی!

۱۔ یہ کہ مسلمان بہادر، جہانماں پسران گہر و بخت، بہادر کا ایک لڑکا مسلمان دارانامی ہے اور جہانماں
کے دولڑکے مسلمان رحم و شہادت تھے۔



۲ : یہ کہ رحم مذکور شادی شدہ تھا اور اس کے نطفہ سے دو لڑکیاں مسماۃ بنجستانی و مسماۃ نبال تھیں جو کہ ان دو لڑکیوں اور اپنی بیوی کو تقریباً آٹھ راس بکریاں چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ اس وقت اس کا بھائی شہادہ کنوارہ تھا مگر اپنے بھائی متوفی سے علیحدہ تھا۔

۳۔ یہ کہ رحم کے فوت ہو جانے کے بعد شہادہ مذکور نے اپنی بیوہ بھاج کا نکاح کر لیا۔ بھتیجیوں اور جائیداد منقولہ کو بھی حاصل کر لیا اور کچھ عرصہ بعد خود بھی فوت ہو گیا۔ اس کے اپنی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ جائیداد میں پچانوے راس بھیر و بکری چھوڑ کر فوت ہوا جس میں رحم متوفی کی مذکورہ بکریاں اور ان کے بچے جن کی تعداد کا علم نہیں شامل ہیں۔

۴ : شہادہ کی وفات سے پہلے اس کی بیوی جو کہ لڑکیاں کی والدہ تھی وہ بھی فوت ہو چکی تھی۔ اب شہادہ کی وفات پر یتیم بچیوں کو جمعہ محلہ جائیداد مذکورہ ان کے نانکے اپنے پاس لے گئے اور وہ بمع جائیداد اپنے حقیقی نانا دوسا کے پاس ہیں اور ان کی نانی ان کی ماں و زبیراں سے پہلے فوت ہو چکی تھی۔

۵ : یہ کہ اب دارا مذکور جو کہ مسماۃ بنجستانی، مسماۃ نبال و خیران رحم متوفی کا رشتہ میں تالیف ہے اور یک جدی ہے، جائیداد مذکورہ و لڑکیاں مذکورہ کی واپسی کا مطالبہ کر رہا ہے،

دونوں لڑکیاں نابالغ ہیں۔

بذریعہ درخواست ہذا ملتس ہوں کہ اندریں حالات مذکورہ جائیداد اور لڑکیوں پر مسمی دار اندکور اور لڑکیوں کے ناما مسمی دوسہ مذکور کا کہاں تک حق ہے؟ واضح فرمایا جاوے
حضرت کی عین نوازش ہوگی۔

نوٹ: مسمی بہادر رحم سے پہلے فوت ہو چکا تھا اور رحم اور شہادہ کی کوئی بہن نہیں تھی۔
المرقوم ۹ جون ۱۹۵۹ء

عرض
سائل، فلک شیر ولد محمد قوم ہریکے وٹوساکن ہریکے نو آباد تحصیل سیالپور ضلع مظفری
نشان انگٹھ سائل مذکور



مسمی رحم کے وارث اس کی دو لڑکیاں اور ایک بیوی اور ایک بھائی شہادہ تھے
اور دارا رحم کا وارث نہیں تھا اور وارثوں کے حصے رحم کے ترکہ میں حسب ذیل تھے، دونوں
لڑکیاں ۲/۳ اور بیوی ۱/۳ اور بھائی کا باقی سب بھیر جب وزیراں فوت ہوئی تو اس کے وارث اس کی
دونوں لڑکیاں اور اس کا باپ اور دوسرا خاوند شہادہ تھے لڑکیوں کے ۲/۳ اور باپ کا ۱/۳ اور خاوند
کا ۱/۳ اور دارا کا کوئی حق نہیں تھا تو مسماۃ وزیراں کے فوت ہونے پر مسمی رحم کی چھوڑی ہوئی
کل جائیداد کے حصے اور حقدار حسب ذیل تھے (حسب قواعد اسکی کل جائیداد کے ۳/۴ حصے)

مسمیٰ رحم بعد از اس کی بیوی زرا

بختائی نیاں دخترانِ رحم اور وزیراں دوسا، والدِ زیراں شہادہ برادرِ حقیقی رحم اور زیراں کا خاؤ
 $\frac{116}{312}$ $\frac{116}{312}$ $\frac{6}{312}$ $\frac{42}{312}$

مسماة بختائی اور نیاں یتیم بچیوں کے یہ ۱۱۶ اور ۱۱۶ کل ۲۳۲ حصے خالص ان دونوں کا حق ہے اس میں سے کوئی نانا یا چچا ایک پیسہ بھی اپنے لئے نہیں لے سکتا اور دوسا کے چھ حصے بھی اسی کا حق ہیں اور شہادہ کے یہ ۷۴ حصے جو رحم کی جائداد سے اسے ملے اور اس کی دوسری کل جائداد منقولہ اور غیر منقولہ ان سب کا وارث بعد از وفاتش دار اولد بہادر بنا، شہادہ کے ترکہ سے بختائی اور نیاں یتیم بچیوں کو کچھ نہیں ملے گا (کسافی السراجیۃ وغیرہا)۔

جب یہ سب حق واضح ہوئے تو معلوم ہوا کہ دار اند کو شہادہ کے کل ترکہ (جس میں رحم کی جائداد سے ۷۴ حصے بھی شامل ہیں) کا حقدار ہے اور اپنے اس حق کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے مگر لڑکیوں کی واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتا کہ وہ لڑکیوں کی پرورش نہیں کر سکتا بلکہ یہ دوسا نانا کا ہی حق ہے ہدایہ، فتح القدیر، عنایہ ج ۲ ص ۱۸۷، شرح الوفاہ ج ۲ ص ۱۶۹، تبیین الحقائق، شلبی ج ۳ ص ۲۸، ملتقى البحر، مجمع الانهر، در المنشی ج ۱ ص ۲۸۲، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۹، شامی ج ۲ ص ۸۷۹، عقود الدریہ ج ۱ ص ۶۲، ہندیہ ج ۲ ص ۱۲۱ میں ہے (والنظم منها) والصغيرة لا تدفع اليه۔ یعنی چھوٹی بچی غیر محرم عصبات (جیسے چچوں کے لڑکے) کے سپرد نہ کی جائے نیز فتاویٰ عالمگیری کے اسی صفحہ میں ہے لاحق لغیر المحرم فی حضانتہ الجاریۃ یعنی غیر محرم کے لئے لڑکی کی پرورش میں کوئی حق نہیں۔

فتاویٰ قاضیخان ص ۱۹۲ میں ہے لاحق لابن العمرفی حضانتہ الجاریۃ

عہ ونحوہ فی البدائع ج ۲ ص ۲۳ ونصہ وان کان جاریۃ فلا تسلما لیه لانہ لیس بمحرم منها لانہ یجوز لہ نکاحہا فلا یؤتمن علیہا ۱۲ منہ غفرلہ



عقود الدریہ ج ۱ ص ۶۲ میں ہے لاحق لابن العم وابن الخال فی کفالة الجارية
شامی ج ۲ ص ۸۷۹ میں ہے لاحق لابن العم فی الجارية مطلقاً
اس سب کا حاصل یہ کہ چچا کا لڑکا پرورش نہیں کر سکتا کہ غیر محرم ہے تو باپ کے
چچے کا لڑکا (دار اولد بہادر) کیونکر پرورش کر سکتا ہے کہ وہ بھی غیر محرم ہے اور نسبتاً دور کا رشتہ دار ہے
اور نانا چونکہ محرم ہے تو پرورش کر سکتا ہے۔ شامی ج ۲ ص ۸۷۹، عقود الدریہ ج ۱ ص ۶۲ میں ہے
(والنظم منها) فالحضنة للجد لام لان۔ رحم محرم کہ اس صورت میں پرورش
نانے کا حق ہے کہ وہ ایسا سگاہے جو محرم ہے۔

حاصل یہ کہ دارالترکیوں کا نامحرم ہے، ترکیوں کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے لہذا ترکیوں
کی پرورش کا حق نہیں رکھتا اور نانا محرم ہے اور نانے سے قریب کوئی اور محرم ہے نہیں تو نانا ہی
مقدار ہے لہذا ترکیاں اسی کے پاس رہیں۔

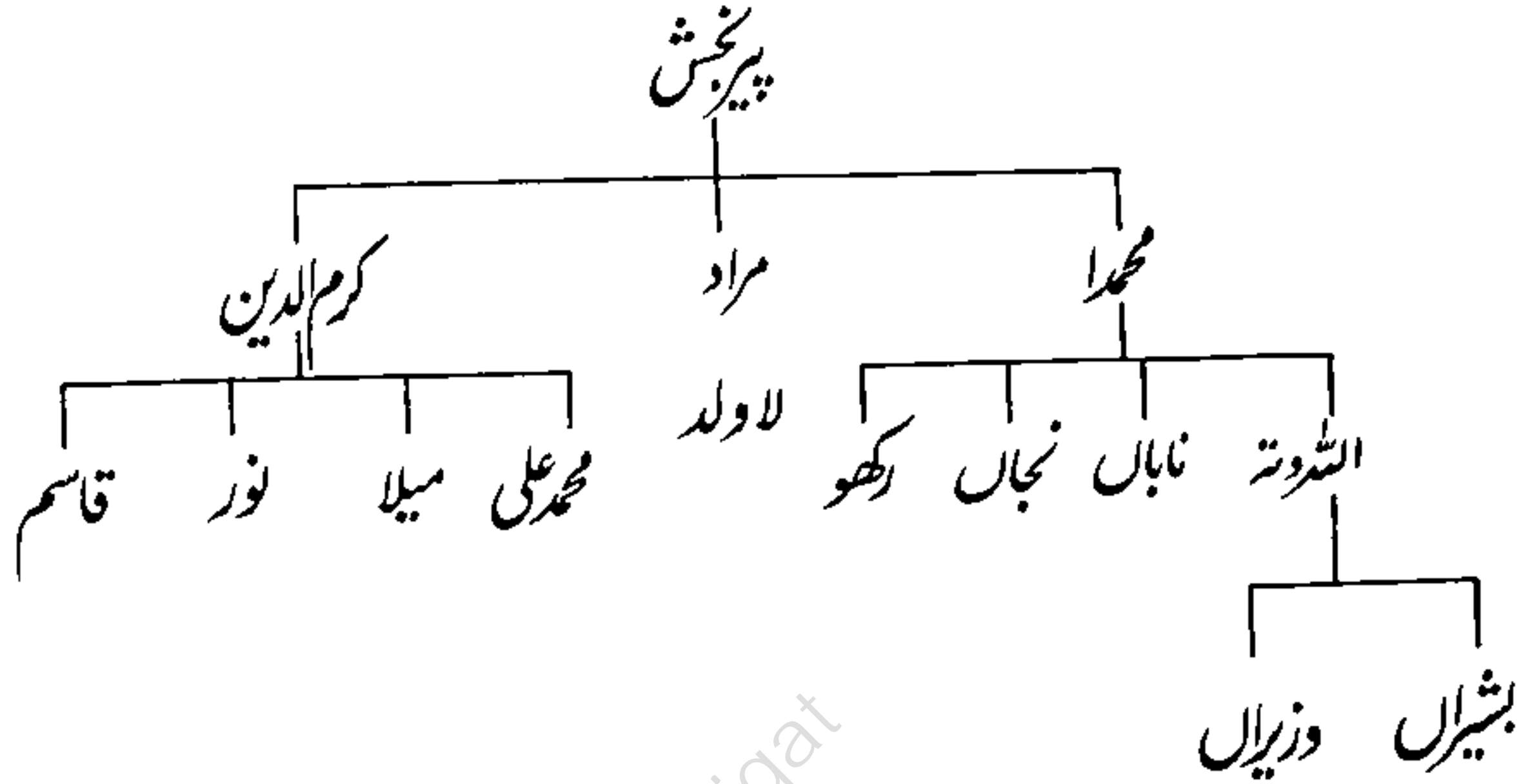
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۷ رذی الحجۃ المبارک ۱۳۷۸ھ بروز پیر

الاستفتاء

مسمی اللہ ولد محمد اجب فوت ہوا اس وقت اسکی بیوی راج بخت اور دو بیٹی بہنیں
بچاں اور رکھو اور تین چچا زاد بھائی مسیان میلا، نور، قاسم اور دو لڑکیاں مسماۃ بشیراں اور وزیراں زندہ

تھے بعد ازاں اس کی لڑکی بشیراں فوت ہو گئی اور پھر دوسری لڑکی وزیراں بھی فوت ہو گئی تو اسکی جائداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ نیز اسکی ایک بہن ناباں بھی تھی جو اس سے پہلے فوت ہو گئی اور یونہی اس کا چچا زاد محمد علی بھی اس سے پہلے فوت ہو چکا تھا، شجرہ نسب حسب ذیل ہے :



السائل : خوشی محمد از چک ۵ تحصیل دیپال پور ضلع مظفر گڑھی



الشہوتہ کے ترکہ سے راج بخت بیوی کا آٹھواں حصہ ہے اور دونوں لڑکیوں کیلئے دو تہائی اور باقی سب دونوں بہنوں کا ہے اور چچا زاد بھائیوں کے لئے الشہوتہ کے ترکہ میں کوئی حصہ نہیں۔ پھر جب لڑکی بشیراں فوت ہوئی تو اس کے وارث اس کی ماں اور بہن وزیراں اور میلا، نور، قاسم جو اس کے والد کے چچا زاد ہیں، ماں کا تیسرا حصہ اور بہن کا نصف اور باقی

تینوں چچوں کا حق ہے۔

بعد ازاں جب دوسری لڑکی وزیراں بھی فوت ہوئی تو اس کے وارث اسکی ماں راج بخت اور میلا، نور، قاسم چچے ہیں، ماں کا تیسرا حصہ ہے اور باقی سب چچوں کا ہے تو حسب القواعد اللہ دتہ کے ترکہ کے کل حصے چار سو بیس^{۲۳۲} نہیں گئے جن میں سے راج بخت کو ایک صد چوبیس حصے ملیں گے اور مسماۃ نجباں اور رکھو کو پینتالیس^{۲۵} پینتالیس^{۲۵} حصے اور میلا، نور، قاسم کو چھپن^{۵۶} چھپن^{۵۶} حصے ملیں گے مسماۃ راج بخت، اللہ دتہ خاوند اور بشیراں، وزیراں لڑکیوں کی وارث ہے لہذا اس کا حق تین طرح ثابت ہو گیا اور نجباں رکھو صرف اپنے بھائی اللہ دتہ کی وارث ہیں تو ان کا حق ایک ایک مرتبہ ہے اور مسماۃ میلا، نور، قاسم مسماۃ بشیراں اور وزیراں دونوں کے وارث ہیں، ان کے لئے دو دو مرتبہ حق ثابت ہوا یہ مسئلہ مناسخہ کا ہے اور یہ جواب سراجیہ وغیرہ سے ہے جو مذہب حنفی کی معتبر کتابیں ہیں تقسیم کی صورت حسب القواعد مندرجہ ذیل ہے:

اللہ دتہ مسئلہ از ۲۴ تصحیح از ۲۸، بعد ازاں بشیراں فوت ہوئی تو اس کا مسئلہ از ۶ تصحیح از ۸ اور جب حسب قاعدہ ۹ کو ۲۸ سے ضرب دی گئی تو ۲۳۲ ہوئے پھر جب وزیراں فوت ہوئی تو اس کا مسئلہ از ۶ تصحیح از ۹ اور ہم در مسئلہ راج بخت بیوہ اللہ دتہ نجباں، اللہ دتہ کی بہن رکھو، اللہ دتہ کی بہن میلا نور قاسم، اللہ دتہ کے چچا زاد بھائی

| | | | | | |
|-----|-----|-----|-----|-----|-----|
| ۱۷۲ | ۲۵ | ۲۵ | ۵۶ | ۵۶ | ۵۶ |
| ۲۳۲ | ۲۳۲ | ۲۳۲ | ۲۳۲ | ۲۳۲ | ۲۳۲ |

نوٹ: وارث وہ ہوتا ہے جو بوقت وفات میت زندہ ہو لہذا مسماۃ ناباں اور محمد علی

وارث نہیں۔

نوٹ: میت کے کفن، دفن کے اخراجات اور یونہی اگر قرض ہو تو اس کے ادا کرنے کے بعد وارثوں کا حق بنتا ہے۔ یونہی اگر میت نے وصیت کی ہو تو ایک تہائی تک پوری کرنے

کے بعد جو مال بچے اس میں وارثوں کے حصے ہوا کرتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ و

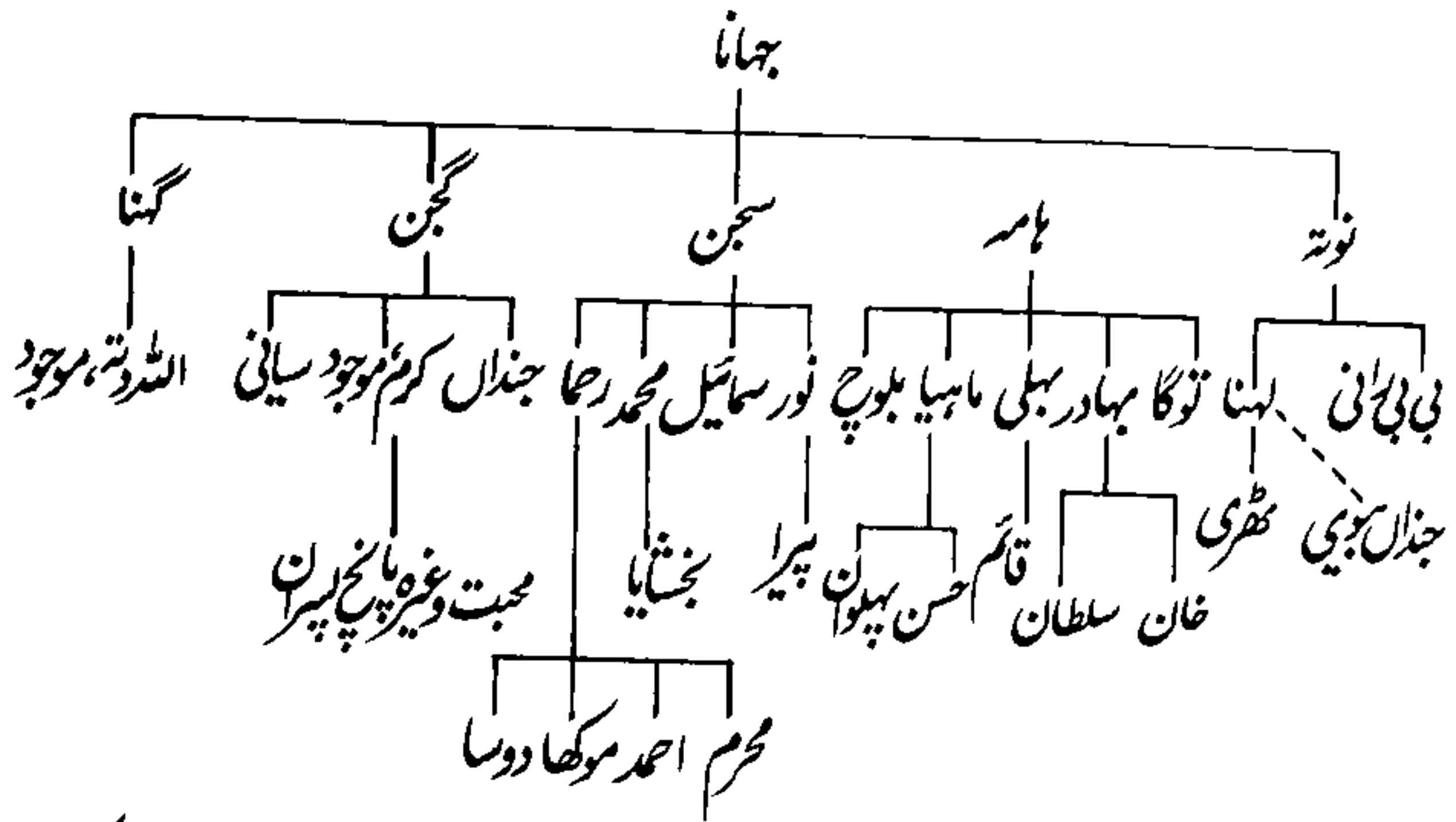
واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۹ صفر المظفر ۱۳۸۱ھ مطابق ۶۱-۶۰-۳۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ مسئلے لہنا برطانوی دور میں فوت ہوا حالانکہ اس کا کوئی لڑکا یا بھائی نہیں تھا اور ایک بہن بی بی رانی تھی جو پہلے فوت ہو چکی تھی اور والدین بھی پہلے فوت ہو چکے تھے ہاں لہنا کے حقیقی دو چچوں گجن اور گہنا کے لڑکے مسلمان کرم اور اللہ دتہ موجود تھے اور اب بھی ہیں اور باقی دو چچوں ہامد اور سجن کے لڑکے سب فوت ہو چکے تھے ہاں انکے پوتے سلطان وغیرہ زندہ تھے اور اب بھی ہیں تو انگریزی قانون کے مطابق لہنا کی کل جائداد کا انتقال اس کی بیوہ جنڈاں کے نام ہو گیا اور پھر جنڈاں کے فوت ہونے پر اس کی لڑکی ٹھری کے نام انتقال ہو گیا اب سماء ٹھری بھی فوت ہو گئی ہے حالانکہ اس کی بھی کوئی اولاد نہیں ہاں خاوند مسئلے محبت موجود ہے اور باپ کے لڑکے کرم اور اللہ دتہ اور چچوں کے پوتے سلطان وغیرہ بھی موجود ہیں نیز جنڈاں فوت ہوئی تھی تو اس کی صرف ایک لڑکی ٹھری اور ایک بھائی کرم اور ایک بہن سیانی موجود تھے۔ شجرہ نسب حسب ذیل ہے :



تو اب مسماۃ مٹھری کے فوت ہونے کے بعد مسماۃ لہنا مذکور کی جائداد کا کون کون وارث ہے، شرعی وضاحت سے جواب دیں۔

نوٹ : توگا، ہامہ وغیرہ پانچوں حقیقی بھائی ہیں اور یونہی کرم اور جنداں، سیانی یہ تینوں حقیقی بہن بھائی ہیں۔

اساتل : کرم ولد گجن چک ۲۲ تحصیل دیپال پور ۶۲-۳-۵



مسماۃ لہنا کے وارث اس کی بیوی جنداں اور لڑکی مٹھری اور کرم اور الشردتہ چچا زاد بھائی ہیں، بیوی کا آٹھواں حصہ اور لڑکی کا نصف اور باقی کرم اور الشردتہ کا بھتہ مساوی ہے



اور سلطان وغیرہ جو چچوں کے پوتے ہیں وہ چچا زاد بھائیوں کی موجودگی میں عصباتِ بعیدہ ہیں اور وارث نہیں۔ بعد ازاں جب جنذاں فوت ہوتی تو اس کے وارث اس کی لڑکی ٹھری اور کرم بھائی اور سیانی بہن ہے، لڑکی کا نصف اور باقی نصف کی دو ہتائی بھائی اور ایک ہتائی بہن کا حق ہے پھر جب مسماۃ ٹھری فوت ہوتی تو اس کے وارث اس کا خاوند محبت اور کرم اور اللہ دتہ باپ کے چچا زاد عصباتِ قریب ہیں۔ خاوند کا نصف اور باقی کرم اور اللہ دتہ کا بھٹہ مساوی ہے اور حسب القواعد یہ مسئلہ ۱۹۲ سے آئے گا یعنی مسئلے لہنا کی کل جائداد کے کل ۱۹۲ حصص مساوی بنانے سے تقسیم صحیح ہوگی حسب ذیل :-

پہلے لہنا فوت ہوا تو مسئلہ از ۸ تصحیح از ۱۶ پھر جنذاں فوت ہوئی تو مسئلہ از ۶ تصحیح از ۲۸
پھر ٹھری فوت ہوئی تو مسئلہ از ۲۲ اور تصحیح از ۱۹۲

| کرم | اللہ دتہ | سیانی | محبت | سلطان وغیرہ |
|-----|----------|-------|------|-------------|
| ۱۶ | ۶۳ | ۲ | ۵۲ | محرم |
| ۱۹۲ | ۱۹۲ | ۱۹۲ | ۱۹۲ | |

کما فی السراجیۃ وغیرہا حسب احکام القرآن الکریم والاحادیث الشریفۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ و

اصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۸ ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ

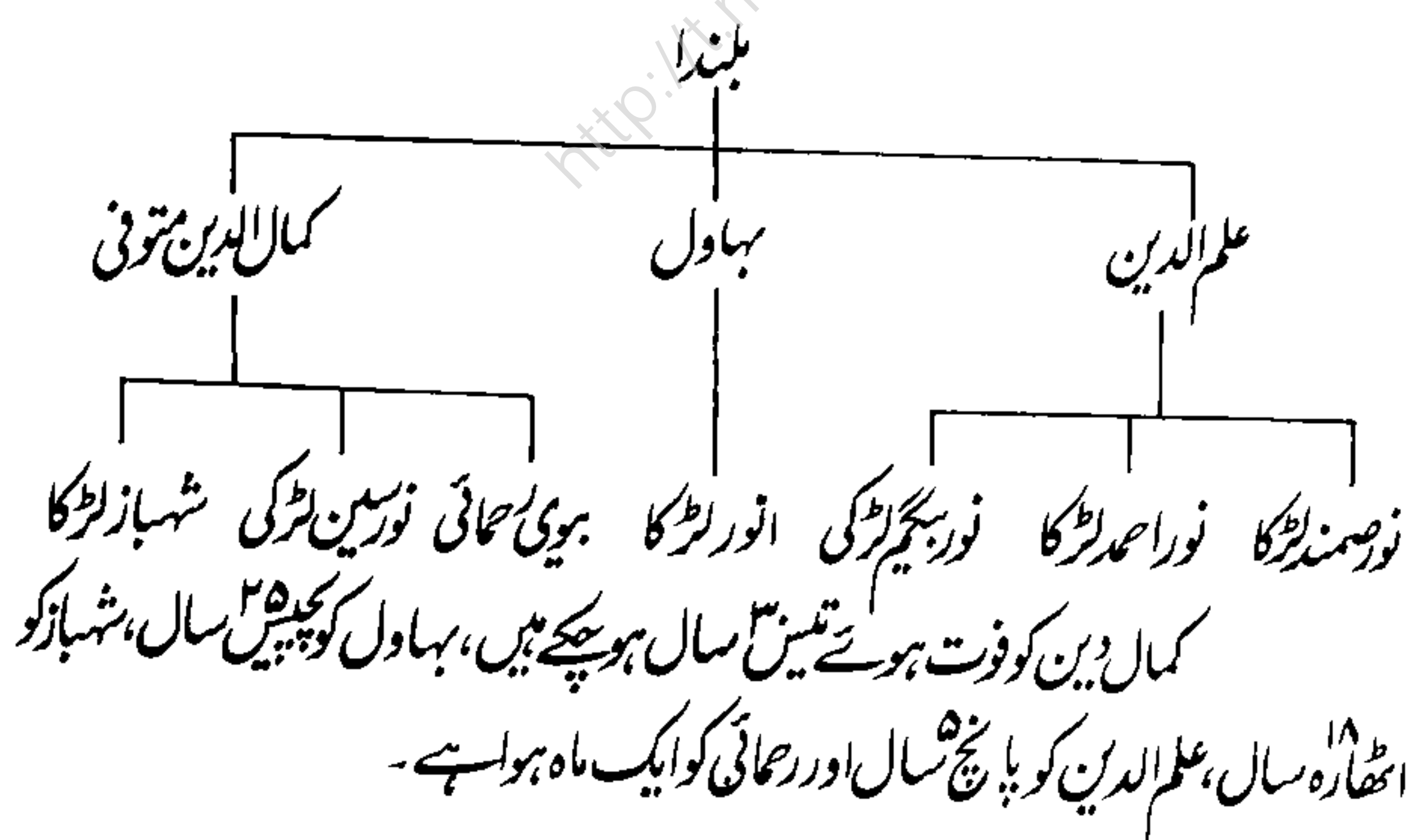
مطابق ۷ مارچ ۱۹۶۲ء



الاستفتاء

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ کمال دین متوفی کی جائیداد کو کس طرح تقسیم کیا جائے گا جب وہ فوت ہوا تو اس کا ایک لڑکا شہباز، ایک لڑکی نورسین، بیوی مسماۃ رحمانی، دو بھائی بہاول و علم الدین چھوڑ کر فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی بہاول فوت ہو گیا اور ایک لڑکا نور چھوڑ گیا۔ اس کے بعد شہباز فوت ہو گیا اور ماں رحمانی، بہن نورسین، چچا علم الدین اور چچا زاد بھائی نور چھوڑ گیا۔ اس کے بعد علم الدین دو لڑکے نور صمد و نور احمد اور ایک لڑکی نور بیگم چھوڑ کر فوت ہو گیا، اس کے بعد رحمانی فوت ہو گئی ہے، شجرۂ نسب حسب ذیل ہے :-



نوٹ : سائل نور صمد نے زبانی بیان کیا کہ متوفی شہباز شادی شدہ نہیں تھا اور مسماۃ رحمانی کا صرف ایک بھائی اور ایک بہن سوتیلی ہیں یعنی اس کے باپ کے ہیں اور اس نے کسی اور سے

نکاح نہیں کیا۔ بینوا توجروا۔

استغفرنی، اے سید غلام رسول غفرلہ! ارحم علی لکھا برائے نور محمد
نشان انگوٹھا نور محمد ۰



یہ مسئلہ مناسخہ کا ہے یعنی تقسیم سے پہلے ہی ورثہ یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے تو حسب القواعد اس کی تصحیح سات سو بیس سے ہوگی۔ متوفی اول کمال دین کی جائیداد کے سات بیس حصوں سے اس کی بیوی کا آٹھواں حصہ ۲/۹ اور باقی کی دو تہائی ۲/۲ لڑکے کے اور ایک تہائی ۲/۲ لڑکی کے ہیں۔ بعد ازاں شہباز فوت ہوا تو اس کے پاس اپنے باپ کی جائیداد سے شرعاً ۲/۲ تھے تو اس کی ماں کا تیسرا حصہ ۱/۲ اور بہن کا نصف ۱/۴ اور باقی کل ۲/۴ چچا علم الدین کے ہیں۔ بعد ازاں رحمانی فوت ہوئی تو اس کے پاس اس جائیداد سے خاوند اور لڑکے کی وراثت سے کل ۲/۳ تھے تو اس کی لڑکی کا نصف ۱/۴ اور باقی اس کے سوتیلے بہن اور بھائی کا ہے، بھائی کے دو حصے اور بہن کا ایک حصہ ہے اور جب علم الدین فوت ہوا تو اس کے پاس اس جائیداد سے ۲/۳ تھے جو اس کے دو لڑکوں اور ایک لڑکی کا حق ہے، لڑکے لڑکے کو ۲/۸ اور لڑکی کو ۱/۴ ملیں گے حسب ذیل :-



الاموات (مرے) کمال دین۔ شہباز۔ علم الدین۔ رحمائی، تصحیح از سات صد بیس۔
الاحیاء (زندے) نور بنین، جاگیر اور حسنا، رحمائی کے بھائی بہن۔ نور صمند، نور احمد، نور بیگم،
نور۔
 $\frac{535}{420}$ $\frac{115}{420}$ $\frac{28}{420}$ $\frac{28}{420}$ $\frac{12}{420}$

مستے انور اس لئے محروم ہے کہ اس کا باپ بہاول شہباز سے پہلے فوت
ہو گیا تھا والمسائل مصرح بھائی السراجیۃ وغیرہا۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ
واسحبہ وبارک وسلم۔

نوٹ، سائل نے کئی بار دریافت کرنے کے باوجود بھی بعد میں جا کر بتایا کہ مسماۃ رحمائی
کے بہن بھائی بھی ہیں لہذا ان دونوں کے حصے مشترکہ لکھے ہیں۔ اگر ان کے الگ الگ حصے
حصے معلوم کرنے ہوں تو تین کو سات صد بیس میں ضرب دے کر حصے بنائے جائیں تو
کل دو ہزار یکصد ساٹھ حصے بنیں گے جن میں سے رحمائی کے حصے تین صد پینتالیس ہونگے
اور اس کے بھائی جاگیر کے $\frac{230}{420}$ اور بہن سنی کے $\frac{115}{420}$ بنیں گے۔
واللہ تعالیٰ اعلم

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

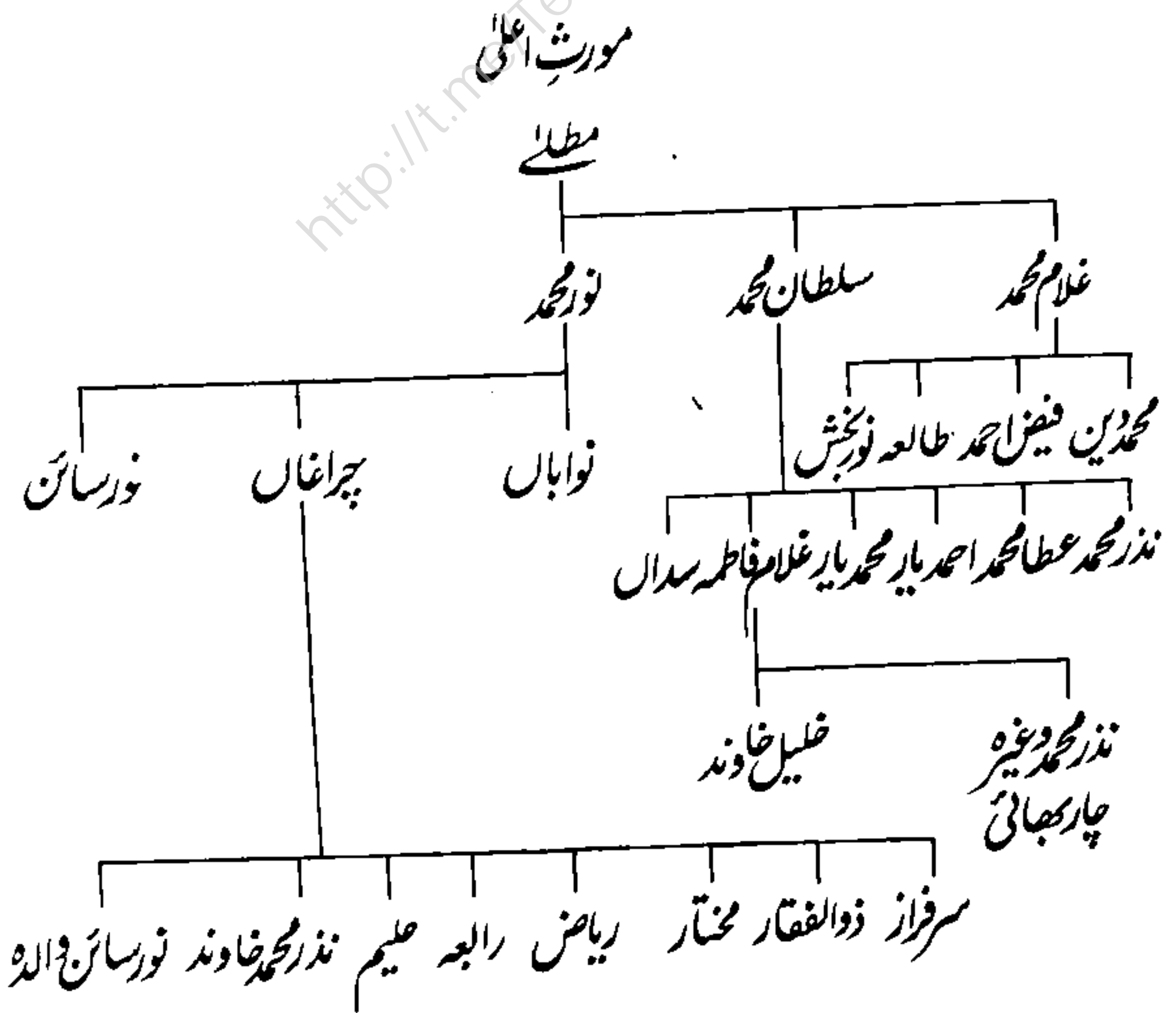
۲ ماہ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ ۱۸-۱-۲۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ مستے نور محمد ولد



مطلی فوت ہوا اس کی ایک بیوی اور دو لڑکیاں اور دو حقیقی بھائی زندہ تھے، بعد ازاں اس کا بھائی غلام محمد فوت ہوا، اس کے دو لڑکے ایک لڑکی اور ایک بیوی موجود تھے، بعد ازاں نور محمد متوفی کی لڑکی نواباں فوت ہوئی جس کی ایک بہن اور ماں اور چچا زندہ تھے، بعد ازاں سلطان محمد برادر نور محمد فوت ہوا، اس کے چار لڑکے اور ایک لڑکی اور ایک بیوی موجود تھے، بعد ازاں اس کی بیوی سداں، چار لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ کر فوت ہوئی، بعد ازاں اس کی لڑکی غلام فاطمہ، چار بھائی اور خاوند چھوڑ کر فوت ہوئی نیز مسمیٰ غلام محمد کی بیوی مسماۃ نور بخش، دو لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ کر فوت ہوئی اور سب کے بعد مسماۃ پیراغاں دختر نور محمد فوت ہوئی، اس کی والدہ اور خاوند مسٹے اخیل، دو لڑکے، چار لڑکیاں زندہ تھے شجرہ حرب ذیل ہے :-



تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ متوفی نور محمد کا ترکہ شجرہ مندرجہ بالا کے موجود افراد
میں کس طرح تقسیم کیا جائے۔ بینوا توجروا
السائل: نذر محمد ولد سلطان محمد سکنہ موضع بلاڑہ ڈاکخانہ کلیانہ تحصیل پاکپتن شریف ضلع ساہیوال
دستخط بحروف اردو نذر محمد ۲۴/۲



نور محمد کی لڑکیاں نواباں اور چراغاں دوہتائی کی مالک تھیں اور نور سائن ۸ حصہ
کی اور باقی غلام محمد و سلطان محمد بھائیوں کا تھا حسب ذیل:

نور محمد مسدہ از ۲۲ تصحیح از ۲۸

نور سائن بیوی ۶ چراغاں ۱۶ نواباں لڑکیاں ۱۶ غلام محمد ۵ سلطان محمد ۵
بعد ازاں غلام محمد فوت ہوا تو اس کی بیوی کا ۱/۸ حصہ اور باقی لڑکی کا ایک حصہ اور لڑکوں کے
دو حصے حسب ذیل:

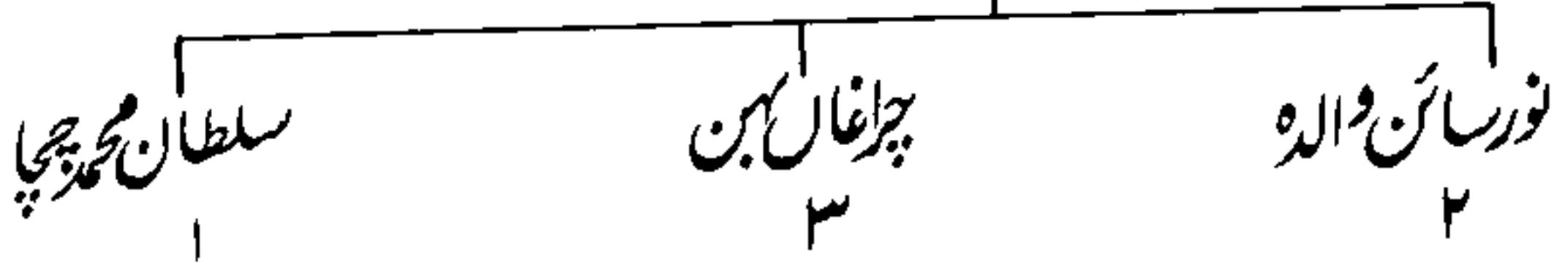
غلام محمد مسدہ از ۸ تصحیح از ۲۰

نور بخش بیوی ۵ محمد دین ۱۲ فیض احمد لڑکے ۱۲ طالعہ لڑکی ۷



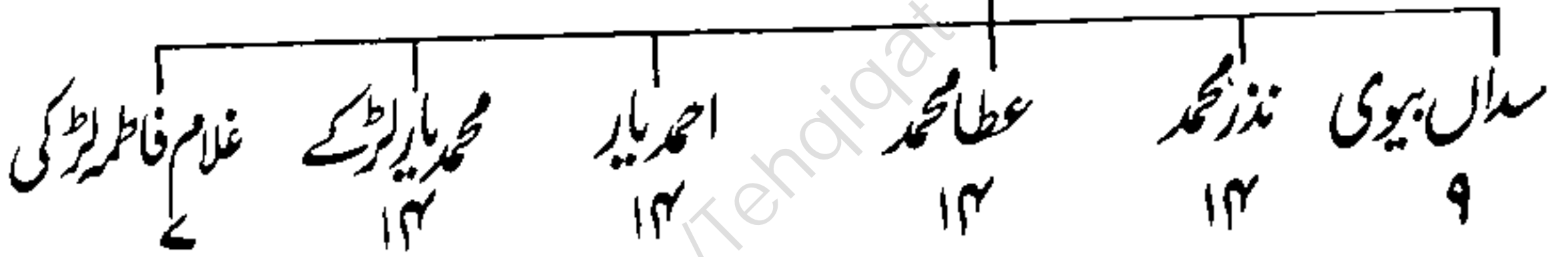
بعد ازاں مسماۃ نواباں فوت ہوئی تو اس کی ماں کے لئے ۳ اور چراغاں بہن کا نصف اور باقی سلطان محمد چچا کا حق تھا حسب ذیل :

نواباں مسئلہ توضیح از ۶



بعد ازاں سلطان محمد فوت ہوا تو اس کی بیوی کا حق آٹھواں حصہ اور باقی سے لڑکی کا ایک حصہ اور چار لڑکوں کے دو دو حصے حسب ذیل :

سلطان محمد مسئلہ از ۸ یہ تصحیح از ۷۲



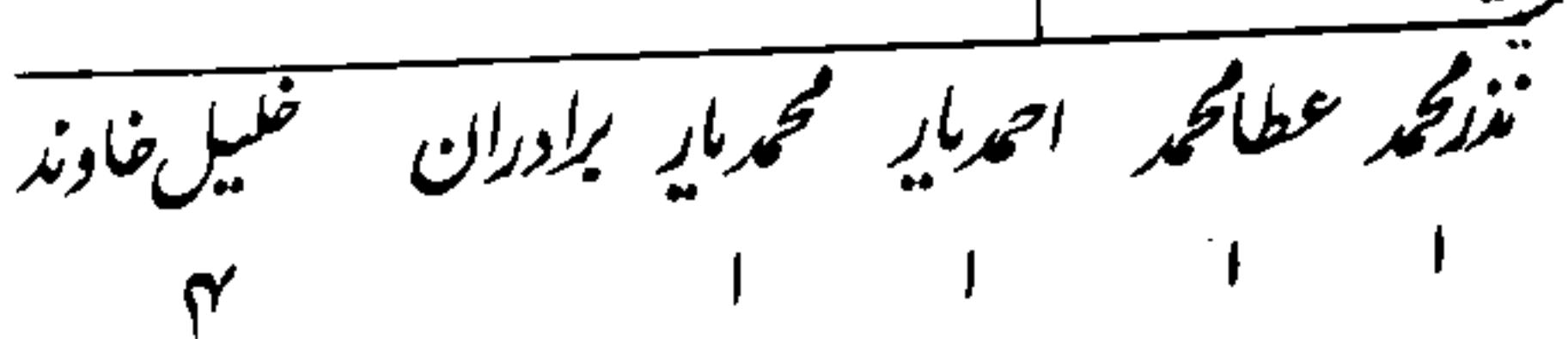
بعد ازاں مسماۃ سداں فوت ہوئی تو اس کی لڑکی کا ایک حصہ، لڑکوں کے دو دو حصے حسب ذیل :

سداں مسئلہ توضیح از ۹

نذر محمد عطا محمد محمد یار احمد یار لڑکے غلام فاطمہ لڑکی

بعد ازاں مسماۃ غلام فاطمہ فوت ہوئی تو اس کے خاوند کا حق نصف ہے اور باقی چار بھائیوں کا، حسب ذیل :

غلام فاطمہ مسئلہ از ۲ یہ تصحیح از ۸



اور جب مسماۃ نور بخش فوت ہوئی تو اس کے وارث دو لڑکے اور ایک لڑکی

حسب دستور ہیں، حسب ذیل :
مسماۃ نور بخش، مسند و تصحیح از ۵

محمد دین فیض احمد لڑکے طالبع لڑکی
اور جب چراغاں فوت ہوئی تو اس کی والدہ کا حق چھٹا حصہ اور خاوند کا حق
چوتھا حصہ اور باقی سب لڑکوں اور لڑکیوں کا حق ہے، حسب ذیل :
چراغاں مسند از ۱۲ تصحیح از ۹۶

نور سائن والدہ نذر محمد خاوند سرفراز ذوالفقار لڑکے ممتاز ریاض رابعہ حلیمہ لڑکیاں
۱۶ ۲۲ ۱۲ ۱۲ ۷ ۷ ۷ ۷

ایسا پیچیدہ مسند جس میں تقسیم سے پہلے یکے بعد دیگرے ورثہ مرتے جاتے
اس کو مناسخہ کہا جاتا ہے اور تصحیح کے لئے ضربیں دے کر ترکے کے حصے بنائے جاتے
ہیں چنانچہ قواعد فقہیہ کے رو سے سہمی نور محمد کی جائداد کے حصے ۱۰۳۶۸ بنائے جائینگے
اور تفصیلات مندرجہ بالا کے رو سے زندہ اور موجود افراد کے حصے جو ان کو اپنے اپنے
مورثوں سے ملتے ہیں، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے :

| نور محمد کی جائداد کے کل حصص ۱۰۳۶۸ ہیں۔ | | | | |
|---|----------|-------------------|----------------|--|
| الاحیاء | نور سائن | محمد دین فیض محمد | طالعہ نذر محمد | عطا محمد محمد یار احمد یار خلیل سرفراز |
| ۳۳۱۲ | ۲۳۲ | ۲۱۶ | ۱۶۸۷ | ۳۹۱ |
| ذوالفقار | ممتاز | ریاض | رابعہ | حلیمہ |
| ۷۵۶ | ۳۷۸ | ۳۷۸ | ۳۷۸ | ۳۷۸ |
| ۷۵۶ | ۹۲ | ۳۹۱ | ۳۹۱ | ۷۵۶ |

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ

وصحبہ وبارک وسلم۔

نوٹ: یہ جواب فتاویٰ عالمگیر اور سرسراجیہ سے ہے۔

حضرت الفقیر الباقی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۷ سوال المکرم ۳۸۶ ۲/۴

الاستفتاء

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسماۃ محمد شریف ولد سوجاقتنار الہی سے فوت ہو گیا اور اپنے پیچھے مندرجہ ذیل وارث چھوڑ گیا :

۱۔ مسماۃ فیضان، بیوہ ۲۔ زیب الہی، دختر ۳۔ بصری، دختر چھوٹی ۴۔ محمد نور، بھائی ۵۔ زینب، بہن ۶۔ زہرہ، بہن۔

مسماۃ فیضان نے جائیداد مکان مسکونہ کو کمیٹی کے رجسٹر ہائے میں اپنے ورثہ دونوں لڑکیوں کے نام منتقل کروالی، بعد ازاں ہر دونوں لڑکیاں ایک ماہ کے اندر فوت ہو گئیں اور اب وارث مسماۃ فیضان، بیوہ۔ محمد نور، بھائی۔ مسماۃ زینب، بہن اور مسماۃ زہرہ، بہن رہ گئے۔ جائیداد کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ بینواتوجہ و ا۔

استفتی: محمد نور ولد سوجاقتنار سن سکھ حوٹلی کھا ضلع ساہیوال

(اس کے جواب میں حضرت فقیر اعظم نے سائل کے نام تحریر فرمایا: (مرتب)

”یہ وضاحت کریں کہ دونوں لڑکیاں بیک وقت فوت ہوئیں یا یکے بعد دیگرے؟“

تو پہلے کو سے فوت ہوئی؟“

البرائخیر النعمی غفرلہ ۶ رزی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۹ھ ۱۳-۲-۷۰

(اس پر سائل نے یہ وضاحتی تحریر بھیجی :)

”پہلے بصری چھوٹی لڑکی فوت ہوئی اور تقریباً ایک ماہ بعد زیب الہی بڑی لڑکی فوت ہوئی۔ فقط“

محمد انور



یہ مسئلہ مناسخہ کا ہے، حسب القواعد محمد شریف کا وہ ترکہ جو کفن و دفن اور قصائے یون و وصیت سے بچا، اس کے ورثہ پر حسب ذیل تقسیم ہوگا :

محمد شریف مسئلہ از ۲۴ تصحیح از ۹۶ ص ۳۸۸

میت
فیضان بیوی زیب الہی لڑکی بصری لڑکی محمد انور بھائی زینب بن زہرہ بن

۱۵۱۳×۵ ۱۵۱۳×۵ ۳۰۱۳×۱۰ ۹۶۱۳×۳۲ ۹۶۱۳×۳۲ ۳۶۱۳×۱۲

بعد ازاں بصری فوت ہوئی تو اس کا مسئلہ حسب ذیل ہے :

بصری مافی الید ۳۲، مسئلہ از ۹۶ تصحیح از ۹۶ اور حسب القاعدہ محمد شریف کے ورثہ کے حصوں کو بھی تین میں

ضرب دیے کر بڑھایا جائے گا،

فیضان والدہ زیب الہی بہن محمد انور چچا زینب پھوپھی زہرہ پھوپھی

۳۲ ۲۸ ۱۶ محروم محروم محروم

بعد ازاں زیب الہی فوت ہوئی تو اس کا سہ حصہ ذیل ہے :

زیب الہی مافی الید از حصہ آب ۹۶ و از حصہ بصری بہن ۲۸ کل : ۱۲۴، مسئلہ از ۶

فیضان والدہ محمد انور چچا زیب الہی پھوپھی زہرہ پھوپھی

۲۸ ۹۶ محروم محروم محروم

تو اب زندہ ورثہ کے حصے حسب ذیل بنے از ۲۸۸ حصص :

۱۔ فیضان از ترکہ زوج : ۳۶ ۲۔ محمد انور از ترکہ برادر : ۳۰ ۳۔ زینب از ترکہ برادر : ۱۵

از ترکہ بصری خسر : ۳۲ از ترکہ بصری بھتیجی : ۱۶ ۴۔ زہرہ از ترکہ برادر : ۱۵

از ترکہ زیب الہی خسر : ۲۸ از ترکہ زیب الہی : ۹۶

۱۱۶ کل : ۲۸۸ ۱۲۴

کذا فی السراجیۃ والہندیۃ وغیرہما من اسفار المذہب

المہذب الحنفیۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ

تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

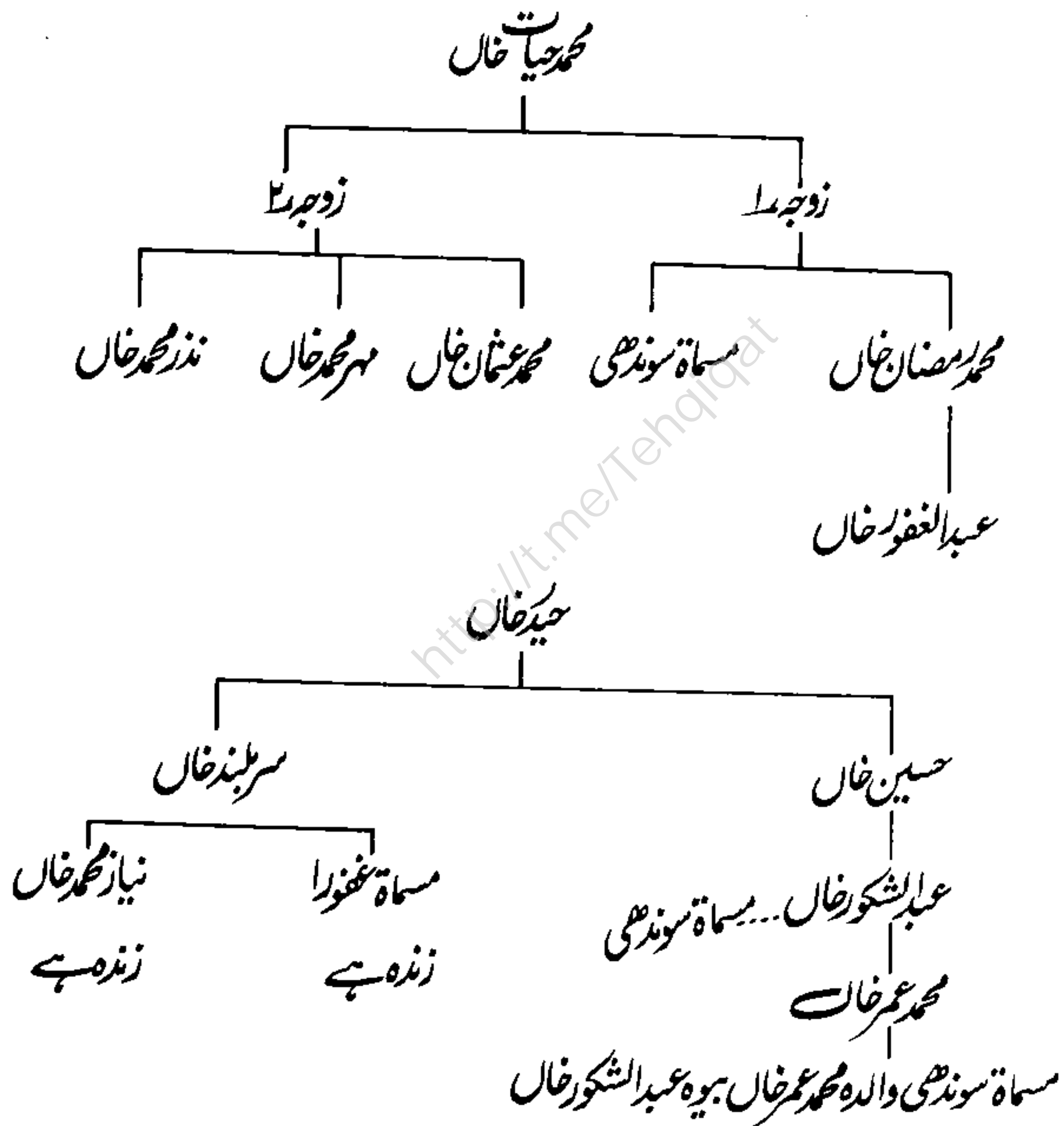
عمرہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ انیس غفرلہ

۱۲ رذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۹ھ

۲۰/۲/۴۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میراث میں جس کا شجرہ نسب ذیل میں درج ہے
مسماۃ سوندھی متوفیہ کے بازگشت حق داران۔ جواب بالاثواب سے بحوالہ کتب ارشاد فرمائیں۔



نوٹ: عبد الشکور ۱۹۲۶ء میں مقام ٹومانہ میں فوت ہوا۔
محمد عمر خاں ۱۹۳۷ء میں مقام ٹومانہ میں فوت ہوا۔

مسماة سوندھی سلسلہ میں مقام حویلی ضلع ساہیوال میں فوت ہوئی۔
محمد رمضان خاں سلسلہ میں مقام حویلی ضلع ساہیوال میں فوت ہوا۔
مسماة سوندھی کے خاوند عبدالشکور خاں کے بازگشت حقداران کی بھی فصاحت کی جائے۔
سر بلند خاں عبدالشکور خاں سے پہلے فوت ہوا۔

العارض

سعید اختر خاں ولد عبدالغفور خاں مؤرخ ۱۱۴۲ھ



عبدالشکور خاں کے وارث مسماة سوندھی زوجہ اور مسمیٰ محمد عمر خاں لڑکا ہیں،
حسب ذیل :

عبدالشکور خاں مسئلہ از ۸ تصحیح بعد از مناسخہ از ۲۲

سوندھی زوجہ محمد عمر خاں لڑکا

$\frac{6}{8}$

$\frac{21}{22}$

$\frac{1}{8}$

$\frac{3}{22}$

بعد ازاں محمد عمر خاں فوت ہوا تو اس کے جائز وارث اسکی والدہ سوندھی اور نیاز محمد خاں

جو اس کے والد کے چچا کا لڑکا ہے۔

مسئلہ از ۳ اور تصحیح حسب القواعد از $\frac{۲۱}{۲۲}$ ہے، حسب ذیل :

محمد سرخاں مسئلہ از ۳ تصحیح از $\frac{۲۱}{۲۲}$
سوندھی والدہ
نیاز محمد خاں عصبہ

$\frac{۱۲}{۲۲}$

$\frac{۴}{۲۲}$

بعد ازاں مسماۃ سوندھی فوت ہوئی تو اس کا وارث اس کا بھائی محمد رمضان خاں ہے حسب ذیل :

مسماۃ سوندھی مافی الید ۳ از خاوند اور ۷ از لیسر کل ۱۰ حصے ہیں

محمد رمضان خاں عصبہ

لہذا عبد الشکور خاں کی کل ملوکہ جائیداد کی تقسیم حسب ذیل کی جائے :

عبد الشکور خاں کی جائیداد کے کل ۲۲ حصے الاحیاء (زندگان) نیاز محمد خاں اور
محمد رمضان خاں میں از روئے قواعد یوں تقسیم ہوں گے کہ مسمیٰ نیاز محمد خاں کے $\frac{۱۲}{۲۲}$ ہیں اور محمد رمضان خاں
کے $\frac{۱۰}{۲۲}$ ہیں کما فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وآلہ

واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

اربع الثانی ۱۳۹۶ھ ۱۱ - ۴ - ۶۶

الاستفتاء

سائل مظہر کہ ایک عورت فوت ہو گئی ہے جس کا ایک بچہ اور خاوند اور والدہ والدہ



اور بہنیں بھائی زندہ و موجود تھے، بعد ازاں وہ بچہ بھی فوت ہو گیا تو اس کی وراثت کس طرح تقسیم کی جائے زیور، کپڑا، برتن وغیرہ

سائل

مسئم محمد شریف ولد بشیر احمد، سکھ پھلرون کبوتر خاں ۲۹ ۱۰/۷۷



یہ مسئلہ مناسخہ کا ہے تو اصل میں خاوند کا حصہ کل مال سے چوتھائی ہے اور ماں اور باپ کا چھٹا چھٹا حصہ اور باقی نیچے کا ہے اور جب بچہ بھی فوت ہو گیا ہے تو بچہ کا کل حصہ بھی باپ کا ہے جو اس عورت متوفیکہ خاوند ہے۔ حسب القواعد یہ مسئلہ ۱۲ سے ہے جو صحیح ہے حسب ذیل،

| عورت مسئلہ از ۱۲ | | | | | |
|------------------|-------|-----|-----|-----|-----|
| میت | خاوند | بچہ | ماں | باپ | بہن |
| | ۳ | ۵ | ۲ | ۲ | ۱ |
| | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ |

پھر جب بچہ بھی فوت ہو گیا تو اس کا کل حصہ بھی اس کے باپ کا حق ہے، تو مسئلہ حسب ذیل،

| عورت پھر اس کا بچہ مسئلہ از ۱۲ | | | |
|--------------------------------|-------------------------|-----|-----|
| میت | خاوند جو نیچے کا باپ ہے | ماں | باپ |
| | ۸ | ۲ | ۲ |
| | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ |

کما فی القرآن الحکیم والسراجیۃ -
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
وبارک وسلم۔

عقدہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۱۵ ذی القعدة الحرام ۱۳۹۷ھ ۲۹/۱۰

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ پیر نظام الدین صاحب جب فوت ہوئے تو انہوں نے پندرہ ایکڑ زمین وراثت میں چھوڑی اور متوفی کے دولہے کے (ہدایت محمد، محمد علی) اور ایک دختر مسماۃ امیرنشاں تھی، اپنے باپ کی وراثت سے مسماۃ مذکورہ کو کتنا حصہ ملا اور پھر پیر ہدایت محمد صاحب جب فوت ہوئے تو مسماۃ مذکورہ اپنے بھائی متوفی کی وراثت سے کتنے حصہ کی حقدار ہوگی اور بعد میں مسماۃ مذکورہ کا بھائی محمد علی فوت ہوا تو اس متوفی کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور ایک پوتا تھا محمد علی متوفی کی جائیداد سے ان کی بہن مسماۃ مذکورہ کا کتنا حصہ ہوگا، مسماۃ امیرنشاں کتنی زمین کی حقدار ہے؟
پوچھاری کہتا ہے کہ مسماۃ امیرنشاں کو اپنے بھائی ہدایت محمد جو کہ لا ولد فوت ہوا، اس سے تو حصہ ملے گا اور محمد علی چونکہ صاحب اولاد ہے اس لئے اسکی وراثت سے کوئی حق نہیں مہربانی فرما کر قرآن و حدیث سے مدلل جواب تحریر فرمادیں اور مدرسہ کی ہر

بھی ثبت کریں۔

السائل: پیر محمد شریف چشتی، موضع شرف پورہ (اردو پورہ) تحصیل منچن آباد ضلع بہاول نگر



ہاں پٹواری سچا ہے، مسماۃ امیر نشان کو مسماۃ محمد علی کی وراثت سے حصہ نہیں ملیگا کیونکہ اس کے لڑکا اور لڑکی ہے اور اپنے باپ سے اسے بحکم للذکر مثل حظ الانثیین تین ایکڑ ملیں گے اور مسماۃ ہدایت محمد کو چھ ایکڑ اور مسماۃ محمد علی کو بھی چھ ایکڑ ملیں گے اور جب مسماۃ ہدایت محمد فوت ہوا تو اس کے وارث صرف ایک بھائی اور بہن ہیں تو مسماۃ امیر نشان کو اس کی وراثت سے بحکم وان كانوا اخوة رجالا ونساء فللذكر مثل حظ الانثیین دو ایکڑ ملیں گے اور مسماۃ محمد علی کو چار ایکڑ ملیں گے اور جب مسماۃ محمد علی فوت ہوا تو اس کے وارث صرف ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے تو پہلی آیت کی رو سے لڑکے کو ۶ ایکڑ ۵ کنال ۶ مرلے اور ۶ سرسہا ہی اور لڑکی کو ۳ ایکڑ ۲ کنال ۱۳ مرلے اور ۳ سرسہا ہی ملے گا۔

یہ نسخہ کا ہے ہلکذا:

نظام الدین مسئلہ از ۵ و تصحیح از ۱۵

| | | |
|----------------|----------------|----------------|
| امیر نشان | محمد علی | ہدایت محمد |
| $\frac{3}{15}$ | $\frac{6}{15}$ | $\frac{6}{15}$ |

| | | |
|-----------------------------|----------------|------|
| ہدایت محمد مسئلہ و بیع از ۶ | | |
| امیر نشان بہن | محمد علی بھائی | میت |
| $\frac{2}{4}$ | $\frac{2}{4}$ | |
| محمد علی مسئلہ از ۳ | | |
| پوتا | لڑکی | لڑکا |
| x | ۱ | ۲ |

یہ تمام مسائل اس صورت میں ہیں جبکہ کوئی اور وارث نہ ہو اور اگر مسئلے نظام الدین کی بیوی اس کی وفات کے وقت موجود تھی یا ہدایت محمد کی بیوی یا محمد علی کی بیوی یا والدہ تو حکم بدل جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد
والہ واصحابہ اجمعین۔

عزیز الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

۸۲-۳-۲۵

الاستفتاء

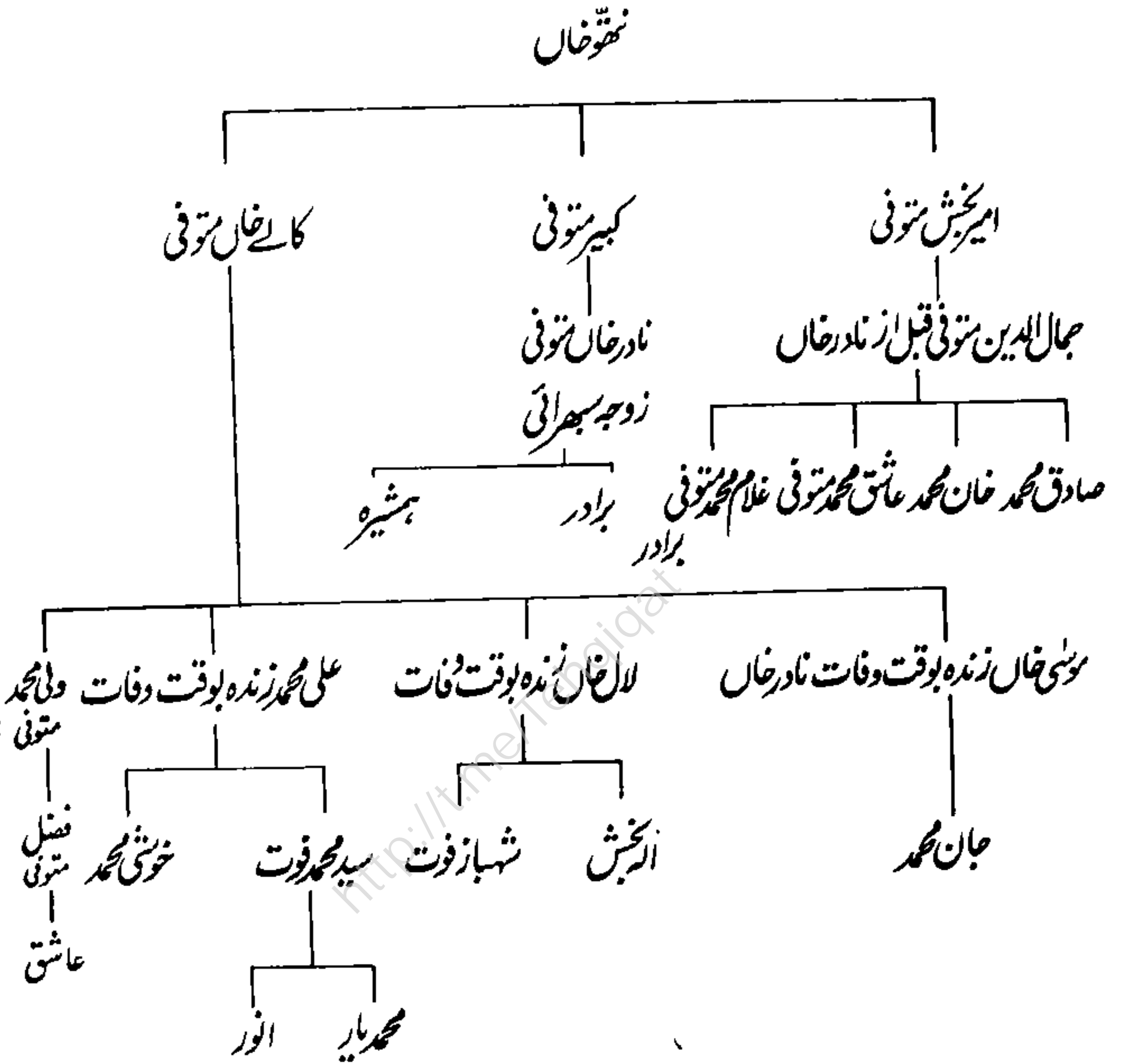
کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ سہ ماہی نادریاں لاؤں



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فوت ہوا اور شجرہ نسب اس کا حسب ذیل ہے :-



انگریزی قانون کے مطابق کل جائیداد نادر خاں کا اس کی بیوی بھرائی کے نام انتقال ہو
اب بھرائی مذکورہ بھی فوت ہو گئی اور اس کا ایک بھائی اور ایک بہن حقیقی زندہ ہیں لہذا دریافت طلب
یہ امر ہے کہ نادر خاں کی جائیداد کس طرح تقسیم کی جائے اور اس کے جدی رشتے داروں کے کون کون
مستحق ہیں اور بھرائی کے بہن بھائی بھی کچھ حق رکھتے ہیں یا نہیں؟ بیٹو! توجروا۔
سائل: خوشی محمد از صالح وال



مسماة سبھرائی بیوی متوفی کے کل مال مورث کی چوتھائی کی مستحق ہے اللہ رب العلمین کا ارشاد ہے وَلَهُنَّ الدَّيْعُ مِمَّا تَرَكَتُمُ اَنْ تَمِيْكُنْ لَكُمْ وَلَدًا قُرْآنِ کریم پارہ چہارم ۱ اور سیمیان موسے خاں، لال خاں، علی محمد خاں باقی تین حصوں کے برابر حقدار ہیں۔ قرآن کریم میں ہے لِلرَّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُونَ (پارہ چوتھا) کیونکہ نادر خاں کے اقربوں یعنی زیادہ قریبی رشتہ دار اس کی وفات کے وقت یہی تھے، حدیث شریف اور مذہب اہل سنت و الجماعت کی فقہ مبارک کا یہی فیصلہ ہے، حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم مصرح ہے فِلاُولی رَجُلٍ ذِکْرٌ، سراجیہ میں ہے الرَّبْعُ لِلْوَاحِدَةِ فَصَاعِدَةً عِنْدَ عَدَمِ الْوَلَدِ وَوَلَدِ الْاَبْنِ ص ۷۷، ۸ نیز ص ۱۲ میں ہے وَجُزْءُ جَدِّهِ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ اور جب سبھرائی و موسے خاں وغیرہ فوت ہو چکے ہیں تو ان کے وارث ہی حقدار ہیں انہیں دلائل مذکورہ بالا سے سبھرائی کا چہارم حصہ بہن اور بھائی کا ہے، چہارم کا تیسرا بہن اور دو حصے بھائی کے ہیں اور موسے خاں، علی محمد خاں، لال خاں کے وارث ان کی اولادِ زبیرہ و مادہ حسب دستور یعنی لڑکے کے دو حصے اور لڑکی کا ایک حصہ اور ان کی بیویوں کا آٹھواں آٹھواں حصہ، غرضیکہ مورث کی وفات کے وقت جو زندہ ہو وہی وارث ہوتا ہے مردہ وارث نہیں ہو سکتا لہذا جمال الدین خاں، ولی محمد خاں، نادر خاں کے وارث



نہیں ہو سکتے اور جب وہ وارث نہ ہوتے تو ان کی اولاد وغیرہ کیسے وارث بن سکے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

ہر ربیع الاول شریف ۱۴۰۷ھ



<http://t.me/Tehqiqat>

<http://t.me/Tehqiqat>

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

<http://t.me/Tehqiqat>

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بَابُ مَسَائِلِ الشُّكُوفِ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ دربار حضرت خواجہ عبد الکرم صاحب کے مجاور میاں محمد دین متونی کے تین بھائی مجاوری سے بے دخل ہیں، اب ان کے فوتیگی کے بعد محمد فاضل پسرش مجاور اور خادم ہے مگر ایک چچا کی لڑکی تنگ کرتی ہے اور حق وراثت مانگتی ہے اس کا باپ فوت ہو چکا ہے اور دو چچے محمد فاضل کے زندہ ہیں جنہوں نے تحریر کر دیا ہے کہ ہمارا کوئی حق نہیں اور نہ ہی ہمارے بھائی احمد دین لڑکی مدعیہ کے باپ کا کوئی حق تھا، جامد از دین غیرہ کوئی شے نہیں صرف چراغی اور کچھ غلہ لوگ بطور خود دے دیتے ہیں اور دیتے بھی محمد فاضل کو

مسئلہ علم والے اس حدیث پر عمل کرتے ہیں ۱۲ منہ غفر

ہیں تو کیا اندریں صورت احمد دین متوفی چچا محمد فاضل کی لڑکی کا دعویٰ حقِ وراثت صحیح ہے یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

سائل: محمد فاضل ازدر بار خواجہ عبدالکریم صدیق، چک ۴۲، تحصیل پاکپتن ضلع منٹگمری



اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو چچا کی لڑکی کا دعویٰ غلط ہے اور اس کا کوئی حق نہیں کہ حقِ وراثت ترکہ میں ثابت ہوتا ہے اور ترکہ اس مال کو کہتے ہیں جو مرنے والا چھوڑ مرے اور کسی دوسرے کا حق اس پر نہ ہو، تعریفات ص ۲۹ میں ہے ہوالمال الصافی عن ان يتعلق حق الغیر بعینہ تو ثابت ہوا کہ یہ حق چراغی وغیرہ چونکہ مال نہیں تو ترکہ بھی نہیں لہذا لڑکی کا کوئی حق نہیں اور بالخصوص جب اس کے والد احمد دین کا بھی اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا تو لڑکی کا کیسے حق ہو سکتا ہے، پھر جب لوگ اپنا مال تیل، غلہ، نقدی دیتے ہی محمد فاضل کو ہیں تو لڑکی کیوں مانگتی ہے، بہر حال لڑکی کا کوئی حق نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم وعلی اللہ

تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

ارزی القعدۃ المبارکہ رحمہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سید سردار علی شاہ صاحب ولد سید ام شاہ صاحب نے اپنے تین بیٹوں مسمیان سید حیدر شاہ، سید زمان شاہ، سید امیر علی شاہ کی اپنی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ ہر ایک کو روبرو گواہاں کے بھٹہ برابر تقسیم کر دیا اور مالک قابض بنایا اور آپ اپنے بڑے بیٹے سید حیدر شاہ کیساتھ گزر کرتے رہے اور بڑا بیٹا سید حیدر شاہ کچھ عرصہ کے بعد قضاء الہی سے فوت ہو گیا پھر بھی سید سردار شاہ صاحب حیدر شاہ کی اولاد یعنی ان کے اپنے پوتے جن کے ساتھ گزراوقات کرتے رہے جس طرح آپ نے اپنے بیٹے کو مالک بنادیا اسی طرح پوتوں کو بھی جائیداد کا مالک بنایا گیا اور پوتوں کے ساتھ گزراوقات کرتے رہے حتیٰ کہ سید سردار شاہ صاحب کی اہلیہ محترمہ کا انتقال بھی پوتوں کے ہاتھوں میں ہی ہوا اور سید سردار شاہ صاحب کا انتقال بھی ان ہی پوتوں کے ہاتھ میں ہوا اور پوتوں نے ان کا کفن دفن اچھے رسم و رواج سے کیا جنکے نام مندرجہ ذیل ہیں :

احمد علی شاہ فرزند علی شاہ نادر علی شاہ وغیرہ

غرضیکہ ان تینوں کو روبرو گواہاں جس طرح اپنے لڑکے حیدر شاہ کو مالک بنایا تھا اسی طرح اسکی اولاد کو بھی اسی جائیداد کا مالک قابض بنایا اور تصور کیا، گواہاں کے نام حسب ذیل ہیں :-

۱۔ میاں سردار علی ولد میاں محمد دین محب علیکا

۲۔ میاں سرفراز ولد میاں احمد بخش میانہ

۳۔ سید حامد حسین ولد سید شہباز حسین

۴۔ سید ذاکر حسین ولد سید خادم حسین نمبردار



۵۔ سید محمد عباس شاہ ولد سید محمد حسین شاہ، سجادہ نشین شیر گڑھ

۶۔ سید فیض علی شاہ ولد سید مد علی شاہ

۷۔ قاضی غلام علی ولد قاضی قائم الدین انصاری

۸۔ حافظ محمد دین ولد مولوی غلام حسین صاحب بھٹی وغیرہ

ان کے علاوہ تمام ضلع مظفر گڑھ کے زمینداروں اور رعایا لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ سید سردار شاہ صاحب اپنے پوتوں کو مالک بنا گئے ہیں۔

العبد

سید احمد علی شاہ ولد سید حمید شاہ، قصبہ شیر گڑھ ۲۵۹

گواہ شد

گواہ شد

گواہ شد

سید ذاکر علی شاہ نمبر دار

حامد حسین بختلم خود

غلام علی ولد قائم الدین بختلم خود

گواہ شد

گواہ شد

سید فیض علی شاہ بختلم خود

حافظ محمد دین بختلم خود

نوٹ : سائل نے زبانی بیان کیا کہ سید سردار شاہ صاحب نے اپنی صحت اور درستی ہوش و حواس میں پوتوں کو مالک و قابض بنایا اور کئی سال اپنے پوتوں کے پاس رہ کر فوت ہوئے تو کیا ایسی صورت میں سردار شاہ صاحب کے لڑکے پوتوں کو بے دخل کر سکتے ہیں؟



شرعیہ ہے جو قبضہ سے مکمل ہو گیا۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۲۸۲ میں ہے قول

هذه الدار لك وهذه الارض لك هبة لعني انسان كا كهنا كه يه حويلي تيرے
لئے ہے يا يه زمين تيرے لئے ہے، ہبہ ہے، لہذا بے دخل نہیں کر سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

مؤرخہ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ بزرگ جمعۃ المبارکہ

۵۹-۱۱-۶

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں سید احمد شاہ مرحوم
نے ترکہ میں بیس ایکڑ اراضی جس میں ٹیوب ویل لگا ہوا تھا، چھوڑی تھی، اس کی ایک بیوہ، تین
لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں جن میں مذکورہ اراضی بمطابق قانون شریعت تقسیم کی گئی ہے جس پر
وہ قابض ہیں مگر لڑکے کہتے ہیں کہ ٹیوب ویل میں بیوہ اور لڑکیاں حقدار نہیں ہیں حالانکہ
ٹیوب ویل بھی سید احمد شاہ مذکور نے خود لگوا یا تھا، اس کے متعلق حدیث قرآن کی روشنی
میں مطلع فرمائیں کہ بیوہ اور لڑکیاں ٹیوب ویل میں حقدار ہیں یا کہ نہیں؟ آپ کی

عین نوازش ہوگی۔ فقط

منجانب: مسماۃ بیوہ سید احمد شاہ مرحوم اور لڑکیاں
کٹی پیر احمد شاہ داخلی ماہلہ کن تحصیل دیپاپور ضلع ساہیوال

۲۱-۱۱-۷۹



از روئے قرآن کریم اور حدیث پاک ترکہ کی ہر ایک چیز میں تمام وارثوں کا
حق ہے جبکہ قرض اور وصیت نہ ہو، اگر قرض و وصیت ہو تو ادائیگی قرض و وصیت
حسب دستور شرع اظہر کے بعد بھی باقی ترکہ میں سب وارث حقدار ہیں۔ قرآن کریم میں ہے
یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین اور یونی حدیث پاک
صحیح بخاری وغیرہ کتب فقہ میں مصرح و مشرّع ہے۔

واللہ اعلم بالصواب و صلی اللہ علی سیدنا محمد و
آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البو النجیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳۰ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۲۹ھ

۲۱-۱۱-۷۹



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے مسامات امیر بی بی کی شادی مسٹے فضل محمد سے عرصہ تقریباً ۳۵ سال قبل ہوئی تھی۔ شادی کے بعد مسٹے فضل محمد خاوند نے اپنی بیوی کو اپنی زمین ملکیت کا ۱/۴ حصہ بطور تملیک زبانی واسطے گزارہ تاحیات منتقل کرایا۔ اب مسٹے امیر بی بی عرصہ دس بارہ سال سے عدم پتر ہے، اس کی فوتیگی کی تصدیق نہیں ہو سکتی اور فضل محمد مذکور بھی ۱۹۶۵ء میں فوت ہو گیا تھا۔ فضل محمد کے تین بھائی زندہ ہیں اور مسماۃ امیر بی بی کا ایک بھائی اور بہن زندہ ہے لہذا مذکور جائیداد تملیک زبانی واسطے گزارہ کے برائے شرع محمدی کون کون حقدار ہیں۔

السائل

سید محمد عبدالغفار شاہ غفرلہ

سکنہ ساہوگا تحصیل لودھیانہ

ضلع و ہاری



اگر یہ سوال صحیح ہے تو امیر بی بی کی وفات کے بعد ہی اس کا فیصلہ ہو سکتا ہے

اور اگر شہادت سے وفات ثابت نہ ہو سکے تو اس کی پیدائش سے پورے نوے سال گزر جانے پر موت کا حکم ہوگا تو اس کی ملکیت اراضی وغیرہ کے وارث اس کے بہن بھائی ہی ہیں اور جو بطور گزارہ تھی تو اس کے وارث فضل محمد وارث نہیں ہیں کما فی کتب المذہب من السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم
وبارك وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۵ شعبان المعظم ۱۲۰۰ھ ۲۹-۶-۸۰



<http://t.me/Tehqiqat>



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فہرست آیات مبارکہ

- ۱- ان بعض الظن اثم 12 / 49 175 '86
- ۲- فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم 194 / 2 88
- ۳- والذين هم لامنتهم و عهدهم راعون 8 / 23 135
- ۴- يا ايها الذين آمنوا اوفوا بالعقود 1 / 5 146 '137
- ۵- ان الله يامرکم ان تؤدوا الامنت الى اهلها 58 / 4 151 '137
- ۶- احل الله البيع 275 / 2 148
- ۷- الا ان تكون تجارة عن تراض 29 / 4 148
- ۸- عفى الله عنها 101 / 5 503 '176
- ۹- يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقى من الربوا ان كنتم مؤمنين 278 / 2 180



۱۰- فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله و

رسوله 189 279 / 2

۱۱- لا تظلمون ولا تظلمون 199 279 / 2

۱۲- و الصلح خير 210 128 / 4

۱۳- يوصيكم الله في اولادكم للذكر مثل

حظ الانثيين

'300 '292 '235 11 / 4

'461 '432 '358

594 '545 '502

۱۴- للرجال نصيب مما ترك الوالدان و

الاقربون و للنساء نصيب مما ترك الوالدان و

الاقربون مما قل منه او كثر نصيبا مفروضا 284 '257 '235 7 / 4

'310 '303 '288

'353 '329 '320

'362 '359 '356

'368 '364

'383 '381 '374

'447 '443 '390

509

۱۵- من بعد وصية يوصى بها او دين 316 '278 '254 11 / 4



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

١٦- ولا بويه لكل واحد منهما السدس 11 / 4 509 '278

١٧- فلهن الثمن مما تركتم 12 / 4 '292 '280 '278

'368 '330 '316

'461 '430 '405

502

١٨- وان كانت واحدة فلها النصف 11 / 4 '293 '283 '278

'300 '296

'316 '311 '305

443 '430 '405

١٩- ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم

ولد

12 / 4 '290 '289 '288

'356 '335 '320

'450 '413

584 '490

11 / 4 '314 '313 '288

٢٠- فلامه الثلث

413 '383 '319

٢١- ولكم نصف ما ترك ازواجكم ان لم

يكن لهن ولد

12 / 4 '314 '313 '306

319



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

۲۲- فان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك
461 '444 '368 11 / 4

۲۳- هو الذى خلق لكم ما فى الارض جميعا
503 29 / 2

۲۴- لا يحل لكم ان ترثوا النساء كرها
430 19 / 4

۲۵- فان كان له اخوة فلامه السدس
450 11 / 4

۲۶- ان امرء هلك ليس له ولد وله اخت

فلها نصف ما ترك و هو يرثها ان لم يكن لها

ولد فان كانتا اثنتين فلهما الثلثن مما ترك
545 176 / 4



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فہرست احادیث مبارکہ

- ۱- ایاکم و الظن فان الظن اکذب الحدیث 86
- ۲- من اتى عرفا فساله عن شیى لم یقبل له 86
- صلوة اربعین لیلہ
- ۳- علی الید ما اخذت حتی تؤدی 88
- ۴- لا ضرر و لا ضرار 88
- ۵- البر بالبر 128
- ۶- ینہی عن بیع الذهب بالذهب 129
- ۷- لا تبیعوا الذهب بالذهب 129
- ۸- نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع الورق بالورق 129
- ۹- آیۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب و اذا وعد اخلف و اذا اؤتمن خان 135
- ۱۰- آیۃ المنافق ثلاث وان صام و صلی و زعم انه مسلم اذا حدث کذب (الحدیث) 135
- ۱۱- الا لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له 137
- ۱۲- ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

- 146 حسن
- 151 ١٣- ان الله طيب لا يقبل الا طيبا
- ١٤- الربوا سبعون جزءا يسرها ان ينكح
- 190 الرجل امه
- ١٥- من رهن ارضا بدين عليه فانه يقضى من
- 190 ثمرتها الخ
- 233 ١٦- الولد للفراش
- 278 ١٧- ان الدين قبل الوصية
- 296 '293 '278 ١٨- اجعلوا الاخوات مع البنات عصة
- ١٩- الحقوا الفرائض باهلها فما بقى فهو
- '350 '305 '303 لاولى رجل ذكر
- '364 '362 '353
- 490 ٢٠- وان ترك ابن ابن ولم يترك ابنا فابن الابن
- 350 بمنزلة الابن
- 286 '282 ٢١- ولم يكن له يومئذ الا ابنته
- ٢٢- للابنة النصف و لابنة الابن السدس
- 283 تكملة للثلثين
- '381 '320 '290 ٢٣- ما ابقت الفرائض فاولى رجل ذكر
- 546 '383



۲۴- لا وصية لوارث 296

۲۵- من ترك مالا فلورثته 303

۲۶- الحقوا الفرائض باهلها فما تركت

الفرائض فلاولى رجل ذكر 368 '364 '284

۲۷- وان اعيان بنى الام يرثون دون بنى

العلات الرجل يرث اخاه لاييه وامه دون اخيه

لاييه

368

۲۸- الحلال ما احل الله و الحرام ما حرم الله

و ما سكت عنه فهو مما عفى عنه

503

۲۹- و ما سكت عنه فهو عافية فاقبلوا من

الله عافيته فان الله لم يكن نسيا

503

۳۰- انظروا اكبر رجل من خزاعة

284

۳۱- وما بقى فلاخت

502

۳۲- النصف للابنة والنصف للاخت

330

۳۳- من رأى منكم منكرا فليغيره بيده وان لم

يستطع فبلسانه

113

۳۴- يسمونها (يعنى الخمر) بغير اسمها

فيستحلونها

178

۳۵- لا ربوا بين المسلمين و بين اهل الحرب

174



- ۱۸۹ ۳۶- ما اصاب من ظهره فهو ربا
- ۱۸۹ ۳۷- و ان كان قبضة من علف فهو ربا
- ۳۸- كل قرض جر منفعة فهو وجه من
- ۱۸۹ وجوه الربوا
- ۳۹- ان كانوا ليكرهون ان يستمتعوا من
- ۱۸۹ الرهن بشئ
- ۴۰- جاء رجل الى ابن مسعود فقال ان رجلا
- رهني فرسا فركبتها قال ما اصبحت من ظهرها
- ۱۸۹ فهو ربي
- ۴۱- من رهن ارضا بدين عليه فانه يقضى من
- ۱۹۰ ثمرتها بعد نفقتها
- ۱۹۹ ۴۲- ان المرتهن في الفصل امين
- ۲۵۷ ۴۳- و الثلث كثير
- ۴۴- الرجل يرث اخاه لايه و امه دون اخيه
- ۳۶۶ لايه
- ۵۰۳ ۴۵- وما سكت عنه فهو عفو
- ۴۱۲ ۴۶- اجعلی الثمن التسع



مآخذ و مراجع

01 القرآن الکریم

احادیث

- 02 صحیح بخاری ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، م 256ھ
اصح المطابع، دہلی، 1357ھ
- 03 صحیح مسلم مسلم بن حجاج قشیری، م 261ھ
اصح المطابع، دہلی، 1349ھ
- 04 سنن ابو داؤد ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، م 275ھ
مجیدی، کانپور، 1341ھ
- 05 سنن ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، م 279ھ
علمی، دہلی، 1350ھ
- 06 سنن ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، م 273ھ
اصح المطابع، دہلی، 1372ھ
- 07 موطا امام مالک امام مالک بن انس اصبعی، م 179ھ
دارالاشاعت، کراچی، 1372ھ



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

- 08 سنن دارمی ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن سمرقندی دارمی م
255ھ
- 09 سنن دارقطنی ابو الحسن علی بن عمر دارقطنی م 385ھ
فاروقی، دہلی، 1310ھ
- 10 متدرک ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم م 405ھ
دائرة المعارف، حیدر آباد، 1334ھ
- 11 السنن الکبریٰ (سنن بیہقی) ابو بکر احمد بن حسین بیہقی م 458ھ
دائرة المعارف، حیدر آباد، 1344ھ
- 12 مشکوٰۃ المصابیح ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ خطیب بغدادی م 740ھ
اصح المطابع، دہلی
- 13 عمدة القاری (یعنی) ابو محمد محمود بن احمد حنفی عینی م 855ھ
دار الطباعة، عامرہ، مصر، 1308ھ / منیریہ، بیروت،
1348ھ
- 14 فتح الباری شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی م 852ھ
بہیمہ، مصر، 1348ھ
- 15 ارشاد الساری علامہ احمد بن محمد قسطلانی م 923ھ
بولاق، مصر، 1285ھ
- 16 اشعة اللمعات شیخ عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی م
1052ھ



غشی نولکشور، دہلی، 1354ھ

17 کنز العمال فی سنن
الاقوال والافعال

علاء الدین علی متقی ہندی، م 975ھ
دائرة المعارف، حیدر آباد، 1312ھ تا 1314ھ

تفاسیر

18 معالم التنزیل

ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، م 516ھ
تجاریہ کبریٰ، مصر، 1357ھ
امام فخر الدین بن محمد بن عمر رازی، م 606ھ
بہیہ، مصر، 1357ھ

19 مفاتیح الغیب، تفسیر کبیر

20 انوار التنزیل و اسرار
التاویل، (بیضاوی)

ابو سعید عبد اللہ بن عمر قاضی بیضاوی شافعی، 685ھ
692ھ

نولکشور، لکھنؤ، 1282ھ

21 مدارک التنزیل و
حقائق التاویل

ابو البرکات عبد اللہ بن احمد محمود نسفی، م 710ھ
عیسیٰ بابی حلبی، مصر، 1357ھ

22 لباب التاویل فی معانی
التنزیل (خازن)

علی بن محمد بغدادی صوفی خازن، م 741ھ
تجاریہ کبریٰ، مصر، 1357ھ



23 ارشاد العقل الی مزایا

الکتاب الکریم (ابو سعود)

علامہ ابو سعود بن محمد عمادی، م 982ھ

ج 1 تا 3، طبع اول، حینیہ، مصر

ج 4 تا 8، طبع ثانی، عامرہ شرقیہ، مصر

جلال الدین محمد بن احمد محلی شافعی، م 864ھ /

جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی شافعی، م

911ھ

مجیدی، دہلی

ابو سعید شیخ احمد ملا جیون، م 1130ھ

علیمی، دہلی، 1349ھ

شیخ اسماعیل حق، م 1137ھ

عثمانیہ، 1330ھ

25 تفسیرات احمدیہ

26 روح البیان فی تفسیر

القرآن

27 الفتوحات الالہیہ

(تفسیر جمل)

سلیمان بن عمرو عجیلی شافعی، م 1204ھ

عیسیٰ بابی حلبی، مصر

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، م 1225ھ

ندوة المصنفین، دہلی

شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی، م 1241ھ

مطبع ازہریہ، مصر، 1348ھ

28 تفسیر مظہری

29 تفسیر صاوی



Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فقہ

- 30 مبسوط سرخسی محمد بن احمد بن ابو سہل سرخسی، م 483ھ
السعادة، مصر، 1331ھ
- 31 مختصر القدوری ابو الحسین احمد بن محمد قدوری بغدادی، م 428ھ
اصح المطالع
- 32 ہدایہ برہان الدین علی بن ابو بکر مرغینانی، م 593ھ
مجتبائی، دہلی، 1350ھ / مہمند، مصر، 1307ھ
- 33 کفایہ مولانا جلال الدین خوارزمی، م 711ھ
مہمند، مصر، 1307ھ
- 34 عینی علی الہدایہ (بنایہ) علامہ بدر الدین محمود عینی، م 855ھ
نولکشور، دہلی، 1293ھ
- 35 فتح القدر کمال الدین ابن ہمام محمد بن عبد الحمید محقق علی
الاطلاق، م 861ھ / مہمند، مصر، 1307ھ
- 36 عنایہ محمد بن محمود بابرقتی، م 786ھ / مہمند، مصر، 1307ھ
- 37 قاضی خاں (خانہ) حسن بن منصور بن محمد اوزجندی، م 592ھ
نولکشور، لکھنؤ، 1344ھ
- 38 جوہرہ نیرہ ابو بکر بن علی حدادی عبادی خفی یمنی، م 800ھ
محمود بک، آستانہ، 1301ھ
- 39 غرر الاحکام منلا خسرو محمد بن فراموز، م 885ھ
در سعادت، مصر، 1329ھ



- 40 درر الحکام منلا خسرو محمد بن فراموز، م 885ھ
در سعادت، مصر، 1329ھ
- 41 ملتی الاخر شیخ ابراہیم بن محمد حلبی، م 956ھ
عامرہ، مصر، 1319ھ
- 42 مجمع الانهر محمد بن سلیمان شیخ زادہ، م 1078ھ
عامرہ، مصر، 1319ھ
- 43 در المنتقی علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی، م 1088ھ
عامرہ، مصر، 1319ھ
- 44 تبیین الحقائق فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی، م 743ھ
امیریہ، مصر، 1313ھ
- 45 جامع الفصولین محمود بن اسرائیل ابن قاضی سمانہ، م 823ھ
کبریٰ امیریہ، مصر، 1300ھ
- 46 بزازیہ محمد بن محمد بن شہاب ابن بزازیہ، م 828ھ
کبریٰ امیریہ، مصر، 1310ھ
- 47 سراجیہ سراج الدین علی بن عثمان الفرغانی اوشی، تکمیل
کتاب، 569ھ
نولکشور، لکھنؤ، 1344ھ
- 48 بدائع صنائع ملک العلماء علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی، م
587ھ
جمالیہ، مصر، 1328ھ
- 49 خلاصہ الفتاویٰ (مجموعہ الفتاویٰ)
طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری، م 542ھ



ایکسپورٹ لیتھو پرنٹنگ پریس، لاہور

50 کنز الدقائق طبع مع

العینی

ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، م 710ھ
اسلامیہ، لاہور، 1345ھ

51 بحر الرائق

زین الدین بن ابراہیم بن نجیم، م 970ھ
دار الکتب العربیہ، مصر، 1333ھ

52 تکملہ بحر الرائق

محمد بن حسین بن علی طوری، م 1137ھ
دار الکتب العربیہ، مصر، 1334ھ

53 فتاویٰ خیرہ

شیخ خیر الدین بن احمد رملی، م 1081ھ
در سعادت، 1312ھ

54 فتاویٰ برہنہ

نصیر الدین مینائی
نولکشور، لکھنؤ، 1914ء

55 میزان شعرانی

سیدی عبد الوہاب بن احمد شعرانی، م 973ھ
مصطفیٰ البابا حلبی، مصر، 1354ھ

56 رحمہ الامہ

شیخ محمد بن عبد الرحمن (دمشقی شافعی)، تکمیل کتاب،
780ھ

مصطفیٰ البابا حلبی، مصر، 1354ھ

57 عالمگیری

ملا نظام الدین برہان پوری وغیرہ
مجیدی، کانپور، 1350ھ

58 تنویر الابصار

محمد بن عبد اللہ ترمذی غزی، م 1004ھ
عثمانیہ، در سعادت، مصر، 1324ھ



59 تنوير الابصار محمد بن عبد اللہ تمر تاش غزی، م 1004ھ

احمدی، دہلی، 1280ھ

60 در المختار علاؤ الدین حصکفی، م 1088ھ

عثمانیہ، در سعادت، مصر، 1324ھ

احمدی، دہلی، 1280ھ

61 رد المحتار (شامی) سید محمد امین ابن عابدین (شامی)، م 1252ھ

عثمانیہ، دار سعادت، مصر، 1324ھ

62 طحطاوی علی الدر سید احمد بن محمد طحطاوی، م 1231ھ یا 1237ھ

عامرہ، مصر، 1252ھ

63 شرح وقایہ طبع مع

عبد اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ، م 747ھ

نولکشور، لکھنؤ، 1326ھ

64 العقود الدریہ (فتاویٰ

علامہ شامی، م 1252ھ

ممبہ، مصر، 1310ھ

حضرت فقیہ اعظم مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی، م

1403ھ

65 فتاویٰ نوریہ

فرائض

66 سراجی (فتاویٰ سراجیہ) سراج الدین محمد بن عبد الرشید سجاوندی حنفی، م

590ھ

سعید، کراچی، 1375ھ



67 شریفہ سید میر شریف جرجانی، م 816ھ
گلشن احمدی، 1872ء / معتبائی، دہلی، 1341ھ

متفرقات

68 التعریفات سید میر شریف علی بن محمد جرجانی، م 816ھ
شرکہ مکتبہ، مصر، 1357ھ

69 الاشباہ والنظائر زین الدین ابراہیم ابن نجم، م 970ھ
نولکشور، لکھنؤ، 1915ء

70 ثلاثین شامی علامہ شامی، م 1252ھ
در سعادت، مصر، 1325ھ

71 نشر العرف فی بناء بعض
الاحکام علی العرف

علامہ شامی، م 1252ھ
در سعادت، مصر، 1325ھ



فتاویٰ نوریہ

کامل چھ جلدیں

- حضرت فقیہ اعظم کے فقہی قلم کا عظیم شاہکار
- سات ہزار جدید و قدیم مسائل کا بے مثال حل
- ساڑھے تین ہزار صفحات پر مشتمل شرعی دائرۃ المعارف
- علماء و مشائخ وقت کا محبوب و پسندیدہ
- آفسٹ کتابت، اعلیٰ طباعت، عمدہ سفید کاغذ، خوبصورت جلد
- ہدیہ مکمل سیٹ ————— 1430 روپے

جانشین حضرت فقیہ اعظم صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری
کی عظیم تصانیف، جنہیں اہل علم نے بھرپور خراج تحسین پیش کیا ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

- (1) باب مدنیۃ العلم ————— مرتضیٰ، مشکل کشا، مولا علی
کتابت، طباعت، کاغذ، جلد عمدہ ————— صفحات 240
ہدیہ ————— 100 روپے

-
- (2) ورنعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
(غوث الوریؒ بحیثیت منظر مصطفیٰ)
کتابت، طباعت، کاغذ، جلد اعلیٰ ————— صفحات 136
ہدیہ ————— 80 روپے

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

<http://t.me/Tehqiqat>

Click For More

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>